کشفُ غطاءِ العینینِ عن ترکِ رفعِ الیدینِ

ترکِ رفعِ یدین

احادیث و آثار صحیحہ کی روشنی میں

مفتی رضاء الحق اشرفی

ناشر:

Ahle Sunnat
RESEARCH CENTRE

اہلِ سنت ریسرچ سینٹر

Affiliated with:
AS SYED MAHMOOD ASHRAF
DARUL TEHQEEQ WA AL TASNEEF

السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات

کشف غطاء العینین عن ترک رفع الیدین

معروف بہ

ترکِ رفعِ یدین

صحیح احادیث و آثار کی روشنی میں

مفتی رضاء الحق اشرفی

ناشر

اہل سنت ریسرچ سنٹر ممبئی

ملحقہ

السید محمود اشرف دارالتحقیق والتصنیف، جامع اشرف کچھوچھہ شریف

......نام کتاب : ترک رفعِ یدین صحیح احادیث و آثار کی روشنی میں

......مصنف : مفتی رضاء الحق اشرفی

......کمپوزنگ : محمد اکبر رضا، نظام آباد

......ناشر : اہل سنت ریسرچ سنٹر ممبئی

......پہلا ایڈیشن: شوال ۱۴۳۶ھ / جولائی ۲۰۱۵ء

......صفحات : 200

......قیمت :

ملنے کے پتے

(1) السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف، جامع اشرف کچھوچھہ شریف (یوپی)

(2) اہل سنت ریسرچ سنٹر ممبئی۔ موبائل: 09987517751

(3) مکتبہ فیضان سرکار کلاں، جامع اشرف کچھوچھہ شریف۔ موبائل: 09889757557

(4) الاشرف اکیڈمی راج محل صاحب گنج جھارکھنڈ۔ موبائل: 08869998234

(5) الاشرف اکیڈمی L-16 ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر اوکھلا، نئی دہلی۔

موبائل: 09891105516

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ''ترکِ رفعِ یدین'' کیوں لکھی گئی؟

نماز میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانا سنت ہے۔ اس پر کثیر احادیثِ صحیحہ وآثارِ صحابہ واقوال واعمالِ تابعین موجود ہیں۔ اِس پر سب کا اتفاق ہے۔ لیکن رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت، تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کے بعد یا سجدے میں جاتے وقت یا دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کیا جائے یا نہیں اس میں محدثین وفقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک رفع یدین کرنا چاہئے اور بعض کے نزدیک رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت براء بن عازب، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عباد بن زبیر اور کثیر صحابۂ کرام ﷺ وتابعین وسفیان ثوری وفقہاء اہلِ کوفہ ومجتہدینِ امت حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام ابویوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔ جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہی کثیر صحابۂ کرام وتابعین کا مذہب ہے (ترمذی ج ۲ ص ۴۰) لیکن کئی صحابۂ کرام وتابعین وفقہاء ومحدثین حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام شافعی، امام بخاری اس کے قائل ہیں کہ رفع یدین کرنا چاہئے۔

اس اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام سے رفع یدین کے تعلق سے مختلف روایات منقول ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کرتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور بعض میں ہے کہ سجدے میں جاتے وقت اور دو سجدوں کے درمیان اور بعض میں ہے کہ دو رکعت سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کیا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل، امام شافعی وغیرہ مجتہدین کرام نے رفع یدین کرنے کی احادیث کو اپنے اصول وضوابط کی روشنی میں زیادہ مضبوط وقابل ترجیح سمجھا اور انہوں نے رفع یدین کیا اور ان ائمہ مجتہدین کے

مقلدین شافعی و حنبلی حضرات بھی اپنے ائمہ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے رفع یدین کرتے ہیں۔
لیکن امام ابوحنیفہ اور ائمہ احناف کے نزدیک رفع یدین نہ کرنے کی احادیث زیادہ قوی اور رفع یدین کی احادیث کے لئے ناسخ ہیں۔ اس لئے انہوں نے رفع یدین نہ کرنے کی احادیث کو ترجیح دی اور ان پر عمل کیا اور ان کے مقلدین احناف ان کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے رفع یدین نہیں کرتے ہیں۔ یہ ایک فقہی و فروعی اختلاف ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد پر اہل سنت و جماعت نے کبھی بھی ایک دوسرے کو مخالفِ سنت، منکرِ حدیث یا گمراہ نہیں کہا۔ نہ کسی حنفی نے کسی شافعی یا حنبلی کو منکرِ حدیث کہا نہ کسی شافعی یا حنبلی نے کسی حنفی کو منکرِ حدیث کہا۔ چاروں ائمہ کے ماننے والے اہلِ سنت و جماعت ہیں۔ اس لئے ان کے درمیان قرأت خلف الامام، آمین بالجہر، رفع یدین وغیرہ فروعی و فقہی مسائل میں اختلاف ہونے کے باوجود ہر ایک دوسرے کو اہلِ حق، اہل سنت کہتے ہیں اور کوئی کسی پر لعن طعن نہیں کرتا۔ بلکہ لعن طعن کرنے کو سخت گناہ تصور کرتا ہے۔
بارہویں صدی ہجری تک ان فروعی اختلافات کو کسی نے گمراہی نہیں کہا لیکن بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی (موت:۱۲۰۶ھ) کا فتنہ اٹھا اور اس نے حرمین طیبین میں اہل سنت و جماعت پر ظلم و تشدد اور قتل و خوں ریزی کا بازار گرم کیا۔ توحید کے نام پر عظمتِ رسالت و شانِ اولیاء پر حملہ کیا۔ اس وقت حرم کعبہ میں چاروں ائمہ مذاہب کے مصلے بچھتے تھے۔ اس نے حنبلی لبادہ اوڑھ لیا لیکن وہ چاروں ائمہ کا کھلا دشمن تھا۔ اس نے اپنی ایک الگ جماعت (وہابی) بنانے کی تحریک چلائی۔ اس کے نزدیک انبیاء سے توسل، زیارت قبور، تعظیم قبورِ انبیاء و صالحین حرام بلکہ شرک تھا۔ حتی کہ گنبدِ خضریٰ کو اس نے صنمِ اکبر (سب سے بڑا بت) کہا۔ اپنے عقائد و نظریات کی اشاعت کے لئے 'کتاب التوحید' لکھی۔ اس کے والد شیخ عبدالوہاب اور اس کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب دونوں اس کے نظریات کے مخالف تھے۔ جس کے نتیجے میں باپ کو بیٹے کی بدزبانی کی تکلیف برداشت کرنی پڑی اور بھائی کو وطن سے دور جانا پڑا اور بھائی کے خلاف "الصواعق الالٰھیہ فی الرد علی الوھابیہ" نام کی کتاب لکھنی پڑی۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی نظر میں حرمین طیبین کے علماء

وعوام اہلِ سنت تعظیم قبورِ انبیاء وشعائرِ اسلام، توسلِ انبیاء وزیارتِ قبور صالحین کی بنیاد پر مشرک ہوگئے تھے، لہٰذا محمد بن عبدالوہاب کے نزدیک وہ مباح الدم تھے۔ ان کا قتل جائز تھا۔ چنانچہ اس نے والیٔ مکہ کو اپنا ہمنوا بنایا اور اس کی مدد سے بے شمار علمائے اہل سنت کا قتل عام کروایا۔ شعائرِ انبیاء کو مٹایا۔ شہداء کے مزارات کو مسمار کیا اور نبی کریم ﷺ پیش گوئی کے مطابق فتنۂ خوارج نجد سے وہابی لباس میں ملبوس ہوکر حرمین طیبین پر مسلط ہوگیا۔ (محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں معلومات کے لئے انگریزی جاسوس ہمفرے کی کتاب 'ہمفرے کے اعترافات' کا مطالعہ کیجئے)۔

وہابی نظریات کی حامل آل سعود کی حکومت نے حرمین شریفین میں وہی سب کیا جو ان کے پیشوا محمد بن عبدالوہاب نجدی کا اصل ٹارگٹ تھا۔ وہابی دورِ حکومت میں حرم شریف سے یہ کہہ کر چاروں ائمہ کے مصلوں کو اٹھا دیا گیا کہ اس سے امت مسلمہ میں فرقہ بندی پیدا ہوتی ہے۔ مصلّٰی حنبلی پر "وہابی مصلّٰی" بچھا دیا گیا اور چاروں مذاہب کے لوگوں کو وہابی امام کی اقتداء کا پابند کردیا گیا۔ حرمین طیبین میں مسلمان بارہویں صدی ہجری تک جن اسلامی عقائد ونظریات پر جمے ہوئے تھے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ان کو کفر وشرک کہا۔ اس نے کہا "چھ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان کافر ومشرک ہیں۔ جو مقبروں میں جاکر دعا کرے، مزاروں کو چومے، قبروں کی مٹی لے، اولیاء سے مدد طلب کرے وہ بھی کافر ہے۔ انبیاء واولیاء کی شفاعت ماننے والا کافر ہے، اس کا جان ومال حلال ہے۔ یا رسولَ اللّٰہ کہنے والا کافر ہے۔ وہ یہ بھی کہتا تھا:

"محمد (رسول اللّٰہ ﷺ) کی قبر کو، ان کے مشاہد اور ان کے آثار ومساجد اور کسی نبی یا ولی کی قبر کو اور تمام مزارات کے لئے سفر کرنا شرک ہے' وہ مزارات کو مورتیوں سے تشبیہ دیتا تھا"۔

مجتہدینِ امت کا دور گزر جانے کے بعد ائمہ مجتہدین کی تقلید ضروری ہوئی۔ غیر مجتہد فقہاء وعلماء وعام مسلمان چاروں فقہی امام میں سے کسی ایک کی تقلید کرتے رہے۔ سارے مقلدین حنفی، حنبلی، مالکی شافعی اہلِ حق اہلِ سنت فقہی اختلافات کے باوجود باہم شیر وشکر رہے۔ کسی نے کسی کو فقہی مسائل میں اختلاف کی بنیاد پر کافر، گمراہ یا فاسق نہیں کہا۔ لیکن

ہمفرے کے بقول محمد بن عبدالوہاب کے نزدیک حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی مکاتب فکر میں سے کسی مکتب فکر کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ کہتا تھا کہ خدا نے جو کچھ قرآن میں فرمادیا ہے بس وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ وہ ابوحنیفہ کی تحقیر کرتے ہوئے کہتا تھا۔ میں ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں۔ حد یہ ہے کہ اس کا یہ دعویٰ بھی تھا کہ نصف بخاری بالکل لچر اور بے ہودہ ہے۔ (دیکھئے کتاب ''ہمفرے کے اعترافات'')۔

ہندوستان تیرہویں صدی ہجری تک فتنۂ وہابیت کے زہر سے محفوظ رہا۔ یہاں اکثریت اہل سنت کی تھی اور قلیل تعداد میں شیعہ بھی تھے۔ خاندانِ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی میں مولوی اسمٰعیل دہلوی (وفات: ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) پیدا ہوئے۔ وہ اپنے پیر سید احمد رائے بریلوی کے ہمراہ سفر حرمین شریفین سے واپسی پر وہابی عقائد ونظریات بھی ساتھ لائے اور ہندوستان میں وہابیت کی تبلیغ شروع کی۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی 'کتاب التوحید' کا خلاصہ اردو زبان میں تقویۃ الایمان کے نام سے لکھا۔ اس میں لکھا کہ اللہ کے نبی مرکر مٹی میں مل گئے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا خیال لانا اپنے بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدر جہا بدتر ہے (صراط مستقیم ص ۹۷) ہر بڑا چھوٹا (نبی، ولی یا غیر نبی، ولی) اللہ کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ سارے انبیاء عاجز بندے اور ہمارے بھائی ہیں، اللہ نے انہیں بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ اپنی اولاد کا نام عبدالنبی، عبدالرسول رکھنا شرک ہے۔ قربِ قیامت ایک ہوا چلے گی جس سے سارے مسلمان مرجائیں گے سو وہ ہوا چل چکی ہے۔ یعنی اب کوئی مسلمان دنیا میں نہ رہا۔ (یہی بات شیخ نجدی نے کہی تھی کہ چھ سو سال سے دنیا میں کوئی مسلمان نہیں) مولوی اسماعیل دہلوی یہ بھی کہتے تھے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے (رسالہ یک روزی ص ۱۴۹)۔

خود مولوی اسماعیل دہلوی کو احساس تھا کہ ان کی کتاب تقویۃ الایمان سے امت میں اختلاف پیدا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے کہا تھا: اس میں (تقویۃ الایمان میں) بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہوجائیں گے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۸۱)۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی وہ کتاب جس سے مسلمانوں میں انتشار پھیلنے والا تھا انگریزوں کو اتنی پسند آئی کہ اس کا انگریزی ترجمہ کروا کر ۱۸۲۵ء میں لندن سے شائع کروایا۔

سرسید علی گڑھی لکھتے ہیں: جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے رسالہ جلد ۱۲ سن ۱۸۲۵ء میں چھپا تھا۔ (مقالات سرسید ج ۹ ص ۱۷۸)

محمد بن عبد الوہاب نجدی تقلید کو حرام بلکہ شرک سمجھتا تھا اگر چہ شروع میں اپنے آپ کو چھپائے رکھنے کے لئے خود کو حنبلی کہلاتا تھا (شیخ نجدی کی کتاب "رسالۃ فی تحریم التقلید" کا ذکر ہندوستانی وہابی عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے کیا ہے) یہی نظریہ مولوی اسماعیل دہلوی کا بھی تھا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے بھی ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کو ضروری قرار نہیں دیا۔ (مشاہدات کابل ویاغستان: محمد علی قصوری ص ۱۵۶)۔

ہندوستان میں سنّی مسلمان مقلد تھے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے سب سے پہلے فتنہ غیر مقلدیت کی بنیاد ڈالی۔ ہندوستان میں وہابی تحریک کے ایجنڈے میں انگریز دوستی بھی شامل تھی۔ کیوں کہ وہابی عقائد ونظریات کو پھیلا کر مسلمانوں میں افتراق وانتشار پیدا کرنے کے لئے انگریزوں کی وفاداری ضروری تھی۔ چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی حمایت کی اور اس کے خلاف فتوائے جہاد کو غلط کہا۔ مولوی اسماعیل دہلوی کے پیروکار جو غیر مقلدین کے شیخ الکل کہلاتے ہیں وہ ہیں مولوی میاں نذیر حسین دہلوی (موت: ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)۔ انہیں تقلید ائمہ کے خلاف "معیار الحق" نامی کتاب لکھنے کے انعام میں انگریزی حکومت کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا تھا۔

ابتداء میں وہابی تحریک سے مسلمانوں کو سخت بددلی تھی۔ وہ اس کو اپنے دین وایمان کے لیے خطرناک سمجھتے تھے۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ فتنہ سرزمین نجد سے نکل کر محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکاروں کے ذریعہ ہندوستان پہونچا ہے۔ وہابی تحریک سے عام مسلمانوں کی بیزاری کو دیکھتے ہوئے مولوی اسماعیل دہلوی کے پیروکاروں نے بڑی ہوشیاری سے اپنی تحریک کے لیے قرآن وحدیث کو آڑ بنالیا اور بھولے بھالے مسلمانوں کو اس طرح کے خوش نما جملوں

سے بہکانا شروع کیا ''اسلام کی بنیاد قرآن وحدیث ہے لہٰذا قرآن وحدیث کو مانو کسی امام کی تقلید کرنا قرآن وحدیث سے آنکھ بند کر کے امام کو ماننا ہے، یہ مشرکین کا طریقہ ہے۔ لہٰذا کسی امام کی تقلید کرنا منع ہے''۔ کسی نے کہا: تقلید شرک ہے۔ کسی نے کہا: گمراہی ہے۔

ان کے ان خوش نما جملوں کے پیچھے جو 'مغربی سازش' اور 'خارجی فکر' پوشیدہ تھی اس سے عام لوگ ناواقف تھے۔ نتیجے میں کچھ لوگ ان کے جال میں پھنسنے لگے۔ پھر بھی عام طور پر انہیں وہابی کہے جانے کی وجہ سے مسلمانوں میں ان سے بیزاری اور نفرت رہتی تھی۔ لہٰذا اب وہابی فتنہ نے اپنا چولا بدلا اور ریاست پنجاب پاکستان (غیر منقسم ہندوستان کا حصہ) کے انگریز گورنر کو ایک درخواست دی کہ ہماری جماعت، حکومت (انگریز) کی بہی خواہ ہے لیکن ہمارے نام کے ساتھ سرکاری دستاویز میں ہر جگہ وہابی لکھا جاتا ہے جس سے عام مسلمانوں میں ہماری طرف سے بیزاری پیدا ہوتی ہے لہٰذا ہم درخواست کرتے ہیں کہ تمام سرکاری دستاویز میں ہمارے نام کے ساتھ وہابی نہ لکھا جائے بلکہ ''اہلِ حدیث'' لکھا جائے۔ گورنر پنجاب نے یہ درخواست منظور کر لی اور ان کے نام کے ساتھ اہل حدیث لکھا جانے لگا۔ جب فتنۂ وہابیت نے اپنے نام کے ساتھ ''اہل حدیث'' کا خوش نما لیبل لگا لیا تو رفتہ رفتہ لوگ یہ بھولنے لگے کہ یہ فرقہ درحقیقت حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں وہابی عقائد کی تبلیغ کرنے والا ہے۔ یہاں یہ تاریخی حقیقت بھی ذکر کر دینا ضروری ہے کہ ہندوستان میں وہابی تحریک کا شاید گلا گھونٹ دیا جاتا اگر اسے علمائے دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہم کی تائید وحمایت حاصل نہ ہوتی۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب 'تقویۃ الایمان' جس سے ہندوستانی مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا۔ جس میں سارے مسلمانوں کو کافر لکھا گیا۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کی شان میں گستاخانہ باتیں لکھی گئیں اس کی تعریف کرتے ہوئے مولوی رشید احمد گنگوہی نے یہ لکھا: تقویۃ الایمان بہت اچھی کتاب ہے اور شرک وبدعت کی تردید میں بے مثال ہے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے وہابیوں کی حمایت میں یہ لکھا: محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے۔ ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر جو حد سے بڑھ گئے ہیں ان میں

فساد آگیا ہے اور عقائد سب کے متفق ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۱۱۹)

رفتہ رفتہ وہابی تحریک نے ہندوستان میں ''وہابی فرقہ'' کو جنم دیا جو بعد میں چل کر دو گروپ ''اہلِ حدیث'' (وہابی غیر مقلد) اور دیوبندی (وہابی مقلد) میں تقسیم ہو گیا۔ دیوبندی گروہ عقائد ونظریات میں اہل حدیث (وہابی) کی تائید کرتا ہے۔ (بلکہ علماء دیوبند رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی وغیرہ نے اپنی کتابوں میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخانہ عبارتیں لکھی ہیں) اور تقلید میں اہلِ حدیث سے اختلاف رکھتا ہے۔ اکثر دیوبندی، امام ابوحنیفہ کے مقلد ہونے کے سبب اہل حدیث (غیر مقلدین) کے خلاف تقلید کے ثبوت پر کتابیں بھی لکھتے ہیں۔ لیکن عقائد ونظریات میں میل جول ہونے کی وجہ سے وہابی جماعت میں شریک رہتے ہیں۔ عقائد کے لحاظ سے دیوبندی گروہ کو وہابی کہا جاتا ہے اور تقلید کے مسئلے میں اہلِ حدیث سے اختلاف ہونے کی وجہ سے انہیں اہلِ حدیث (غیر مقلد) نہیں کہا جاتا۔ وہابی فرقہ کی حقیقت تاریخ کے آئینے میں ارباب علم ودانش کی نظر میں عیاں ہے۔ اس کی سیاہ تاریخ سے مسلمان واقف ہونے کی وجہ سے اس سے بیزار رہتے ہیں، اس لئے غیر مقلد وہابی (اہل حدیث) اور مقلد وہابی (دیوبندی) دونوں اپنے آپ کو وہابی کہلانا پسند نہیں کرتے۔

وہابی تحریک کا اصل ہدف محمد بن عبدالوہاب نجدی کے اسلام مخالف عقائد ونظریات کو عام کرنا ہے اور مسلمانوں کو اہل سنت وجماعت سے الگ کر کے وہابی بنانا ہے۔ غیر مقلد وہابی، اہل سنت کے چاروں فقہی اسکول (حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی) کو گمراہ فرقہ کہتے ہیں۔ خصوصاً حنفی ائمہ، فقہاء، علماء اور عوام کو اپنے عناد ودشمنی کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس لئے حنفیوں کے خلاف ان کی سازشیں زوروں پر رہتی ہیں۔ وہ اسکول، کالج کے نوجوان طلبہ کے ہاتھوں میں قرآن اور صحیح بخاری کا انگلش ترجمہ تھما دیتے ہیں۔ انہیں چند قرآنی آیات وبخاری کی کچھ احادیث سورہ نمبر آیت نمبر اور حدیث نمبر کے ساتھ رٹا دیتے ہیں پھر انہیں اس خوش فہمی میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ اب تم خود سے قرآن وحدیث سمجھنے والے ہو گئے۔ قرآن کی وہ آیات جو مشرکین اور بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان آیات کے ترجمے نوجوانوں کو دے کر انہیں یہ سمجھاتے ہیں کہ دیکھو

مشرکین اپنے بتوں کو جس طرح پکارتے ہیں، ان سے مدد مانگتے ہیں سنّی لوگ بھی مزارات پہ جا کر ویسا ہی کرتے ہیں۔ انہیں یہ گمراہ کن اصول سمجھایا جاتا ہے کہ صرف صحیح احادیث مانو، بخاری اور مسلم میں جو ہے اسی کو مانو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا چاہئے۔ بخاری کی کسی حدیث میں نہیں ہے کہ رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔ رفع یدین نہ کرنے کی کوئی حدیث صحیح نہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔ صحیح حدیث کے مقابلے میں کسی امام کی بات کیسے مانی جائے گی؟

اس قسم کی خوش نما گمراہ کن باتوں سے بہت سے نوجوان متاثر ہو جاتے ہیں اور وہابی جال میں پھنس جاتے ہیں۔ وہ پہلے رفع یدین کرنا شروع کرتے ہیں۔ پھر زور سے آمین کہنے لگتے ہیں۔ مزارات پہ حاضری دینے سے باز آجاتے ہیں۔ پھر حاضری دینے والوں کو روکتے ہیں۔ اولیاء کی عظمت دل سے دھیرے دھیرے مٹائی جاتی ہے۔ جب اولیاء کی عظمت دل سے نکل جاتی ہے تو انبیاء کرام کی عظمت پر دست درازی کی جرأت پیدا کی جاتی ہے اور قیامت یہ کہ دل سے یہ احساس بھی نکال دیا جاتا ہے کہ وہ اولیاء یا انبیاء کی شان میں گستاخی وتوہین کے مرتکب ہو رہے ہیں، بلکہ انہیں یہ باور کرادیا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی عظمت اور اس کی توحید کے سچے علم بردار بن رہے ہیں اور شرک وبدعت کا خاتمہ کر رہے ہیں۔

فتنۂ خارجیت کا یہ نیا روپ اتنا خطرناک ہے کہ اس کے دلدل میں پھنس جانے والا انسان گمراہی میں دن بدن دھنستا جاتا ہے پھر بھی اپنے آپ کو اوروں کے مقابل سچا، موحّد اور کامل مومن تصور کرتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے۔

زیرِ نظر کتاب "ترکِ رفع یدین" فتنۂ وہابیت کے جال میں پھنسے ہوئے ان ذہنوں کو آزاد کرنے کی ایک کوشش ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مقلدین اپنی طبیعت سے رفعِ یدین نہیں کرتے اور نبی کریم ﷺ کی سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہمارے سنّی بھائی شافعی وحنبلی جو نماز میں رفع یدین کرتے ہیں، کتاب ہٰذا میں ہمارا

روئے سخن ان کی طرف نہیں۔ ہمارے مخاطب وہ لوگ ہیں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے مقلدین کو رفع یدین نہ کرنے کی بنا پر لعن طعن کرتے ہیں اور انہیں مخالفِ سنّت ومنکرِ صحیح حدیث کہتے ہیں۔

اس مختصر کتاب میں صحیح احادیث وآثارِ صحابہ وتابعین سے ثابت کیا گیا ہے کہ رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت رفعِ یدین نہ کرنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ وتابعین کے عمل سے ثابت ہے۔ یہ خلافِ سنت نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح حدیث کی مخالفت نہیں کی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو رفع یدین نہ کرنے کی حدیث سب سے زیادہ صحیح سند کے ساتھ ملی ہے۔

مولا تعالیٰ سے دعا، ہے کہ یہ کتاب ذہنوں پر پڑے ہوئے گرد وغبار کو صاف کرنے کا ذریعہ بنے اور میرے لیے ثوابِ آخرت کا باعث ہو۔

اخیر میں، میں اپنے تمام محسنین، ومعاونین ومخلصین کا بے حد ممنون ومشکور ہوں جنھوں نے کتابِ ہٰذا کو طباعت واشاعت کے مرحلے تک پہنچانے میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا ہے۔ بالخصوص حضور قائدِ ملت حضرت علامہ سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں آستانہ اشرفیہ کا، جن کی محکم سرپرستی اور خاص عنایت سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا اور ناظمِ اعلیٰ جامع اشرف علامہ قمر احمد اشرفی کا بھی شکر گزار ہوں جو جماعتِ اہل سنت کا سچا درد اپنے سینے میں رکھتے ہیں۔ نیز محبّ گرامی عزیز القدر مولانا محمد قمر عالم اشرفی جامعی کا مشکور ہوں ج کی محنت نے کتاب کی ترتیب وتصحیح کے مرحلے کو میرے لیے آسان کردیا۔ مولا تعالیٰ ان کے علم وعمل واقبال میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین والہ واصحابہ اجمعین.

رضاء الحق اشرفی مصباحی
السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف
جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلّی ونسلّم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت، تیسری رکعت کے لیے اٹھنے پر، سجدے میں جاتے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھانا چاہئے یا نہیں، یہ ایک فروعی مسئلہ ہے۔اس تعلق سے دو طرح کی احادیث کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔ رفع یدین کرنے پر بھی احادیث ہیں اور نہ کرنے پر بھی احادیث ہیں۔امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے ان احادیث پر عمل کیا جن میں رکوع میں جاتے وقت ،رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرنے کا ذکر ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث پر عمل کیا جن میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے۔

سب سے پہلے ہم وہ احادیث کریمہ درج کرتے ہیں جن میں تکبیر تحریمہ کے سوا رکوع کرتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت، سجدے میں جاتے وقت اور سجدے سے اٹھتے وقت پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرنے کی صراحت موجود ہے۔

رفع یدین نہ کرنے پر احادیثِ مبارکہ

پہلی حدیث ـــــ حدیثِ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

پہلی سند:

قال ابو حنيفة حدثنا حماد عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود ان رسول الله ﷺ كان لا يرفع يديه الا عند افتتاح الصلاة ولا يعود لشيء من ذلك

ترجمہ: حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم سے حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ اور اسود سے، ان دونوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ صرف تکبیرِ افتتاح کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ اس کے سوا پوری نماز میں دوبارہ ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

(مسند ابی حنیفہ بشرح العلامہ علی القاری، ص ۹۰، حدیث نمبر ۹۷)

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پہلے راوی﴾

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

نام: نعمان بن ثابت، کنیت: ابوحنیفہ۔ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں۔ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ امام ابوحنیفہ نے جب کوفہ میں شعور کی آنکھیں کھولیں تو اس وقت کوفہ علومِ حدیث وفقہ کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ خود امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے علم حدیث حاصل کرنے کے لیے بے شمار مرتبہ کوفہ کا سفر کیا۔ امام ابوحنیفہ تابعین میں سے تھے۔ (کتاب الثقات لابن حبان) صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شرف ملاقات حاصل کیا ہے۔

(مناقب ابی حنیفہ للذہبی ص ۱۴، المعارف النعمانیہ حیدر آباد، تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۸)

محدث ملا علی قاری [وفات: ۱۰۱۴ھ] نے فرمایا: امام ابوحنیفہ نے آٹھ صحابہ سے ملاقات کی

ہے جن میں حضرت انس، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت سہل بن سعد ہیں۔امام صیمری اور ابو نعیم و دیگر نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جز ر رضی اللہ عنہ کا نام بھی ذکر کیا ہے۔
(مرقاۃ المفاتیح مقدمہ ج ۱ص ۲۹)

﴿امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں جو صحابۂ کرام باحیات تھے﴾

۱۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ [وفات: بصرہ ۹۳ھ]
۲۔حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ وفات: بصرہ ۹۴ھ
۳۔حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ [وفات: مدینہ ۹۱ھ]
۴۔حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ [وفات: مدینہ ۹۲ھ]
۵۔حضرت واثلہ بن اسقع [وفات: شام ۸۶ھ]
۶۔حضرت مقدام بن معدیکرب [وفات: شام ۸۷ھ]
۷۔حضرت ابوامامہ باہلی [وفات: شام ۸۷ھ]
۸۔ابوالطفیل عامر بن واثلہ [وفات: مکہ ۱۰۰ھ یا ۱۱۰ھ]
۹۔حضرت عمرو بن حریث [وفات: کوفہ ۸۷ھ]
۱۰۔حضرت عبداللہ بن اوفی [وفات: کوفہ ۸۵ھ]
۱۱۔حضرت ابواُمامہ انصاری [وفات: ۱۰۰ھ]
۱۲۔حضرت سائب بن خلّاد [وفات: ۹۱ھ]
۱۳۔حضرت ابوالبداح [وفات: ۱۱۷ھ]
۱۴۔حضرت محمود بن ربیع [وفات: ۹۱ھ]
۱۵۔حضرت محمود بن لبید [وفات: ۹۶ھ]
۱۶۔حضرت قبیصہ بن ذویب [وفات: ۸۶ھ]
۱۷۔حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری [وفات: ۸۱ھ]
۱۸۔حضرت عبداللہ بن حارث بن جزر [وفات: ۹۶ھ یا بعد]

۱۹۔ حضرت سائب بن یزید [وفات: ۷۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۴ھ]

(اسد الغابہ، ص ۳۲۲، اصابہ، ۲ص ۱۳)

اور اگر بعض محققین کی تحقیق کے مطابق امام اعظم کی تاریخ [ولادت ۷۰ھ] مانی جائے تو درج ذیل صحابہ کرام کا بھی زمانہ آپ کو نصیب ہوا۔

۲۰۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری [وفات: مدینہ ۷۴ھ]

۲۱۔ حضرت ابوسعید خدری [وفات: مدینہ ۷۴ھ]

۲۲۔ حضرت سلمہ بن اکوع [وفات: مدینہ ۷۴ھ]

۲۳۔ حضرت رافع بن خدیج [وفات: مدینہ ۷۳ھ]

۲۴۔ حضرت جابر بن سمرہ [وفات: کوفہ ۷۴ھ]

۲۵۔ حضرت ابوجحیفہ [وفات: کوفہ ۷۴ھ]

۲۶۔ حضرت زید بن خالد [وفات: کوفہ ۷۸ھ]

۲۷۔ حضرت محمد بن حاطب [وفات: کوفہ/مکہ ۷۴ھ]

۲۸۔ حضرت ابوثعلبہ خشنی [وفات: ۷۵ھ]

۲۹۔ حضرت عبداللہ بن بسر [وفات: ۷۴ھ]

۳۰۔ حضرت سائب بن خباب [وفات: ۷۷ھ] (رضی اللہ عنہم) (ماخوذ: اُسد الغابہ ج ۲ص ۳۱۳)

﴿امام ابوحنیفہ نے درج ذیل مشہور شیوخ سے احادیث سماعت کی ہیں﴾

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (صحابی)

(۲) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ (صحابی)

(۱) حماد بن ابی سلیمان (تابعی)

(۴) عامر بن شراحیل شعبی (تابعی۔ انہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو پایا تھا۔ امام ذہبی نے فرمایا کہ وہ ابوحنیفہ کے اکابر اساتذہ میں تھے۔)

(۵) سلمہ بن کہیل (مشہور محدث تابعی)

(۶) ابو اسحاق سبیعی (اکابر تابعین میں سے تھے۔ اڑتیس صحابہ سے ملاقات کی تھی۔ صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں۔)

(۷) سماک بن حرب (۸۰ صحابہ کرام سے ملاقات کی تھی۔)

(۸) محارث بن دثار (تابعی، حضرت ابن عمر و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع حدیث کیا تھا۔)

(۹) ہشام بن عروہ (مشہور تابعی، کثیر صحابہ سے سماعِ احادیث کیا تھا۔)

(۱۰) سلیمان بن مہران کوفی (مشہور محدث تابعی، اعمش سے مشہور ہیں)

(۱۱) قتادہ (مشہور محدث تابعی تھے)۔

(۱۲) شعبہ: امیر المومنین فی الحدیث مانے جاتے تھے۔

مشہور محدث وناقدِ حدیث استاذِ امام بخاری یحییٰ بن معین سے کسی نے پوچھا: ابو حنیفہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا: میرے نزدیک ان کے کامل ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ شعبہ جیسے محدث نے انہیں احادیث روایت کرنے کی اجازت دی تھی۔

(۱۳) عطا بن ابی رباح [وفات: ۱۱۴ھ یا ۱۱۵ھ] مشہور تابعی محدث، فقیہ، مجتہد تھے۔ ان کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ لوگ عطا کے ہوتے ہوئے مجھ سے فتوی کیوں پوچھتے ہیں؟ حج کے زمانے میں سلطنت کی طرف سے اعلان ہوتا تھا کہ عطا کے ہوتے ہوئے کوئی شخص فتویٰ دینے کا مجاز نہیں۔ امام اوزاعی، زہری، عمرو بن دینار وغیرہم آپ کے حلقۂ درس سے نکل کر علم وفضل کے آفتاب کہلائے۔ امام ابو حنیفہ نے آپ سے علم حدیث وفقہ میں بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ درس میں امام ابو حنیفہ کو اپنے پہلو میں بٹھایا کرتے تھے۔ ذہبی نے انہیں علم کا پہاڑ قرار دیا ہے۔ (الکاشف ترجمہ: ۳۷۹۷، تقریب الثقات ص ۸۵۴ دار المعرفۃ بیروت)

(۱۴) عمرو بن دینار: تابعین میں سے تھے۔ امام ذہبی نے انہیں امام حدیث لکھا، ابن حجر عسقلانی نے ثقہ، ثبت (کامل حافظہ والا) لکھا۔ ۱۲۰ھ میں وفات ہوئی۔

(التقریب ت ۵۶۴۹، الکاشف ت ۴۱۵۲)

(۱۵) ابراہیم نخعی (جلیل القدر تابعی محدث فقیہ تھے۔)

بطور مثال یہ چند محدثین کے اسماء ذکر کئے گئے۔ علماء محققین کی رائے کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ نے چار سو ائمہ تابعین سے سماع حدیث کیا ہے۔

(جامع المسانید خوارزمی ۱/۳۲، عقود الجمان ص ۶۳، الخیرات الحسان ۳۶)

﴿امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے چند خاص مشہور محدث تلامذہ﴾

(۱) عبد اللہ ابن مبارک: امام، محدث، فقیہ، حافظ الحدیث تھے۔ ابن حجر نے فرمایا کہ ایسے عالم تھے جن میں خیر کی ساری فضیلتیں جمع تھیں۔ ثقہ تھے۔

(الثقات ۷/۷، التقریب ت ۳۹۵۴، الکاشف للذہبی ت ۲۹۴۱)

عبد اللہ ابن مبارک فرماتے تھے: اگر اللہ نے ابو حنیفہ کے ذریعہ میری مدد نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں کی طرح ہوتا۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک امام بخاری کے شیخ کے شیخ ہیں۔ یعنی امام بخاری کے دادا استاذ، امام اعظم کے شاگرد ہیں یعنی امام بخاری کہیں ۲ واسطوں سے امام اعظم کے شاگرد ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح سے ہے:

"عن یحییٰ بن معین عن عبد اللہ بن مبارک عن ابی حنیفة"

(۲) یحییٰ بن سعید القطان: مشہور محدث ناقد حدیث، فقیہ تھے۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب میں یحییٰ بن سعید القطان کا یہ قول نقل کیا ہے: "قد اخذنا باکثر اقواله" "میں نے ابو حنیفہ کے اکثر اقوال کو قبول کیا ہے۔ ان کا یہ قول بھی ہے: "جالسنا واللّٰه ابا حنیفة وسمعنا منه وکنت واللّٰه اذا نظرت الیه عرفت فی وجهه انه یتقی اللّٰه عزوجل"

ہم نے ابو حنیفہ کی مجلسوں میں شرکت کی ہے اور ان سے احادیث کا سماع کیا ہے۔ واللہ میں جب بھی ان کے چہرے کو دیکھتا تھا تو مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ شخص اللہ کا تقویٰ دل میں رکھتا ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۵۲)

(۳) وکیع بن الجراح: امام شافعی کے استاذ اور صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں۔ امام بخاری و مسلم وغیرہ کے استاذ کے استاذ ہیں۔ یہ بھی امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد تھے۔ ابن عبد البر نے "الانتقاء" میں لکھا ہے کہ وکیع بن الجراح (امام ابو یوسف و محمد کی طرح) امام

ابوحنیفہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(۴) امام ابو یوسف: محدث، مجتہد، فقیہ، امام اعظم ابوحنیفہ کے خاص شاگردوں میں تھے۔ فقہ کی تدوین وجمع میں آپ کی مجلس کے رکنِ اعظم تھے۔ تبع تابعین میں سے، کامل حفظ واتقان والے تھے۔۱۸۱ھ یا ۱۸۲ھ میں وفات ہوئی۔ (الثقات ابن حبان ۶۴۵/۷)

(۵) امام محمد: محدث، مجتہد، فقیہ، امام اعظم کے خاص شاگرد وفقہ کی تدوین میں اہم رکن کی حیثیت رکھتے تھے۔

(۶) امام زفر: محدث، مجتہد، فقیہ، امام اعظم کے خاص شاگردوں میں، تبع تابعین میں سے تھے، حافظ متقن قلیل الخطا تھے۔ (الثقات ۳۳۹/۶)

(۷) حسن بن زیاد: محدث، مجتہد، فقیہ، امام اعظم کے خاص شاگردوں میں، تبع تابعین میں سے تھے۔ ابن جریج سے روایت احادیث کیا کرتے تھے۔ (کتاب الثقات ابن حبان ۱۶۸/۸) آپ کا قول ہے کہ ہم نے ابن جریج سے بارہ ہزار احادیث ایسی لکھی ہیں جن کی فقہاء کو ضرورت ہے۔

(۸) مسعر بن کدام ابوسلمہ: امام ذہبی نے فرمایا ہے کہ وہ عبادت گزار اور خشوع وخضوع والے بندوں میں سے تھے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: ثقہ، ثبت (قابلِ اعتماد مضبوط حافظہ والے) فاضل تھے۔ (الکاشف ت ۵۳۹۵، التقریب ۷۳۴۳) صحاح ستہ میں آپ کی روایات ہیں ۱۵۳ھ میں وفات ہوئی۔

(۹) مکی بن ابراہیم، ولادت ۱۲۶ھ، وفات ۲۱۵ھ: امام بخاری کی ثلاثیات کے استاذ ہیں۔ آپ بھی امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے۔ امام ذہبی نے ان کے ترجمے میں تحریر فرمایا: "حدث عن جعفر الصادق وابی حنیفة وعنه البخاری واحمد" (تذکرۃ الحفاظ ۳۶۵/۱) مکی بن ابراہیم نے جعفر صادق اور ابوحنیفہ سے حدیث لی ہے اور ان سے امام بخاری وامام احمد نے لی ہے۔ معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ امام بخاری کے دادا استاذ بھی ہیں۔

(۱۰) قاسم بن معن: امام اعظم کے ان شاگردوں میں سے تھے جنہیں امام اعظم "انتم

مسار قلبی و جلاء حزنی "(تم سب میرے دل کے سرور اور میرے غم کا مداوا ہو)
کہا کرتے تھے۔امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: فاضل تھے۔امام ذہبی نے فرمایا:" وثقہ
احمد وقیل کان کالشعبی فی زمانہ "(امام احمد نے انہیں ثقہ کہا اور کہا گیا ہے کہ وہ
اپنے زمانے میں عامر شعبی کی طرح تھے۔) (التقریب ت ۶۱۷۵، الکاشف ت ۴۵۳۳)

﴿امام ابو حنیفہ ناقدینِ حدیث کی نظر میں﴾

- امام بخاری و مسلم کے استاذ یحییٰ بن معین نے فرمایا:

امامِ حدیث ابو حنیفہ ثقہ تھے (تہذیب التہذیب ج ۱ص ۵۰) ابو حنیفہ میں جرح و تعدیل کی رو
سے کوئی عیب نہیں، ان پر کبھی برائی کی تہمت نہیں رکھی گئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۵۲)

- امام ابوداؤد صاحبِ سنن نے فرمایا: "ابو حنیفہ امامِ شریعت تھے۔" (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ص ۱۵۲)
- امام علی بن مدینی نے فرمایا:

"ابو حنیفہ سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن عوام، جعفر بن
عون نے حدیثیں لی ہیں۔ان میں کوئی عیب نہیں۔" (الخیرات الحسان فصل ۴۸، ص ۱۳)

- امام سفیان ثوری نے فرمایا:

"ابو حنیفہ حدیث وفقہ دونوں میں ثقہ اور صدوق (سچے) ہیں۔" (الخیرات الحسان ۱۳)

- یحییٰ بن معین نے فرمایا:

"ابو حنیفہ ثقہ ہیں، میں نے نہیں سنا کہ کسی نے ان کو ضعیف کہا ہو۔" (بنایہ ج ۱ص ۷۹)

مذکورہ بالا شواہد سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ تابعی، حدیث وفقہ کے اماموں کے امام
تھے۔صحاح ستہ کے مصنفین امام بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے بالواسطہ
استاذ ہیں۔آپ کی ثقاہت، تقویٰ، عدل، حفظ و اتقان پر آپ کے حاسدین یا غلط فہمی کے شکار
لوگوں کے علاوہ کسی نے انگلی نہیں اٹھائی۔امام ابو حنیفہ اپنے زمانے کے امام المحدثین بھی تھے
اور امام الفقہاء بھی۔آپ کے ذکر کردہ مسائل اور مرویات کو آپ کے شاگرد امام ابو یوسف

وامام محمد نے جمع کیا ہے۔امام محمد کی کتاب ''الآثار'' جودر حقیقت امام ابوحنیفہ کی مرویات ہیں وہ چالیس ہزار احادیث سے منتخب کر کے لکھی گئی ہے۔

(مناقب الامام ابی حنیفہ للعلامہ الموفق المکی ج ا ص ۹۵، حیدر آباد دکن ۱۳۲۱ھ)

ناقدین حدیث امام ذہبی، یحییٰ بن معین، سفیان ثوری، ابن المبارک وغیرہم کا متفقہ فیصلہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی روایت میں ثقہ وقابل اعتماد تھے۔ وہ حافظ الحدیث تھے اور حفاظِ حدیث وثقاتِ حدیث سے ہی روایات لیتے تھے۔امام اعظم نے خود فرمایا تھا کہ جب صحیح حدیث مجھے مل جاتی ہے تو میں اسے اپنا مذہب بناتا ہوں۔

﴿حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوسرے راوی﴾

حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ [وفات: ۱۲۰ھ]

کنیت ابواسماعیل ہے۔اپنے دور میں عراق میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔ ولاء کے لحاظ سے اشعری اور کوفی کہلاتے تھے۔ (کتاب الثقات لابن حبان ۴/۱۵۹)

صحابۂ کرام میں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی سے علم فقہ اور درج ذیل تابعین سے علم حدیث حاصل کیا ہے۔

(۱) امام ابووائل (۲) امام زید بن وہب (۳) امام سعید بن مسیّب (۴) امام سعید بن جبیر (۵) امام عامر شعبی (۶) امام عکرمہ (۷) امام حسن بن یسار بصری (۸) امام عبداللہ بن یزید (۹) امام عبدالرحمٰن بن سعد مولی آل عمر رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۲۳۱)

امام حماد نے ابراہیم نخعی سے علم فقہ حاصل کیا۔امام نخعی کے شاگردوں میں آپ سب سے زیادہ ذہین، سب سے بڑے فقیہ، سب سے بہتر قیاس والے اور مناظرہ و بحث میں سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے اور سب سے بڑے اہل رائے (فقیہ) تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۲۳۱)

امام ابوحنیفہ نے آپ کی شاگردی میں اٹھارہ سال گزارے ہیں۔امام ابوحنیفہ اپنے استاذ امام حماد کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

"قدمت البصرة فظننت انی لا اسال عن شئ الا اجبت عنه فسالونی عن اشیاء لم یکن عندی منها جواب فجعلت علی نفسی ان لا افارق حمادا حتی یموت فصحبته ثمانی عشرة سنة"

ترجمہ: میں بصرہ پہنچا، مجھے اندازہ ہوا کہ مجھ سے جو مسئلہ بھی پوچھا جائے گا میں اس کا جواب دے دوں گا۔ لوگوں نے مجھ سے کچھ ایسے مسائل پوچھے جن کا جواب میرے پاس نہیں تھا تو اسی وقت میں نے دل میں ٹھان لیا کہ حماد سے ان کی حیات میں جدا نہ ہوں گا۔ چنانچہ میں نے اٹھارہ سال ان کی شاگردی میں گزارے۔ (معرفۃ الثقات للعجلی ج۱ ص۳۲۶)

﴿امام حماد تابعین ومحدثین کی نظر میں﴾

● امام شعبہ [وفات:۱۶۰ھ] نے فرمایا:

"حماد احب الی من مغیرۃ" حماد میرے نزدیک مغیرہ سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ (مسند ابن جعد ۱/۶۶، سیر اعلام النبلاء ۵/۲۳۳)

● ابراہیم نخعی [وفات:۹۶ھ] نے کہا:

عبدالملک بن ایاس الشیبانی نے ابراہیم نخعی سے پوچھا: "من نسال بعد؟" ہم آپ کے بعد کس سے مسائل پوچھیں تو ابراہیم نخعی نے جواب دیا: "حمادا" حماد سے مسائل پوچھنا۔ (مسند ابن جعد ج۱ ص۶۵)

● امام معمر [وفات:۱۵۴ھ] نے کہا:

"لم ار من هولاء افقه من الزهری و حماد و قتادة" میں نے ان (محدثین وفقہاء) میں سے زہری، حماد اور قتادہ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ (مسند ابن جعد ۱/۶۶)

● امام حکم [وفات:۱۱۵ھ] نے فرمایا:

"من فیهم مثل حماد یعنی اهل الکوفة" لوگوں میں یعنی فقہاء اہل کوفہ میں حماد کی طرح کون ہیں؟ (الجرح والتعدیل ۳/۱۴۶)

● امام ذہبی نے کہا:

"ثقة، امام ،مجتهد، کریم،جواد "حماد قابل اعتماد، امام، مجتہد، باکرامت، سخی تھے۔

(الکاشف ترجمہ ۱۲۲۱)

● امام بخاری و اصحابِ صحاح ستہ کی نظر میں:

امام بخاری نے اپنی کتاب "الادب المفرد "میں، امام مسلم نے مسلم شریف میں اور امام ترمذی نے ترمذی شریف میں، ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور نسائی وابن ماجہ نے بھی امام حماد سے روایات لی ہیں۔ جلیل القدر تابعین ومحدثین وناقدین کے مطابق امام حماد بڑے حافظِ حدیث، فقیہ، ثقہ، مجتہد تھے اور صحاحِ ستہ کے اماموں کے اساتذہ میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ لہٰذا حدیثِ ابن مسعود ﷛ کے دوسرے راوی کے قابل اعتبار، مضبوط وقابل قبول ہونے میں کوئی شک نہیں۔

﴿حدیث ابن مسعود ﷛ کے تیسرے راوی﴾

ابراہیم بن یزید بن عمرو نخعی [وفات: ۹۵ھ یا ۹۶ھ]

● امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:

"ثقة الا انه يرسل كثيرا "ابراہیم نخعی ثقہ تھے مگر بہت زیادہ ارسال کرنے والے تھے۔

(التقریب، ترجمہ، ۳۰۱)

● امام ذہبی نے فرمایا:

"الفقيه و كان عجبا فی الورع والخير متوقيا للشر رأسافی العلم"

ابراہیم نخعی فقیہ تھے، نیکی وتقویٰ میں ان کا عجیب حال تھا۔ برائی سے بہت بچتے تھے اور علم کے سردار تھے۔ (الکاشف، ترجمہ ۲۲۱)

● امام اعمش نے فرمایا:

"كان صيرفيا فی الحديث "ابراہیم نخعی حدیث کے صرّاف (خوب جانچ پرکھ

رکھنے والے) تھے۔

(طبقات الحفاظ، الطبقۃ الثالثۃ الوسطیٰ من التابعین، الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للقزوینی:۶۵۵/۲)

اسماعیل بن ابی خالد نے فرمایا:

''کان الشعبی وابراهیم وابو الضحیٰ مجتمعین فی المسجد یتذاکرون الحدیث فاذا جاء هم شئ لیس عندهم فیه روایة رموه بابصارهم''

(طبقات الحفاظ للسیوطی ۴/۱)

ترجمہ: امام شعبی، ابراہیم اور ابوالضحیٰ مسجد میں بیٹھ کر احادیث کا مذاکرہ کرتے تھے۔ ان کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو وہ ابراہیم نخعی کی جانب آنکھ سے اشارہ کرتے تھے۔ (کہ ان کے پاس کوئی حدیث ضرور ہوگی)

● امام شعبی نے فرمایا:

''ماترک بعده اعلم منه لا الحسن ولا ابن سیرین ولا من اهل الکوفة ولا البصرة ولا الحجاز ولا الشام''

ترجمہ: ابراہیم نخعی نے اپنے سے زیادہ صاحب علم اپنے بعد کسی کو نہ چھوڑا نہ حسن نہ ابن سیرین نہ کوئی اہل کوفہ نہ اہل بصرہ نہ اہل حجاز اور نہ ہی اہل شام میں سے۔ (طبقات الحفاظ ۴/۱)

● امام ابوزرعہ نے فرمایا:

''ابراهیم النخعی علم من اعلام اهل الاسلام وفقیه من فقهاء هم''

ترجمہ: ابراہیم نخعی مسلمانوں کے علماء میں ایک عظیم علم کا پہاڑ اور ان کے فقہاء میں سے ایک عظیم فقیہ تھے۔

(کتاب الجرح لابی حاتم الرازی طبع اول دائرۃ المعارف النعمانیہ، حیدرآباد دکن ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء)

● امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

''کان ابراهیم ذکیا حافظا صاحب سنة'' ابراہیم نخعی ذکی، حافظ، صاحب سنت تھے۔ (تاریخ الاسلام؛ ذہبی ج ۲ ص ۱۰۵۲)

حدیث ابن مسعودؓ کے چوتھے راوی

امام علقمہ بن قیس کوفی [وفات:۶۲ھ]

● امام ابن حبان نے تحریر فرمایا:

"من التابعين كان راهب اهل الكوفة عبادة وعلما وفضلا وفقها وكان من اشبههم بعبد اللّٰه بن مسعود هد يا ودلا وهوعم الاسود بن يزيد وخال ابراهيم النخعي مات سنة ثنتين وستين"

ترجمہ: علقمہ بن قیس تابعی۔ عبادت، علم وفضل وفقہ میں اہل کوفہ کے سردار اور عبداللہ بن مسعودؓ کی طرح حسنِ سیرت والے تھے۔ وہ اسود بن یزید کے چچا اور ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں، ۶۲ھ میں وفات ہوئی۔ (الثقات ۵/۲۰۸)

● امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:

"ثقة ثبت فقيه عابد" علقمہ قابل اعتماد کامل حافظہ والے، فقیہ، عابد تھے۔

(التقریب ترجمہ: ۵۲۶۰)

● امام ذہبی نے فرمایا:

"الفقيه، قال ابومعمر قوموا بنا الى اشبه الناس بعبد الله هد يا ودلا وسمتا فقمنا الى علقمة" (الکاشف ترجمہ: ۳۸۷۳)

ترجمہ: علقمہ فقیہ تھے، ابومعمر نے کہا کہ ہمیں اس آدمی کے پاس لے چلو جو عادت واطوار اور حسن سیرت میں لوگوں میں عبداللہ بن مسعود کے سب سے زیادہ مشابہ ہے تو ہم علقمہ کے پاس جاتے تھے۔

اسود بن یزید بن قیس، وفات: ۷۴ھ یا ۷۵ھ

امام علقمہ بن قیس کے بھتیجے تھے۔

● امام ابن حبان نے لکھا:

"من التابعين كان صواما وقواما فقيها زاهدا مات سنة خمس وسبعين

وقیل سنة اربع و سبعین" (الثقات ۴/۳۱)

ترجمہ: اسود بن یزید تابعی تھے۔ کثرت سے روزے رکھنے والے، عبادت میں شب بیداری کرنے والے، فقیہ زاہد تھے۔ ۷۴ھ یا ۷۵ھ میں وفات ہوئی۔

● امام ذہبی نے فرمایا:

"له ثمانون حجة وعمرة و كان يصوم حتى يخضر و يختم فى ليلتين"

ترجمہ: اسود بن یزید نے (۸۰) حج وعمرہ کیے تھے۔ اتنے زیادہ روزے رکھتے تھے کہ نقاہت کی وجہ سے ان کے جسم کا رنگ سبز ہو گیا تھا۔ دو رات میں ایک ختم قرآن پڑھتے تھے۔ (الکاشف ترجمہ:۴۲۷)

﴿حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، وفات: ۳۲ھ﴾

● علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:

"من السابقين الاولين و من كبار العلماء من الصحابة، مناقبه جمة"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لانے والے صحابہ میں سے تھے اور صحابہ کرام میں بڑے علماء میں سے تھے۔ آپ کے مناقب بہت ہیں۔ (التقریب ترجمہ:۴۰۰۱)

● امام ذہبی نے فرمایا:

"من السابقين الاولين"

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پہلے پہل اسلام لانے والے صحابہ کرام میں سے تھے۔

(الکاشف ترجمہ:۲۹۷۹)

● محدث ملا علی قاری نے تحریر فرمایا:

"انه افقه الصحابة بعد الخلفاء الاربعة رضوان الله تعالىٰ عليهم اجمعين"

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ خلفاء اربعہ کے بعد تمام صحابہ سے زیادہ قرآن وحدیث کو سمجھنے والے تھے۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۷۴ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

سندِ حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند کے تمام راوی اعلیٰ درجے کے ثقہ حافظ الحدیث ہیں۔

حکمِ حدیث: یہ حدیث اعلیٰ درجے کی صحیح ہے۔

نتیجہ:

معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ سے رفع یدین کا عمل دائمی طور پر منقول نہیں بلکہ آپ نے رفع یدین ترک فرمادیا تھا۔

﴿حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دوسری سند﴾

امام بخاری کے استاذ محدث ابن ابی شیبہ نے فرمایا:

"حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمۃ عن عبد اللّٰہ قال: الااریکم صلاۃ رسول اللّٰہ ﷺ، فلم یرفع یدہ الا مرۃ"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے انہوں نے سفیان سے انہوں نے عاصم بن کلیب سے انہوں نے عبدالرحمٰن ابن الاسود سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ الخ

تخریج حدیث:

مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۳، حدیث نمبر ۲۴۴۱۔ تحقیق کمال یوسف الحوت مکتبۃ الرشید الریاض، ۱۴۰۹ھ۔

سنن ابوداؤد، ۱/۱۹۹۔ تحقیق محی الدین عبدالحمید، مکتبہ عصریہ بیروت، حدیث نمبر ۷۴۸۔

سنن النسائی ۲/۱۸۲، حدیث ۱۰۲۶۔۱۰۵۸، تحقیق عبدالفتاح ابوغدہ ۱۴۰۶ھ۔

مصنف عبدالرزاق ۲/۷۱، حدیث ۲۵۳۳۔ تحقیق حبیب الرحمٰن اعظمی المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۳ھ۔

مسند احمد ۶/۲۰۳، حدیث ۳۶۸۱، ۷/۲۶۰۔ حدیث ۴۲۱۱۔

سنن کبریٰ بیہقی ۲/۱۱۲، حدیث ۲۵۳۱

﴿اہلِ حدیث کا اعتراض﴾

غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

"یہ حدیث علت قادحہ کے ساتھ معلول ہے۔ اور سندا و متنا دونوں طرح سے ضعیف ہے۔" (نور العینین ص ۱۳۰)

﴿اعتراض کا جواب﴾

یہ حدیث سندا و متنا ضعیف ہے، یہ محض دعویٰ ہے جس پر کوئی مضبوط دلیل نہیں۔ اگر کوئی مضبوط دلیل ہوتی تو زبیر علی زئی صاحب اس کو ضرور ذکر کرتے۔ محض کسی حدیث کو ضعیف کہہ دینے سے وہ ضعیف نہیں ہوگی جب تک کہ وجہِ ضعف کو مدلل ذکر نہ کیا جائے۔

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تیسری سند﴾

"حدثنا وكيع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراهيم عن عبد الله كان يرفع يديه فی اول ما يستفتح ثم لا يرفعهما"

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں ہاتھوں کو صرف تکبیر افتتاح کے وقت اٹھاتے تھے پھر کہیں نہیں اٹھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۳)

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی چوتھی سند﴾

امام ابوداؤد نے فرمایا:

"حدثنا عثمان بن ابی شيبة حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم يعنی بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال، قال عبد الله بن مسعود الا اصلی بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فصلی فلم يرفع يديه الا مرة"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی عثمان بن ابی شیبہ نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے، وہ سفیان سے وہ عاصم بن کلیب سے وہ عبد الرحمٰن بن اسود سے وہ علقمہ سے،

انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ بتاؤں پھر انہوں نے نماز پڑھ کر بتائی تو صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا (تکبیر تحریمہ کے وقت) (سنن ابوداؤد جلد ۱/ ۱۹۹ حدیث نمبر ۷۴۸)

﴿شیخ البانی کے نزدیک رفع یدین نہ کرنے کی حدیث صحیح ہے﴾

غیر مقلد عالم شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح لکھا ہے۔

ابوداؤد نے یہ لکھا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث صحیح نہیں۔ یہ ان کے نزدیک ہے لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ صحیح ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پانچویں سند﴾

امام ترمذی نے فرمایا:

”حدثنا هناد وقال حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود الا اصلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه الا فى اول مرة“

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ بتاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھ کر بتایا تو صرف پہلی مرتبہ دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔

حدیث ابن مسعود کے بارے میں امام ترمذی کا موقف:

امام ترمذی نے فرمایا:

”حديث ابن مسعود حديث حسن وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان الثورى واهل الكوفة“

ترجمہ: حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ حدیث حسن ہے۔ یہی (رفع یدین نہ کرنا) بہت سے اہل علم صحابہ، تابعین اور سفیان ثوری واہل کوفہ کا مذہب ہے۔ (سنن الترمذی)

﴿حدیثِ ابن مسعودؓ کی چھٹی سند﴾

امام نسائی نے فرمایا:

"اخبرنا سوید بن نصر قال انبأنا عبد اللّٰہ بن المبارك عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللّٰہ قال: الا اخبرکم بصلاۃ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی سوید بن نصر نے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی عبداللہ بن مبارک نے انہوں نے سفیان ثوری سے انہوں نے عاصم بن کلیب سے انہوں نے عبد الرحمٰن ابن الاسود سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے، انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتاؤں؟ پھر وہ کھڑے ہوئے، دونوں ہاتھوں کو پہلی بار اٹھائے پھر دوبارہ نہیں اٹھائے۔

(السنن الصغریٰ للنسائی جلد۲ صفحہ ۱۸۲ حدیث ۱۰۲۶ تحقیق عبد الفتاح ابوغدہ)

غیر مقلد عالم شیخ البانی نے اس کو حاشیہ نسائی میں صحیح لکھا ہے۔

﴿حدیثِ ابن مسعودؓ کی ساتویں سند﴾

امام نسائی نے فرمایا:

"اخبرنا محمود بن غیلان المروزی قال حدثنا وکیع قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللّٰہ انہ قال: الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ"

ترجمہ: ہم سے محمود بن غیلان المروزی نے حدیث بیان کی۔ انہوں کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے۔ انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سفیان نے۔ وہ عاصم بن کلیب سے، وہ عبدالرحمٰن بن اسود سے وہ علقمہ سے وہ عبداللہ بن مسعود سے، انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ بتاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی تو صرف ایک

بار (تکبیر تحریمہ میں) ہاتھوں کو اٹھایا۔ (السنن الصغریٰ للنسائی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ حدیث ۱۰۵۸)
اہل حدیث عالم شیخ البانی نے اس سند کو بھی صحیح لکھا ہے۔

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی آٹھویں سند﴾

امام بخاری کے استاذ محدث عبدالرزاق نے فرمایا:

"عن الثوری عن حصین عن ابراهیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شئ ثم لا یرفع بعد"

ترجمہ: سفیان ثوری سے مروی ہے انہوں نے حصین سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ وہ صرف نماز کے شروع میں (تکبیر تحریمہ میں) دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۲ ص ۷۱ حدیث ۲۵۳۳ تحقیق حبیب الرحمٰن الاعظمی ناشر المکتب الاسلامی بیروت طبع ثانی ۱۴۰۲ھ)

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نویں سند﴾

"عن عبد الرزاق عن بن عيينة عن حصين عن ابراهيم عن بن مسعود مثله"

ترجمہ: عبدالرزاق سے انہوں نے ابن عیینہ سے انہوں نے حصین سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ میں) رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ دونوں سند کے راوی ثقہ معتبر ہیں۔

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دسویں سند﴾

امام بخاری کے استاذ ابو بکر بن ابی شیبہ نے فرمایا:

"حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن بن مسعود قال: الا اصلی بکم صلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم یرفع یدیه الا مرة واحدة"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے، وہ سفیان سے، وہ عاصم سے، وہ عبدالرحمٰن بن اسود سے، وہ علقمہ سے، وہ ابن مسعود سے۔ انہوں نے فرمایا: کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے (پوری نماز میں) صرف ایک بار دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۳۹۱ حدیث ۲۴۴۳، تحقیق عادل بن یوسف العزازی، احمد بن فرید المزیدی ناشر دار الوطن الریاض طبع اول ۱۹۹۷ء)

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی گیارہویں سند﴾

ابن ابی شیبہ نے فرمایا:

"حدثنا وكيع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراهيم عن عبد الله انه كان يرفع يديه فی اول ما يستفتح ثم لا يرفعهما"

ترجمہ: ہم سے وکیع نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے مسعر سے، انہوں نے ابو معشر سے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے عبداللہ ابن مسعود سے، کہ عبداللہ ابن مسعود نماز کے شروع میں دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

(مصنف بن ابی شیبہ جلد ۱، ص ۲۱۳ (تحقیق کمال یوسف الحوت، ناشر مکتبہ الرشد الریاض طبع اول ۱۴۰۹ھ)

اس سند کے سارے راوی ثقہ حافظ و متقن ہیں۔

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بارہویں سند﴾

امام احمد ابن حنبل نے فرمایا:

"حدثنا وكيع حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال: قال ابن مسعود الا اصلی بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع يديه الا مرة"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے۔ انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سفیان نے۔ وہ عاصم بن کلیب سے، وہ عبدالرحمٰن ابن الاسود سے، وہ علقمہ سے، انہوں نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟

پھرانہوں نے نماز پڑھی تو دونوں ہاتھوں کو صرف ایک بار اٹھایا۔
اس سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔
(مسند احمد تخریج شدہ جلد ۶ ص ۲۰۳ حدیث ۳۶۸۱، تحقیق شعیب ارنؤوط، عادل مرشد وغیرہم)

﴿حدیثِ ابن مسعودؓ کی تیرہویں سند﴾

امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

"حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال: قال عبد الله اصلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فرفع يديه في اول"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے۔ انہوں نے سفیان سے، انہوں نے عاصم بن کلیب سے، انہوں نے عبدالرحمٰن ابن الاسود سے، انہوں نے علقمہ سے۔ انہوں نے کہا کہ عبد اللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاتا ہوں۔ پھرانہوں نے پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ میں) دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔

(مسند احمد جلد ۷ ص ۲۶۰ حدیث ۴۲۱۱)

﴿حدیثِ ابن مسعودؓ کی چودہویں سند﴾

امام نسائی نے فرمایا:

"اخبرنا محمود بن غيلان المروزى قال حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد الله قال الا اصلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلّى فلم يرفع يديه الا مرة"

ترجمہ: ہمیں خبر دی محمود بن غیلان المروزی نے۔ انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی سفیان نے۔ وہ عاصم بن کلیب سے، وہ عبدالرحمٰن ابن الاسود سے، وہ علقمہ سے، وہ عبد اللہ سے، انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھرانہوں

نے نماز پڑھی تو صرف ایک بار ہاتھوں کو اٹھایا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۳۳۲ حدیث ۶۴۹، تحقیق حسن عبداللہ المنعم شلبی)

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پندرہویں سند﴾

امام نسائی نے فرمایا:

"اخبرنا سوید بن نصرقال اخبرنا عبد اللہ بن المبارك عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللہ قال الا اخبرکم بصلاة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: فقام فرفع یدیه اول مرة ثم لم یعد"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی سوید بن نصر نے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی عبداللہ بن مبارک نے وہ سفیان سے وہ عاصم بن کلیب سے وہ عبدالرحمٰن ابن الاسود سے وہ علقمہ سے وہ عبداللہ سے، انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کی خبر نہ دوں؟ پھر وہ کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو صرف پہلی بار اٹھائے۔ پھر دوبارہ نہیں اٹھائے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۳۱ حدیث ۱۱۰۰)

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سولہویں سند﴾

حافظ الحدیث ابو یعلی الموصلی [وفات: ۳۰۷ھ] نے فرمایا:

"حدثنا اسحق بن ابی اسرائیل حدثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراھیم عن علقمة عن عبد اللہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وابی بکر وعمر فلم یرفعوا ایدیھم الا عند افتتاح الصلاۃ"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی اسحٰق بن ابی اسرائیل نے۔ انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی محمد بن جابر نے۔ انہوں نے حماد سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے، انہوں نے عبداللہ سے، انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کیا۔

(مسند ابی یعلی الموصلی جلد ۸ صفحہ ۴۵۳ حدیث ۵۰۳۹ تحقیق حسین سلیم اسد)

﴿اہلِ حدیث کا اعتراض﴾

اس سند کا راوی محمد بن جابر مجروح ہے لہٰذا یہ سند مقبول نہیں۔

﴿اعتراض کا جواب﴾

سند مذکور میں محمد بن جابر صدوق ثقہ ہیں۔

● ذہبی نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے لکھا:

"ھو احب الیّ من ابن لھیعۃ" وہ میرے نزدیک ابن لہیعہ سے زیاد محبوب ہیں۔

(الکاشف ۲۔۱۶۱)

● ابن ابی حاتم نے مزید کہا کہ:

"ان کی وہ متفرد روایت جس میں ان کے وقوعِ اختلاط پر دلیل موجود ہو وہ نا مقبول ہے۔انہوں نے یہ بھی کہا:"اما اصولہ فھی صحاح" ان کی اصول مرویات صحیح ہیں۔"

(الجرح والتعدیل ۷/۲۱۹)

● ابن عدی نے کہا:

"ان سے ایوب، عون وغیرہ اکابر محدثین نے روایات لی ہیں۔ اگر وہ اس لائق نہ ہوتے تو یہ اکابران سے احادیث کیوں لیتے؟ ہاں کچھ احادیث میں ان کی مخالفت کی ہے۔ان پر بعض لوگوں کا کلام ہونے کے باوجود ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔"

(الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات لابن الکیال ۱/۴۹۵)

● امام ذہبی نے لکھا کہ:

"وہ ابن لہیعہ کی طرح حجت نہیں، ان کی کچھ روایات منکر ہیں" یعنی متابعات وشواہد سے ان کی روایت درجۂ حسن کی ہے۔" (سیر اعلام النبلاء ، ۸/۲۳۸)

● ابوالولید الطیالسی نے کہا:

"ہم محمد بن جابر سے حدیث لینے کو منع کر کے ان پر ظلم کرتے ہیں۔" (الجرح والتعدیل ۷/۲۲۰)

محمد بن جابر کوفی کے صدوق، ثقہ اور عادل ہونے میں کلام نہیں البتہ ان کی کتابوں کے مدفون ہونے کے بعد وہ حافظہ پر اعتماد کر کے روایت کرتے تھے۔اس لیے اختلاط واقع ہوتا تھا۔لہٰذا ان کی وہی متفرد روایت نامقبول ہے جو اختلاط کے بعد کی ہو۔اس پہ کوئی دلیل نہیں کہ حدیثِ مذکور بعد اختلاط کی ہے۔نیز حماد سے حدیثِ مذکور کو روایت کرنے میں محمد بن جابر تنہا نہیں بلکہ اس کو حماد عن ابراہیم کی سند سے متعدد راویوں نے روایت کیا ہے اگرچہ بعض مرسل موقوف ہیں لیکن حدیث موقوف میں غیر قیاسی قول یا فعل ہو تو وہ حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہے۔علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دوسری روایات مرفوعہ صحیحہ اس کی تائید کرتی ہیں لہٰذا سند مذکور کے ساتھ حدیث مذکور کو نامقبول نہیں کہہ سکتے بلکہ درجہ حسن کو پہنچی ہوئی ہے۔

امام اعظم کی سند سے یہ حدیث صحیح ہے۔امام اعظم کی سند میں محمد بن جابر نہیں۔آپ نے اس کو حماد سے روایت کیا ہے۔

(مسند ابوحنیفہ بشرح القاری ص ۹۰، ح ۹۷، مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحارثی حدیث: ۳۹۴)

حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سترہویں سند

امام بیہقی نے فرمایا:

"ابو علی الرودباری قال: حدثنا ابو بکر بن داسة قال حدثنا ابو داؤ د قال حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال: حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال: قال عبد اللہ ابن مسعود الا اصلی لکم صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی ولم یرفع یدیہ الامرة"

ترجمہ: ابوعلی الرودباری نے کہا، ہم سے حدیث بیان کی ابوبکر بن داسہ نے۔انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابوداؤد نے۔انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عثمان بن ابی شیبہ نے۔انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے۔انہوں نے سفیان سے، انہوں نے عاصم بن کلیب سے، انہوں نے عبدالرحمٰن ابن الاسود سے، انہوں نے علقمہ سے۔انہوں نے کہا: عبداللہ بن مسعود نے کہا: کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟

پھر انہوں نے نماز پڑھی اور دونوں ہاتھوں کو صرف ایک بار اٹھایا۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۲ حدیث ۳۲۸، تحقیق عبدالمعطی)

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اٹھارہویں سند﴾

امام طحاوی نے فرمایا:

"حدثنا محمد بن النعمان السقطی حدثنا یحییٰ بن یحییٰ النیسا بوری حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللہ عن النبی ﷺ انه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی محمد بن نعمان اسقطی نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰ بن یحییٰ نیساپوری نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے وہ سفیان سے وہ عاصم بن کلیب سے وہ عبدالرحمٰن ابن الاسود سے وہ علقمہ سے وہ عبداللہ بن مسعود سے وہ نبی ﷺ سے، کہ آپ پہلی تکبیر میں دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

(شرح مشکل الآثار للطحاوی جلد ۱۰ صفحہ ۳۵ حدیث ۵۸۲۶، تحقیق شعیب الارنؤوط)

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی انیسویں سند﴾

امام طبرانی نے فرمایا:

"حدثنا اسحاق بن ابراهیم عن عبد الرزاق عن حصین عن ابراهیم ان ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شیئ ثم لا یرفع بعد"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی اسحاق ابن ابراہیم نے، انہوں نے عبدالرزاق سے، انہوں نے حصین سے، انہوں نے ابراہیم سے کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ابتداء نماز میں دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۹ صفحہ ۲۶۱ حدیث ۹۲۹۸، تحقیق احمد بن عبدالمجید السلفی)

اس سند کے تمام راوی ثقہ صدوق ہیں۔امام طبرانی نے اس کی دو سندیں اور ذکر کی ہیں۔وہ یہ ہیں۔

﴿حدیثِ ابن مسعودؓ کی بیسویں سند﴾

امام طبرانی نے فرمایا:

”حدثنا محمد بن عبد اللّٰہ الحضرمی ثنا احمد بن یوسف ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراھیم قال: کان عبد اللّٰہ لا یرفع یدیه فی شئ من الصلاۃ الا فی التکبیرۃ الاولی“

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی محمد ابن عبداللہ الحضرمی نے۔انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی احمد بن یوسف نے۔انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابوالاحوص نے۔وہ حصین سے، وہ ابراہیم سے، انہوں نے کہا: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا کسی اور جگہ پہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد۹ص۲۶۱ حدیث نمبر۹۲۹۹)

﴿حدیثِ ابن مسعودؓ کی اکیسویں سند﴾

امام طبرانی نے فرمایا:

”حدثنا علی بن عبد العزیز ثنا حجاج بن المنھال عن حماد بن سلمۃ عن حماد عن ابراھیم عن عبد اللّٰہ بن مسعود انه کان اذا دخل فی الصلاۃ رفع یدیه ثم لا یرفع بعد ذلك“

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی علی بن عبدالعزیز نے، انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حجاج بن المنہال نے، وہ حماد بن سلمہ سے، وہ حماد سے، وہ ابراہیم سے، وہ

عبداللہ بن مسعود سے کہ وہ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔(المعجم الکبیر:۲۶۱/۹)

﴿اہلِ حدیث کا اعتراض﴾

مذکورہ تینوں سند ابراہیم نخعی کی مرسل ہیں، لہٰذا ضعیف ہیں۔

﴿اعتراض کا جواب﴾

احناف کے نزدیک مرسل صحیح حجت ہے۔ بالخصوص ابراہیم نخعی کی مرسل روایات کو محدثین نے صحیح کہا ہے اور عامر شعبی کی مرسل روایات زیادہ صحیح ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے آجری کے حولے سے امام ابوداؤد کا یہ قول نقل کیا ہے: ﴿مرسل الشعبی احب الی من مرسل النخعی﴾ میرے نزدیک شعبی کی مرسل نخعی کی مرسل سے زیادہ محبوب ہے۔ معلوم ہوا نخعی کی مرسل بھی محبوب ہے۔(تہذیب التہذیب ۵۸/۵)

اعمش سے ابراہیم نخعی نے فرمایا تھا:

”اذا قلت لك قال عبدالله فاعلم انی لم اقله حتی حدثنیه جماعة عنه و اذا قلت لك حدثنی فلان عن عبدالله فهو الذی حدثنی وحده عنه“

ترجمہ: جب میں آپ سے کہوں: ”قال عبدالله“ (عبداللہ نے کہا) تو جان لیں کہ میں نے اس وقت تک نہیں کہا جب تک کہ ان سے ایک جماعت نے مجھ سے حدیث بیان نہیں کی اور جب میں کہوں: ”حدثنی فلان“ (مجھ سے فلاں نے حدیث بیان کی) تو اس کا مطلب ہے اسی خاص فلاں نے عبداللہ سے وہ حدیث مجھے سنائی ہے۔ سند مذکور میں ابراہیم نخعی نے کسی خاص فرد کا نام نہیں لیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود کو انہوں نے کسی ایک آدمی سے نہیں بلکہ ایک جماعت سے سنا ہے۔(شرح ابی داؤد، عینی ۹۸/۳)

امام نخعی کے اس قول سے امام طحاوی کے قول کو تائید حاصل ہوگئی کہ حدیث ابن مسعود امام نخعی کے نزدیک متواتر ہے۔

امام طحاوی نے فرمایا:

"کان ابراھیم لا یرسل عن عبداللہ الا ما صح عندہ و تواترت بہ الروایۃ عنہ"

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود کی اسی روایت کو ابراہیم نخعی مرسل روایت کرتے تھے جو ان کے نزدیک صحیح ہوتی اور ان سے تواتر سے مروی ہوتی تھی۔ (شرح ابی داؤد: ۹۸/۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ابراہیم نخعی کی سند سے مرسل ہونے کے باوجود صحیح متواتر ہے۔ لہٰذا ترک رفع یدین پر یہ بہت مضبوط دلیل ہے۔

﴿حدیثِ ابن مسعود پر اہلِ حدیث کا دوسرا اعتراض﴾

امام ابو داؤد نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح نہیں کہا۔ امام ترمذی کے علاوہ سب متقدمین کا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے [نور العینین: ص۱۳۲]

﴿اعتراض کا جواب﴾

میں نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ۲۳/ اسانید ذکر کیں۔ ان میں سے ایک سند ہے: "عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃ عن بن مسعود" اس سند کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔ "سب متقدمین کا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے" یہ حافظ زبیر علی زئی صاحب کا محض دعویٰ ہے، اس پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

امام ابو داؤد اور بعض محدثین نے اس کو "صحیح نہیں" کہا۔ حافظ زبیر علی صاحب بھی یہ آسان بات جانتے ہوں گے کہ کوئی حدیث صحیح نہ ہو تو اس کا ضعیف ہونا ضروری نہیں۔ پھر زبیر علی صاحب یہ بھی جانتے ہوں گے کہ بعض محدثین کے نزدیک کوئی حدیث صحیح نہ ہو تو

ضروری نہیں کہ وہ حدیث سارے محدثین کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ کیوں کہ حدیث کی صحت وضعف کے شرائط محدثین نے الگ الگ مقرر کیے ہیں۔ خود صحیحین کو لیجیے، صحیح مسلم کی بہت سی احادیث امام بخاری کی شرط پر نہ ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں لیکن کیا ان سب احادیث کو ضعیف ونامقبول کہا جائے گا؟ خود زبیر علی زئی صاحب اس کے قائل نہیں ہوں گے، تو کیا وجہ ہے کہ حدیث ابن مسعود کو امام ابوداؤد ایک مخصوص سند سے مخصوص الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں مانتے تو حافظ زبیر علی صاحب اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ سارے محدثین کو یہ مان لینا لازم ہے کہ حدیث ابن مسعود صحیح نہیں؟ امام ابوداؤد نے حدیث ابن مسعود کو مخصوص الفاظ کے ساتھ ''صحیح نہیں'' کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''هٰذا حَدِيث مُخُتَصَرمِنُ حَدِيُث طويل وليس هو بصحيح على هذا اللفظ '' یہ حدیث مختصر ہے لمبی حدیث سے اور ان الفاظ کے ساتھ یہ صحیح نہیں۔ ایک تو امام داؤد نے یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ لمبی حدیث کون سی ہے اور کن الفاظ کے ساتھ صحیح ہے؟ اور یہ مختصر حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں ہے تو کیوں؟ محض کسی حدیث کو صحیح نہیں کہہ دینے سے وہ غیر صحیح یا ضعیف نہیں ہوتی۔ جب تک اس کی عدم صحت یا ضعف کی دلیل نہ ذکر کی جائے۔ حافظ زبیر علی صاحب نے لکھا کہ امام ترمذی کے علاوہ سب متقدمین کا حدیث ابن مسعود کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ حالاں کہ کثیر متقدمین محدثین وفقہا نے حدیث ابن مسعود کو صحیح کہا ہے۔ چند حضرات کے نام یہ ہیں:

(۱) ابراہیم نخعی [وفات: ۹۵/۹۶ھ] جلیل القدر، امام اعمش نے ابراہیم نخعی کو علم حدیث کا صرّاف کہا ہے۔ انہوں نے حدیث ابن مسعود کو مسنداً بھی ذکر کیا ہے اور مرسلاً بھی۔ بہر حال ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کی روایت صحیح بلکہ کبھی متواتر ہوتی ہے۔

چنانچہ امام طحاوی [وفات: ۳۲۱ھ] کے حوالے سے یہ بات پہلے ذکر کی گئی ہے۔ نیز یہی بات محدث امام اعمش نے ابراہیم نخعی کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ (حوالہ گذشتہ صفحات میں ملاحظہ کریں)

(۲) یحییٰ بن سعید قطان [وفات: ۱۹۱--۲۰۰ھ] جلیل القدر ناقدینِ حدیث یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ کے استاذ تھے۔ وہ امام اعظم کی شاگردی پر فخر کیا کرتے اور فرماتے تھے:

"لا نكذب الله ما سمعنا احسن من رأى أبى حنيفة وقد اخذنا باكثر اقواله"

ترجمہ: ہم اللہ پر جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے ابوحنیفہ کے مستخرجہ مسئلہ سے بہتر نہیں سنا۔ ہم نے ان کے اکثر اقوال کو قبول کیا ہے۔ [تاریخ الاسلام: ۹۹۰/۳]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان امام اعظم کی طرح رفعِ یدین نہ کرنے کا فتویٰ دیتے تھے اور رفع یدین نہ کرنے کی حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک صحیح تھی۔

(۳) حماد بن ابی سلیمان [وفات: ۱۲۰ھ] امام نخعی کے جلیل القدر شاگرد اور امام اعظم ابوحنیفہ کے استاذ تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے راوی ثقہ حافظ الحدیث فقیہ مجتہد تھے۔ امام نخعی کے بعد کوفہ کے مفتی تھے۔

ابن عابس نے کہا:

"سمعت حماد بن سلمة يقول كان مفتى الكوفة والمنظور اليه فى الفقه بعد موت ابراهيم النخعى حماد بن ابى سليمان فكان الناس به اغنياء"

ترجمہ: میں نے حماد بن سلمہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ابراہیم نخعی کی وفات کے بعد فقہ میں لوگوں کے منظورِ نظر اور کوفہ کے مفتی حماد بن ابی سلیمان تھے۔ لوگ ان کی وجہ سے دوسروں سے بے نیاز تھے۔ [اخبار بن ابی حنیفۃ للصیمری: ۲۱/۱]

حماد بن ابی سلیمان نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنا مذہب بنایا ہے جو دلیل ہے اس بات کی کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

(۴) امام ابوحنیفہ [وفات: ۱۵۰ھ] امام المحدثین والفقہاء تھے۔ عبداللہ ابن مبارک، یحییٰ بن سعید قطان، وکیع بن جراح، مسعر بن کدام، مکی بن ابراہیم، قاسم بن معن وغیرہ محدثین جن میں

بہت سے حضرات امام بخاری ومسلم کے استاذ کے استاذ یا استاذ ہیں، انہوں نے امام ابوحنیفہ کو ثقہ حافظ الحدیث، ثقات سے روایت لینے والا کہا ہے۔

صحاح ستہ کے راوی اسرائیل نے کہا ہے:

"نعم الرجل النعمان ما كان احفظه لكل حديث فيه فقه واشد فحصه عنه واعلمه بما فيه من الفقه و كان قد ضبط عن حماد فاحسن الضبط عنه فاكرمه الخلفاء والامراء والوزراء و كان اذا ناظره رجل فى شئ من الفقه همته نفسه"

ترجمہ: نعمان (ابوحنیفہ) کتنے اچھے آدمی ہیں۔ وہ ہر اس حدیث کو بہت عمدہ طریقے سے محفوظ رکھنے والے تھے جس میں کوئی شرعی مسئلہ ہوتا۔ ایسی حدیث کی وہ بہت زیادہ چھان بین کرنے والے ہیں۔ انہوں نے حماد سے ایسی احادیث کو بہت اچھی طرح سے محفوظ رکھا ہے۔ خلفا وامرا ان کا بہت اکرام کرتے تھے۔ کوئی آدمی فقہ میں ان سے مناظرہ کرتا تو اسے پشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ [اخبار ابی حنیفۃ للصیمری:۱/۲۱]

سفیان ثوری نے امام اعظم کا یہ قول نقل کیا ہے:

"انی آخذ بكتاب الله اذا وجدته فلما لم احده فيه اخذت بسنة رسول الله ﷺ والآثار الصحاح عنه التى فشت فى ايدى الثقات عن الثقات فاذا لم اجد فى كتاب الله ولا سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذت بقول اصحابه من شئت وادع قول من شئت ثم لا اخرج عن قولهم الى قول غيرهم فاذا انتهى الامر الى ابراهيم والشبعى والحسن وابن سيرين وسعيد بن المسيب وعد درجا لا قد اجتهدوا فلى انا اجتهد كما اجتهدوا"

ترجمہ: میں (شرعی مسائل) میں کتاب اللہ سے دلیل پکڑتا ہوں۔ اگر اس میں نہیں پاتا ہوں تو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان صحیح آثار سے دلیل پکڑتا ہوں جن کے

بارے میں یہ مشہور ہو کہ انہیں ثقہ راویوں نے ثقہ راویوں سے روایت کی ہے۔ اگر سنت رسول میں بھی نہیں پاتا [اور صحابہ کے اقوال مختلف ہوتے ہیں] تو بعض کے قول [جس کو قوی پاتا ہوں] لیتا ہوں اور بعض کے قول کو ترک کر دیتا ہوں۔ لیکن صحابہ کے قول کو چھوڑ کر دوسروں کے قول کو نہیں لیتا۔ اور معاملہ جب ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری، ابن سیرین اور سعید بن میسب وغیرہ مجتہدین کے قول کا ہوتا ہے تو جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا ہے میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔ [اخبار بن ابی حنیفۃ للصیمری: ۲۱/۱]

امام اعظم نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنا مذہب بنایا ہے۔ امام اعظم کے قول سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح مشہور ہے۔

(۵) امام ابو یوسف [وفات: ۱۸۲ھ] محدث حافظ الحدیث فقیہ مجتہد تھے۔ محدث ابن عبد البر قرطبی مالکی [وفات: ۴۶۳ھ] نے محدث مفسر فقیہ مؤرخ ابن جریر طبری [وفات: ۳۱۰ھ] کا یہ قول نقل کیا:

"قال كان ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم القاضى فقيهاعالماحافظاذكر انه كان يعرف بحفظ الحديث وانه كان يحضر المحدث فيحفظ خمسين وستين حديثاثم يقوم فيُمليهاعلى الناس وكان كثير الحديث"

ترجمہ: ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی، فقیہ عالم اور حافظ الحدیث تھے۔ ابنِ جریر نے کہا کہ وہ حافظ الحدیث سے مشہور تھے۔ وہ کسی محدث کے پاس بیٹھتے تو اسی وقت پچاس ساٹھ احادیث یاد کر لیتے تھے اور وہاں سے اٹھ کر لوگوں کو املا کرا دیتے تھے۔ وہ کثیر الحدیث تھے۔ [الانتقار: ۱۷۲/۱]

ابن حبان نے لکھا:

"ابويوسف يعقوب بن ابراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة من اهل الكوفة يروى عن يحيى بن سعيد الانصارى روى عنه بشر بن الوليد واهل العراق

و كان شيخا متقنالم يكن يسلك مسلك صاحبيه الا فى الفروع"

ترجمہ:ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتہ کوفی نے یحییٰ بن سعید الانصاری سے روایت لی ہے۔ان سے بشر بن ولید اور اہل عراق نے حدیث روایت کی ہے،وہ صاحبِ اتقان شیخ تھے۔صرف فروع۔[مسائلِ اجتہادیہ] میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے مسلک پر چلتے تھے۔[الثقات:۷/ ۶۴۵]

جن لوگوں نے امام ابو یوسف پر جرح کی ان کی جرح غلط فہمی پر مبنی ہے۔یہی وجہ ہے بعض لوگوں نے غلط فہمی دور ہونے اور حقیقت حال ظاہر ہونے کے بعد امام ابو یوسف کی توثیق کی ہے۔

چنانچہ ابن ابوحاتم بیان کرتے ہیں:

"قال ابو حاتم رضى الله عنه ادخلنازفروابايوسف بين الثقات لما تبين عندنا من عدالتهما فى الاخبار"

ترجمہ:ہم نے زفر اور ابو یوسف کو ثقات میں داخل کرلیا جب ہمارے سامنے ظاہر ہو گیا کہ دونوں احادیث کے معاملے میں عادل ہیں۔[الثقات لابن حبان:۷/ ۶۴۶ھ]

امام ابوداؤد وابن ماجہ کے استاذ محمد بن الصباح[وفات:۲۴۰ھ] نے کہا:

"ولزمت ابا يوسف فكان ابو يوسف رجلا صالحا و كان يسرد الصوم"

ترجمہ:میں نے ابو یوسف کو لازم پکڑا۔وہ نیک آدمی تھے،مسلسل روزہ رکھا کرتے تھے۔

[الثقات:۷/ ۶۶۴]

یحییٰ بن معین نے کہا:

"كان ابو يوسف القاضى يميل الى اصحاب الحديث كثيراو كتبناعنه ولم يزل الناس يكتبون عنه"

ترجمہ: ابو یوسف زیادہ تر محدثین کی طرف مائل رہتے تھے۔ ہم نے ان سے احادیث لکھی ہیں۔ ہمیشہ سے محدثین ان سے احادیث لکھتے رہے ہیں۔ [الجرح والتعدیل: ۹/ ۲۰۱]

(۶) اسحاق بن ابی اسرائیل [وفات: ۲۴۵ھ] امام، محدث، حافظ الحدیث، ثقہ، متقن، صاحب ورع وتقویٰ مجتہد فقیہ تھے۔ [سیر اعلام النبلاء: ۱۱/ ۴۷۶]

ذہبی نے ان کے حوالے سے حدیث ابن مسعود کے تعلق سے لکھا:

"قال اسحاق به ناخذ فی الصلاة کلها" "ہم پوری نماز میں اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

(تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے) [سیر اعلام النبلاء: ۱۱/ ۴۷۶]

(۷) امام ترمذی نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو حسن کہا۔ ان تمام جلیل القدر محدثین وفقہاء کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثِ ترکِ رفع یدین صحیح ہے پھر بھی شیخ زبیر علی زئی کو ضد ہے کہ اسے وہ ضعیف ہی کہیں گے تو ضد کا آخر کیا علاج؟ حالاں کے خود غیر مقلدین کے امام شیخ البانی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بائیسویں سند﴾

امام دار قطنی نے فرمایا:

"عن عبد الله قال صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ومع ابي بكر ومع عمر فلم يرفعوا ايديهم الا عند التكبيرة الاولىٰ فى افتتاح الصلاة"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور حضرت ابوبکر وعمر کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ یہ حضرات تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں اور کہیں رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔

(سنن الدار قطنی جلد ۲ صفحہ ۵۲ باب ذکر التکبیر ورفع الیدین حدیث ۱۱۳۳ تحقیق شعیب الارنؤوط)

﴿دار قطنی کے ریمارک کا جواب﴾

دار قطنی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن جابر ضعیف ہیں اور انہوں نے تنہا حماد سے یہ روایت ذکر کی ہے۔ حماد کے سوا دوسروں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فعل کو مُرسلاً روایت کیا ہے مرفوعاً نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود کو حماد سے مرفوعاً روایت کرنے میں محمد بن جابر تنہا نہیں بلکہ امام المحدثین والفقہاء، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ [وفات: ۱۵۰ھ] نے بھی حماد سے روایت کی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کی روایت صحیح بلکہ اصح ہے۔ نیز حدیث ابن مسعود کو حماد سے حماد بن سلمہ نے بھی روایت کیا ہے اور حماد بن سلمہ ثقہ امام، شیخ الاسلام تھے۔ بخاری و مسلم کے راوی تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ۷/۴۴۴)

دوسری بات یہ ہے کہ محمد بن جابر بن سیار الکوفی [وفات: ۱۷۰ھ] کو اگرچہ بعض محدثین نے ضعیف لکھا ہے لیکن ابن حجر نے انہیں صدوق کہا اور یہ لکھا کہ ان کی کتابیں ضائع ہونے کی وجہ سے حافظہ پر اعتماد کر کے احادیث بیان کرتے تھے۔ لہٰذا کبھی اختلاط واقع ہوتا تھا۔ لیکن امام ابوحاتم رازی نے انہیں ابنِ لہیعہ پر ترجیح دی ہے۔

- امام احمد بن حنبل نے کہا:

"حديثه يشبه حديث اهل الصدق" ان کی حدیث اہل صدق کی حدیث کی مشابہ ہے۔

- فلاس نے کہا: "صالح ہیں۔" (سیر اعلام النبلاء، ۸/۲۳۶)
- علائی نے کہا کہ:

"نسائی نے انہیں ضعیف کہا لیکن سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ جیسے جلیل القدر محدثین نے ان سے روایات لی ہیں۔" (المختلطین، علائی ۱/۱۰۸)

- ذہبی نے محمد بن جابر عن حماد عن ابراہیم کی سند سے بعض صحیح احادیث ذکر کی ہیں جن

میں محمد بن جابر کی یہ حدیث بھی ہے۔ (میزان الاعتدال ۴۹۶/۳)

● محمد بن جابر ابوداؤد و ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔ اگر محمد بن جابر کی یہ روایت ثقہ متقن راوی کے خلاف ہوتی تو وہ تنہا نا قابل حجت ہوتی لیکن کثیر تعداد میں ثقہ راویوں نے حدیث ابن مسعود کو مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ لہٰذا محمد بن جابر کی روایت مذکورہ قابل حجت ہے۔

حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بعض محدثین نے مرسلاً روایت کیا ہے لیکن وہ مرسل صحیح ہے اور مرسل صحیح حجت ہے۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوع صحیح ہے اور موقوف صحیح بھی۔ لہٰذا اس سے رفع یدین نہ کرنے پر استدلال بہرحال درست ہے۔

﴿حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تیئسویں سند﴾

"اخبرنا ابو طاهر الفقيه انبأنا ابو حامد بن بلال انبأنا محمد بن اسماعيل الرحمى ثنا وكيع عن سفيان عن عاصم يعنى بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال ثنا عبد الله يعنى بن مسعود لا صلين بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع يديه الا مرةً واحدة"

(السنن الکبریٰ للبیہقی جلد۲ صفحہ۱۱۲ باب من لم یذکر الرفع عند افتتاح الصلاۃ حدیث ۲۵۳۱)

اس سند کے تمام راوی ثقہ صدوق ہیں۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ جس میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس کی روایت صرف امام ابوحنیفہ نے نہیں کی ہے بلکہ میں نے مختلف کتب احادیث کے حوالے سے اس کی ۲۳ اسانید ذکر کیں جو صحیح و معتبر ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ جس میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے وہ صرف امام ابوحنیفہ نے روایت کی ہے، غلط ہے۔

﴿رفع یدین نہ کرنے کی دوسری حدیث﴾

﴿حدیثِ حضرت برار بن عازب رضی اللہ عنہ﴾

”ابو حنیفة یقول: الشعبی یقول: سمعت البراء بن عازب یقول: کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم اذا فتتح الصلاة رفع یدیه حتی یحاذی منکبیه ولایعود برفعهما حتی یسلم من صلاته“

ترجمہ: حضرت ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ امام شعبی یہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت برار بن عازب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اپنے دونوں کاندھوں کے مقابل لے جاتے تھے اور سلام پھیرنے تک دوبارہ اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

تخریج حدیث:

مسندِ ابی نعیم، ص ۱۵۶ — مسند احمد بن حنبل ۳۰۱/۴

سنن نسائی ۱۹۵/۲ — سننِ ابی داؤد ۲۸۱/۱، حدیث ۷۵۰

مصنف ابن ابی شیبہ ۲۶۴/۱ — مسند ابی یعلی ۲۹۵/۴، حدیث ۱۶۵۳

فائدہ: سنن ابی داؤد کے حاشیہ میں اہل حدیث عالم شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا اور احمد شاکر نے بھی حاشیہ ترمذی میں اسے صحیح لکھا۔ نسائی کے حاشیہ میں شیخ ابوغدہ نے اسے صحیح لکھا۔

حدیثِ مذکور سے صاف معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور پوری نماز میں پھر کہیں دونوں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

﴿حدیثِ حضرت برار بن عازب رضی اللہ عنہ کی اسنادی حیثیت﴾

اس حدیث کے راوی اعلیٰ درجے کے ثقہ، فقیہ، محدث، حافظ الحدیث، عادل و کامل حافظہ والے تھے۔ لہٰذا اس حدیث کی سند کے صحیح ہونے بلکہ رفع یدین کے ثبوت والی تمام

روایات سے زیادہ صحیح ہونے میں شک نہیں۔ راویوں کے حالات ملاحظہ کریں:

حدیثِ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پہلے راوی

امام المحدثین والفقہاء امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ [وفات:۱۵۰ھ]

آپ کے حالات پچھلے صفحات میں حدیث (۱) کے تحت تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ باتفاقِ محدثین وناقدینِ حدیث، امام المحدثین والفقہاء، حافظ الحدیث، ثقہ اور ثقہ وحافظ الحدیث سے حدیثیں روایت کرنے والے تابعین میں سے تھے۔

حدیثِ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے دوسرے راوی

عامر بن عبد الشعبی ابوعمرو [وفات:۱۰۹ھ]

● امام ابن حبان نے تحریر فرمایا:

"من اهل الكوفة روى عن خمسين ومائة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان فقيها شاعرا مات سنة تسع ومائة وقيل سنة خمس ومائة ويقال اربع ومائة" (الثقات ۱۸۵/۵)

ترجمہ: عامر بن شراحیل اہل کوفہ میں سے تھے، انہوں نے ڈیڑھ سو صحابہ کرام سے احادیث سنی ہیں۔ فقیہ وشاعر تھے۔ ۱۰۹ھ میں وفات ہوئی اور ایک قول کے مطابق ۱۰۵ھ اور بقول بعض ۱۰۴ھ میں وفات ہوئی۔ امام بخاری نے فرمایا: پانچ سو یا اس سے زیادہ صحابہ کا زمانہ پایا۔ (التاریخ الکبیر، اکمال تہذیب الکمال ج ۷ ص ۱۷۳)

● امام ابن حجر عسقلانی نے کہا:

"ثقة مشهور فقيه فاضل" امام شعبی ثقہ مشہور، فقیہ فاضل تھے۔ (التقریب ترجمہ: ۳۰۹۲)

● امام ذہبی نے امام شعبی کا یہ قول نقل کیا:

''ادرکت خمس مائة من الصحابة وقال:ما کتبت سوداء فی بیضاء ولا حدثت بحدیث الا حفظته''

ترجمہ:امام شعبی نے فرمایا کہ میں نے پانچ سو صحابۂ کرام سے ملاقات کی اور بیاض میں جو کچھ بھی میں نے لکھا اور جو حدیث بھی سنی اسے اپنے حافظے میں محفوظ کرلیا۔(الکاشف ترجمہ:۲۵۳۶)

- جلیل القدر تابعی امام مکحول نے فرمایا:

''مارأیت افقه من الشعبی وقال آخر: الشعبی فی زمانه کابن عباس فی زمانه''

ترجمہ: میں نے (امام مکحول نے) عامر شعبی سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا اور ایک (تابعی) نے کہا کہ عامر شعبی اپنے زمانے میں ایسے فقیہ تھے جیسے صحابی رسول حضرت ابن عباس ﷛ اپنے زمانے میں فقیہ تھے۔(الکاشف ترجمہ:۲۵۳۱)

حضرت براء بن عازب ﷛، وفات: ۷۲ھ

رسول پاک ﷺ کے چہیتے صحابی تھے۔ذوقِ جہاد کا حال یہ تھا کہ غزوۂ بدر کے موقع پر نو عمر ہوتے ہوئے جہاد میں شریک ہونے کے لیے مجاہدین کے لشکر میں شریک ہوگئے۔اللہ کے رسول ﷺ نے کم سنی کی بنیاد پر انہیں واپس فرمادیا تھا،لیکن غزوۂ احد میں شریک تھے۔

قارئین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ حضرت براء بن عازب ﷛ کی حدیث میں صاف لکھا ہوا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور پوری نماز میں کہیں بھی ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

رفعِ یدین نہ کرنے کی یہ حدیث سند کے اعتبار سے بہت اعلیٰ ہے

محدثین کرام سند کی تقویت کی وجوہ میں یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ اگر کسی حدیث کی سند میں راویوں کی تعداد دوسری حدیث کے راویوں کے مقابلے میں کم ہو تو کم راویوں والی حدیث کو عُلوِ اسناد کی بنیاد پر زیادہ قوی اور زیادہ صحیح کہا جاتا ہے۔حضرت براء بن عازب ﷛ کی حدیث مذکور جس میں رفع یدین نہ

کرنے کا ذکر ہے وہ سند کے اعتبار سے بہت عالی (بلند) ہے۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث امام ابوحنیفہ تک صرف دو واسطوں سے پہنچی ہے۔ ایک واسطہ جلیل القدر تابعی، فقیہ زمانہ، "ابن عباسِ وقت" امام عامر شعبی کی صورت میں ہے اور دوسرا واسطہ جلیل القدر صحابی رسول، ستارۂ رشد وہدایت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا نام نامی ہے۔ لہٰذا علوِ اسناد کے اعتبار سے یہ حدیث صرف دو واسطوں سے امام ابوحنیفہ تک پہنچنے کی وجہ سے رفع یدین کرنے کی جملہ احادیث سے اعلیٰ درجے کی ہے اور دوسری وجہِ ترجیح کا لحاظ کیا جائے یعنی راویوں کے 'تفقہ فی الدین' کا تو اس اعتبار سے بھی امام ابو حنیفہ کی یہ روایت بہت قوی ہے۔ کیوں کہ امام ابوحنیفہ کی امامت وتفقہ پر سب کا اتفاق ہے اور امام عامر شعبی کو تو اجتہاد وتفقہ میں اپنے زمانے کا "ابن عباس رضی اللہ عنہ" مانا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرنے کی احادیث زیادہ اعلیٰ درجے کی اور زیادہ قوی ہیں۔

رفع یدین نہ کرنے کی تیسری حدیث

مسند امام ابوحنیفہ (لابی نعیم) کے حوالے سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نماز میں صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اب ذیل میں ہم مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو ذکر کر رہے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"حدثنا ابو بکر قال نا وکیع عن بن ابی لیلی عن الحکم وعیسیٰ عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ ثم لا یرفعھما حتی یفرغ"

ترجمہ: ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابوبکر نے، ان سے وکیع نے، وہ ابن ابی لیلیٰ سے، وہ حکم اور عیسیٰ سے، وہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، وہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

تخریج حدیث:

مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۳، باب من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود، حدیث ۲۴۴۰۔
سنن ابی داؤد، حدیث ۷۴۹، ۷۵۰۔

﴿رفع یدین نہ کرنے کی چوتھی حدیث﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تکبیر افتتاح (تکبیر تحریمہ) کے سوا نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
یہ حدیث مستخرج ابی عوانہ میں اس سند کے ساتھ مروی ہے:

"حدثنا عبد اللّٰہ بن ایوب المخرمی و سعدان بن نصر و شعیب بن عمرو فی آخرین قالوا: حدثنا سفیان بن عیینہ عن الزھری عن سالم عن ابیہ قال: رایت رسول اللّٰہ ﷺ اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ حتی یحاذی بھما وقال بعضھم حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع وما بعد ما یرفع راسہ من الرکوع لا یرفعھما"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، جب آپ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اپنے کندھوں کے مقابل لے جاتے تھے اور جب رکوع میں جاتے یا رکوع سے سر اٹھاتے تو دونوں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

(مستخرج ابی عوانہ بیان رفع الیدین فی افتتاح الصلاۃ ۳/۴۴۶ حدیث نمبر ۱۲۵۱، ۱۲۶۳)

حدیث مذکور کی سند صحیح ہے۔ اس کو امام ابوعوانہ نے سفیان بن عیینہ تک درج ذیل چار اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

پہلی سند: جو اوپر لکھی گئی۔ (صحیح ابوعوانہ ج ۲ ص ۹۰ مستخرج ابی عوانہ حدیث نمبر ۱۲۵۱، ۱۲۶۳)

دوسری سند: مسند حمیدی میں امام بخاری کے استاذ امام عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ القرشی المکی [وفات: ۲۱۹ھ] کی ہے۔ (مسند حمیدی ۱/۵۱۵ حدیث نمبر ۶۲۶)

مسندِ حمیدی کی روایت مع سند یہ ہے:

"الحمیدی قال حدثنا الزهری قال اخبرنی سالم بن عبد اللّٰه عن ابیه قال: رأیت رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع یدیه حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین"

(مسند حمیدی ۱/۵۱۵، حدیث ۶۲۶)

معلوم ہوا کہ امام بخاری کے استاذ امام حمیدی کے نزدیک رفع یدین نہ کرنے کی حدیث صحیح معتبر ہے۔

تیسری سند:

"ابن وهب وابو القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن سالم عن ابیه ان رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم کان یرفع ید یه حذو منکبیه اذا افتتح الصلاة"

(المدونہ الکبریٰ ۱/۶۹)

اس حدیث میں بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، باقی جگہوں میں نہیں۔

چوتھی سند:

امام بخاری نے جزء رفع یدین میں، بیہقی، حاکم، طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمر ﷺ اور عبداللہ بن عباس ﷺ دونوں سے روایت کیا ہے۔ بعض نے مرفوعاً اور بعض نے موقوفاً فرمایا:

"لا ترفع الا یدی الا فی سبعة مواطن اذا قام الی الصلاة واذا رأی البیت وعلی الصفا والمروة وفی عرفات وفی جمع وعند الجمار"

ترجمہ: صرف سات جگہوں میں (بطور عبادت) ہاتھ بلند کئے جائیں۔ نماز شروع کرتے وقت، بیت اللہ شریف سامنے دیکھتے وقت، صفا ومروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ

میں، رمی جمار کے وقت۔

تخریج حدیث:

الآثار لابی یوسف باب افتتاح الصلاۃ ۲۱/۱

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۴ باب من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ، حدیث ۲۴۵۰

نصب الرایہ: ۳۹۰/۱

مصنف ابن ابی شیبہ، صحیح ابی عوانہ، مسند حمیدی کی حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے فقیہ صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ و حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں صرف تکبیرِ افتتاح کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کے ثبوت پر جو حدیثیں منقول ہیں وہ رفعِ یدین کی سنتِ دائمہ لازمہ ہونے پر دلالت نہیں کرتیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے پہلے کچھ دنوں تک رفع یدین کیا تھا پھر بعد میں چھوڑ دیا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرنے کے لیے نماز پڑھ کر دکھایا تو صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کیا۔

﴿رفع یدین نہ کرنے کی پانچویں حدیث﴾

امام ابوداؤد نے سنن ابی داؤد میں ایک عنوان یہ قائم فرمایا:

"باب من لم يذكر الرفع عند الركوع" (اس کا بیان جس نے حدیث میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں کیا)

امام ابوداؤد نے اس عنوان کے تحت یہ حدیث شریف ذکر کی ہے:

"عن ابی هريرة رضى الله عنه قال: كا ن رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل فى الصلاة رفع يديه مداً"

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب نماز

شروع کرتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے۔ امام ابوداوٗد کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ اس حدیث میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ (سنن ابی داوٗد ۱/۱۲۶، ترمذی، ۱/۳۳)

﴿رفع یدین نہ کرنے کی چھٹی حدیث﴾

امام ابوداوٗد و ترمذی اور نسائی نے تخریج کی ہے:

"قال عبد الله بن مسعود رضی الله عنه الا اصلی بکم صلاة رسول الله صلی الله علیه و سلم قال: فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرح نماز پڑھ کر نہ بتاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ (سنن ابی داوٗد حدیث: ۷۴۸، جامع ترمذی حدیث: ۲۵۷، نسائی حدیث: ۱۰۲۶)

﴿رفع یدین نہ کرنے کی ساتویں حدیث﴾

امام نسائی نے تخریج کی ہے:

"اخبرنا محمود بن غیلان المروزی قال انبأنا و کیع قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد الله انه قال الا اصلی بکم صلاة النبی صلی الله علیه و سلم فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة واحدة"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: کیا میں تم کو نبی کریم ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ بتاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی تو صرف ایک بار دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے کیوں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جس سند کے ساتھ ملی ہے وہ اعلیٰ درجے کی صحیح ہے اور امام نسائی کی سند کے ساتھ یہ حدیث حسن ہے۔
(السنن الکبریٰ للنسائی ۱/۲۳۱ حدیث: ۶۴۵)

﴿رفع یدین نہ کرنے کی آٹھویں حدیث﴾

مسند ابی یعلی کی روایت مع سند درج ذیل ہے:

"حدثنا اسحق حدثنا شریك عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء رضی الله عنه قال: کان رسول اللّٰہ صلی الله علیه وسلم اذاا فتتح الصلاۃ رفع یدیه نحو رأسه ثم لا یعود"

ترجمہ: حضرت براء بن عازب ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو سر کی طرف اٹھاتے تھے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔ مسند ابو یعلی میں حدیث مذکور درج ذیل اسانید کے ساتھ بھی مروی ہے۔

(مسند ابی یعلی الموصلی ۲۵۹/۴ حدیث نمبر ۱۶۵۴)

﴿رفع یدین نہ کرنے کی نویں حدیث﴾

"حدثنا اسحق حدثنا هشیم عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ عن البراء رضی الله عنه رأیت رسول اللّٰہ صلی الله علیه وسلم حین افتتح الصلاۃ کبر ورفع یدیه حتی کادتا تحاذیان اذنیه ثم لم یعد"

ترجمہ: حضرت براء بن عازب ؓ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نے نماز کے لیے تکبیر افتتاح کہی تو دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے بالمقابل لے گئے پھر دوبارہ پوری نماز میں ایسا نہیں کیا۔ (مسند ابی یعلی الموصلی حدیث نمبر ۱۶۵۵)

﴿رفع یدین نہ کرنے کی دسویں حدیث﴾

"حدثنا اسحق حدثنا ابن ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلی عن البراء رضی الله عنه قال رأیت رسول اللّٰہ صلی الله علیه وسلم رفع یدیه حین استقبل الصلاۃ حتی رأیت ابهامیه قریبا من اذنیه ثم لم یرفعهما"

ترجمہ: حضرت براء بن عازب ﷜ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ میں نے دیکھا آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کے قریب تھے پھر دوبارہ ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

(مسند ابی یعلی حدیث نمبر ۱۶۵۶ کنز العمال حدیث نمبر ۳۶۴۰۸)

رفع یدین نہ کرنے کی گیارہویں حدیث

یہی حدیث سنن ابی داؤد میں اس طرح ہے:

"حدثنا محمد بن الصباح البزاز حدثنا شریك عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم كان اذا افتتح الصلاة رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لا یعود"

(سنن ابی داؤد باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، ج ا ص ۱۹۱ حدیث ۷۴۹)

رفع یدین نہ کرنے کی بارہویں حدیث

یہی حدیث سنن دار قطنی میں اس طرح ہے:

"حدثنا احمد بن علی بن العلاء حدثنا ابو الاشعث حدثنا محمد بن بکر حدثنا شعبة عن یزید بن ابی زیاد قال سمعت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ یقول سمعت البراء فی هذا المجلس یحدث قوماً منهم کعب بن عجرة رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم حین افتتح الصلاة رفع یدیه فی اول تکبیرة"

ترجمہ: حضرت براء بن عازب ﷜ نے اِس مجلس میں ایک جماعت کے سامنے حدیث بیان کی۔ وہاں حضرت کعب بن عجرہ بھی تھے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر میں دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔

(سنن الدار قطنی باب ذکر التکبیر ورفع الیدین ۲۵۱/۳ حدیث نمبر ۱۱۳۷)

ابو یعلی، ابو داؤد اور دار قطنی کی سند کے ساتھ حدیث براء بن عازب ﷜ حسن ہے

اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ اعلیٰ درجے کی صحیح ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت براء بن عازب ﷛ کی حدیث صرف ایک واسطہ یعنی حضرت عامر شعبی سے ملی اور عامر شعبی کے ثقہ حافظ الحدیث ہونے میں کسی کو کچھ کلام نہیں۔ انہوں نے ڈیڑھ سو صحابہ کرام سے احادیث سنی تھیں۔ لہٰذا حضرت براء بن عازب ﷛ کی حدیث امام اعظم کے نزدیک اعلیٰ درجے کی صحیح ہے۔

﴿رفع یدین نہ کرنے کی تیرہویں حدیث﴾

دار قطنی نے حدیث براء بن عازب ﷛ کو اس طرح ذکر کیا ہے:

"حدثنا یحییٰ بن محمد بن صاعد حدثنا محمد بن سلیمان لوین حدثنا اسماعیل بن زکریا حدثنا یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء رضی الله عنه انه رأی رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم حین افتتح الصلاة رفع یدیه حتی حاذی بهما اذنیه ثم لم یعد فی شئ من ذٰلك حتی فرغ من صلاته"

ترجمہ: حضرت براء بن عازب ﷛ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھا کر دونوں کانوں کے مقابل لے آئے پھر پوری نماز میں کہیں پر دوبارہ ایسا نہیں کیا یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔

(سنن دار قطنی ۲۵۳/۳ حدیث نمبر ۱۱۳۹)

﴿رفع یدین نہ کرنے کی چودھویں حدیث﴾

حدیث ابن مسعود ﷛ کو مسند امام اعظم ابو حنیفہ میں اور ایک سند سے ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے:

"ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود ان عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه کان یرفع یدیه فی اول التکبیر ثم لا یعود الیٰ شئ من ذٰلك ویأثر ذٰلك عن رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم"

ترجمہ: ابراہیم اور اسود سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ صرف پہلی تکبیر میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اس کے سوا نماز میں کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور اس فعل کو وہ رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بیان فرماتے تھے۔ (مسند امام ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم: ۳۵۵)

﴿رفع یدین نہ کرنے کی پندرہویں حدیث﴾

حضرت عباد بن زبیر کی صحیح مرسل حدیث میں ہے:

"ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ فی اول الصلاۃ ثم لا یرفعھما فی شئ حتی یفرغ"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تھے تو نماز کے شروع میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر کہیں نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے تھے۔ یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن صحیح معتبر ہے۔ دوسری مرفوع احادیث اس کی تائید بھی کرتی ہیں۔ (نصب الرایہ امام زیلعی ۱/۴۰۴)

﴿رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت صحاح ستہ کی احادیث سے﴾

صحیح مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی کی حدیثوں میں صاف لفظوں کے ساتھ نماز میں سکون سے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی تکبیر تحریمہ کے سوا دوسرے مقامات مثلاً رکوع میں جاتے، رکوع سے اٹھتے، سجدے میں جاتے اور سجدے سے اٹھتے وقت جہاں جہاں اللہ اکبر کہا جاتا ہے وہاں دونوں ہاتھوں کو اٹھانے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

جب تک رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو نماز میں رفعِ یدین کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا اس وقت تک وہ رفع یدین کرتے تھے۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ۲۴۳۲ میں حضرت حسن بصری کی روایت سے ہے کہ نبی کریم کے اصحاب اپنی نمازوں میں رکوع کرتے

وقت اس طرح اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے گویا وہ پنکھے ہوں۔اس سے اشارہ ملتا ہے کہ جب آپ نے ہاتھوں کو گھوڑوں کی دم کی طرح ہلانے سے منع فرمایا اور نماز میں سکون سے رہنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام نے رفع یدین ترک کر دیا۔

﴿رفع یدین نہ کرنے کی سولہویں حدیث﴾

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ ﷺ کی روایت کے الفاظ ہیں:

"خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مالى اراكم رافعى ايديكم كأنها اذ ناب خيل شمس، اسكنوا فى الصلاة"

ترجمہ: ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے (اور ہم رفع یدین کر کے نماز پڑھ رہے تھے) تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں تم اپنے ہاتھوں کو ایسے اٹھاتے ہو جیسے وہ بے قرار گھوڑوں کی دم ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

(صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلاۃ، باب ۲۷ حدیث نمبر ۹۹۶)

﴿رفع یدین نہ کرنے کی سترہویں حدیث﴾

یہی روایت حضرت جابر بن سمرہ ﷺ سے سننِ ابی داوٗد میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

"دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس رافعوا ايديهم، قال زهير: اراه قال: فى الصلاة فقال: مالى اراكم رافعى ايديكم كانها اذناب خيل شمس، اسكنوا فى الصلاة"

ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے اور لوگ اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے تھے، زہیر کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اعمش نے کہا کہ نماز کی حالت میں لوگ اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا وجہ ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بے

قرار گھوڑوں کی دم کی طرح اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے ہو۔ نماز میں سکون سے رہو۔
(سنن ابی داؤد باب فی السلام حدیث نمبر ۱۰۰۲، نسائی حدیث نمبر ۱۱۹۳)

صحاح ستہ کی حدیث مذکور سے صاف معلوم ہوا کہ نماز میں سکون سے رہنا چاہئے اور تکبیر تحریمہ کے سوا کسی اور جگہ ہاتھوں کو نہ اٹھانا چاہئے کیوں کہ اس سے نماز میں سکون برقرار نہیں رہتا۔ سلام کے وقت بھی رفع یدین سے حضور ﷺ کا منع فرمانا صحیح حدیث سے ثابت ہے اور اس کی علت نبی پاک ﷺ نے خود بیان فرمائی "اُسْکُنُوْا" سکون اختیار کرو۔ اس سے ان احادیث کو تائید حاصل ہوتی ہے جن میں تکبیر افتتاح کے سوا دوسری جگہ رفع یدین سے منع کیا گیا ہے کیوں کہ یہاں بھی علت سکون ہے۔ جو بار بار رفع یدین سے فوت ہو جاتا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں تکبیر افتتاح کے علاوہ نماز میں کسی بھی حالت میں رفع یدین نہ کرنے اور نماز میں سکون برقرار رکھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کو سلام کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ سلام کے وقت ہاتھ نہ اٹھاؤ بلکہ اپنے ساتھی کی طرف مڑ کر سلام کہہ دو۔ ہاتھ سے اشارہ نہ کرو۔

اس کی وضاحت حدیث کے اس ٹکڑے سے ہوتی ہے۔

"اذ اسلم احد کم فلیلتفت الی اصحابه ولا یؤمی بیده"

ترجمہ: جب کوئی سلام پھیرے تو اپنے اصحاب کی طرف رخ کرے اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے الفاظ یہ بھی ہیں:

"انما یکفی احد کم ان یضع یده علی فخذیه ثم یسلم علی اخیه من عن یمینه و شماله" (سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۲۴۶)

حدیث مذکور کے یہ دونوں ٹکڑے واضح کر رہے ہیں کہ نماز میں سلام کے وقت ہاتھوں سے اشارہ نہیں کرنا ہے۔

﴾نماز میں رفع یدین نہ کرنے بلکہ سکون اختیار کرنے کا حکم﴿

اب ذرا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی ان روایات کے الفاظ میں غور کریں جن میں سلام کا ذکر نہیں بلکہ تکبیر افتتاح کے سوا کہیں رفع یدین نہ کرنے اور نماز میں سکون سے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴾حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایات﴿

﴾رفع یدین نہ کرنے کی اٹھارہویں حدیث﴿

"مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا وجہ ہے میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے ہو ایسے جیسے بے قرار گھوڑے دم ہلاتے ہیں، نماز میں سکون سے رہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۷۰)

﴾رفع یدین نہ کرنے کی انیسویں حدیث﴿

"دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد فرآھم رافعین ایدیھم فی الصلاۃ فقال: مالھم رافعین ایدیھم کانھم اذناب الخیل الشمس اسکنوا فی الصلاۃ"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: انہیں کیا ہوا ہے کہ اپنے ہاتھوں کو ایسے اٹھاتے ہیں جیسے وہ بے قرار گھوڑوں کی دم ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو۔ (مصنف عبد الرزاق ۲/۲۵۲، حدیث نمبر ۳۲۵۲)

﴾رفع یدین نہ کرنے کی بیسویں حدیث﴿

"خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن رافعوا ایدینا فی

الصلاة فقال: مالهم رافعين ایدیهم فی الصلاة كانها اذناب الخيل الشمس اسکنوا فی الصلاۃ"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ہمارے (حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور صحابۂ کرام کے) پاس تشریف لائے اور ہم نماز میں رفع یدین کرر ہے تھے۔ آپ نے فرمایا: انہیں کیا ہوا ہے نماز میں ہاتھوں کو ایسے اٹھاتے ہیں جیسے وہ بے قرار گھوڑوں کی دم ہوں؟ نماز میں سکون رکھو۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ۱/۱۹۷، باب الامر بالسکون فی الصلاۃ)

امام نسائی نے اس حدیث کے بعد باب قائم فرمایا ہے:

"الرخصة فی الکلام فی الصلاۃ" اس سے قبل "باب الامر بالسکون فی الصلاۃ" قائم فرمایا ہے۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ جس طرح ابتداء میں نماز میں کلام کرنے کی رخصت تھی بعد میں کلام سے منع کر دیا گیا اسی طرح آنحضرت ﷺ نے ابتداءً نماز میں تکبیر افتتاح کے علاوہ بعض جگہوں پر رفع یدین فرمایا تھا لیکن بعد میں اس سے منع فرما دیا تھا۔

رفع یدین نہ کرنے کی اکیسویں حدیث

"دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسجد فرآھم رافعی ایدیھم قال: مالھم رافعی ایدیھم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ"

ترجمہ: نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے۔ لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: انہیں کیا ہوا ہے کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو بے قرار گھوڑوں کی دُم کی طرح اٹھا رہے ہیں؟ نماز میں سکون سے رہو۔ (المعجم الکبیر ۲/۲۸۴، حدیث نمبر ۱۷۰۹، ۱۷۹۷)

ذیل میں ہم ایک اجمالی فہرست درج کرتے ہیں کہ کتنی کتب احادیث میں سلام کے وقت رفع یدین نہ کرنے اور کتنی کتب احادیث میں تکبیرِ تحریمہ کے سوا مطلقاً نماز میں رفع یدین نہ کرنے بلکہ سکون کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ذکر ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

﴿کتب احادیث جن میں تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں رفع یدین سے منع ہے﴾

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۳۷۰

(۲) مصنف عبد الرزاق جلد ۶ ص ۲۵۲ حدیث نمبر ۳۲۵۲

(۳) السنن الکبریٰ للنسائی جلد ۱ ص ۱۹۷ حدیث نمبر ۵۵۲، ۱۱۰۷

(۴) المعجم الکبیر جلد ۲ ص ۲۸۴ حدیث نمبر ۱۷۹۵، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۲۲

(۵) مستخرج ابو عوانہ جلد ۳ ص ۴۲۵ حدیث نمبر ۱۲۳۳، ۱۴۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸

(۶) مسند ابی یعلی جلد ۱۵ ص ۲۸۰ حدیث نمبر ۷۳۰۶، ۷۳۱۴

(۷) صحیح ابن حبان جلد ۸ ص ۲۴۶ باب صفۃ الصلاۃ حدیث نمبر ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱

(۸) مسند الطیالسی جلد ۲ ص ۳۶۲ حدیث نمبر ۸۱۵

(۹) مشکل الآثار للطحاوی جلد ۱۳ ص ۱۳۷ حدیث ۵۱۷۸

(۱۰) جامع الاحادیث جلد ۱۹ حدیث نمبر ۲۰۲۸۱

(۱۱) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۲ ص ۳۶۲ باب الخشوع فی الصلاۃ حدیث نمبر ۳۳۳۵، ۳۳۳۶، ۳۶۶۱، ۳۶۶۳۔

(۱۲) صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلاۃ حدیث نمبر ۹۹۶، ۱۱۹

(۱۳) سننِ ابی داؤد جلد ۳ ص ۳۳۳ حدیث نمبر ۱۰۰۲

(۱۴) سننِ ابی داؤد جلد ۳ ص ۳۳۳ حدیث نمبر ۱۰۰۲

(۱۵) مسند احمد حدیث نمبر ۲۱۴۴۷، ۲۱۵۵۰، ۲۱۵۵۴، ۲۱۶۱۹

﴿وہ کتب احادیث جن میں سلام کے وقت رفع یدین سے منع کیا گیا ہے﴾

(۱) السنن الکبریٰ للنسائی جلد ۱ ص ۳۵۴ حدیث نمبر ۱۱۰۸

(۲) صحیح ابن حبان جلد ۵ ص ۱۹۸ حدیث نمبر ۱۹۹

میں نے کتبِ احادیث میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثِ مذکور کو تلاش کیا تو

۱۴ مقامات پر حدیث مذکور میں تکبیر تحریمہ کے سوا مطلقاً نماز میں رفع یدین نہ کرنے اور سکون اختیار کرنے کا ذکر ہے۔ لیکن سلام کے وقت کی قید کے ساتھ رفع یدین نہ کرنے کی صراحت صرف دو کتابوں میں مجھے ملی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رفعِ یدین نہ کرنے اور نماز میں سکون سے رہنے کا حکم یہ اشارہ کر رہا ہے کہ رفعِ یدین کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ تمام احادیث جن میں رفعِ یدین کرنے کا ذکر ہے اگر چہ ان میں کچھ احادیث صحیح ہیں پھر بھی اس لیے قابل عمل نہیں کہ وہ رفع یدین نہ کرنے کی احادیث کے مقابلے میں منسوخ و مرجوح ہیں۔ اس لیے انہوں نے رفعِ یدین کرنے کی احادیث کو قابل عمل نہیں سمجھا۔ اس کے برخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رفعِ یدین کرنے کی احادیث زیادہ راجح ہیں وہ مرجوح یا منسوخ نہیں اس لیے انہوں نے رفع یدین والی احادیث پر عمل کیا۔ لیکن امام شافعی نے رفع یدین نہ کرنے پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفتِ حدیث کا الزام نہیں لگایا اور نہ رفع یدین کرنے والوں کو برا بھلا کہا۔ مگر فرقۂ غیر مقلدین (وہابیہ) جو خود کو اہل حدیث کہتا ہے وہ نہ جانے کیوں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو لعن طعن کرتا ہے اور ان پر صحیح حدیث کی مخالفت کا الزام لگاتا ہے۔ حالاں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ ان کا متبعِ سنت ہونا اور ان کا زہد و تقویٰ مسلم ہے۔ انہیں جمہور محدثین نے ثقہ حافظ الحدیث کہا۔ آپ امام بخاری کے استاذ کے استاذ امام ابن مبارک کے استاذ ہیں۔ آپ کے نزدیک رفعِ یدین نہ کرنے کے ثبوت پر صحیح احادیث موجود ہیں۔ لہٰذا آپ پر مخالفتِ حدیث کا الزام لگانا یا تو جہالت ہے یا عناد و ہٹ دھرمی۔ اللہ فرقۂ وہابیہ خوارجِ زمانہ کو ہدایت نصیب فرمائے۔

﴿رفعِ یدین نہ کرنے کی بائیسویں حدیث﴾

محمد بن عمر بن عطا صحابۂ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں نبی

کریم ﷺ کی نماز کا تذکرہ ہوا تو صحابی رسول حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کے رسول ﷺ کی نماز کو یاد رکھنے والا ہوں۔ پھر حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو دونوں شانوں کے مقابل لے گئے اور جب رکوع کیا تو دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھا پھر اپنی پشت کو جھکا دیا۔ رکوع سے سر اٹھایا تو سیدھے کھڑے ہو گئے اور ہڈی کا ہر جوڑ اپنی جگہ آ گیا۔ پھر سجدہ کیا تو دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا۔ ہاتھوں کو بچھایا نہیں۔ دونوں ہاتھوں کو پہلو سے الگ رکھا۔ دونوں قدموں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھا۔ پھر جب دو رکعت پر بیٹھے تو بائیں پیر پر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا کیا۔ (بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد ج ۱ ص ۱۶۵ حدیث ۸۲۸)

صحابی رسول حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے ایک جماعتِ صحابۂ کرام کو متوجہ کرتے ہوئے پورے اہتمام کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا۔ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھانے کا ذکر نہیں فرمایا۔ ایک جماعتِ صحابہ کے سامنے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی نماز کو یاد رکھنے والا ہوں اور پھر ان کا صرف تکبیر تحریمہ کے وقت حضور ﷺ کے رفعِ یدین کو بیان کرنا اور صحابہ کی جماعت کا اس پر خاموش رہنا کیا اس بات کی مضبوط دلیل نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین فرماتے تھے؟۔

﴿رفعِ یدین نہ کرنے کی تیئسویں حدیث﴾

”حدثنا ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال قدمت المدینة فقلت لا نظرن الی صلاة النبی صلی الله علیه وسلم فقال فکبر ورفع یدیه حتی رأیت ابهامیه قریبا من اذنیه“

ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے فرمایا: ہم سے حدیث بیان کی ابن ادریس نے۔ انہوں نے عاصم بن کلیب سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے۔ انہوں نے فرمایا: میں مدینہ آیا تو میں نے کہا میں ضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا۔ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ نے تکبیر کہی اور دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ میں نے آپ کے انگوٹھوں کو آپ کے دونوں کانوں کے قریب دیکھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۴، حدیث ۲۴۱۰)

سنن ابی داوٗد میں بھی حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ ذکر کرتے ہوئے صرف تکبیرِ افتتاح کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔

(سننِ ابی داوٗد ۱/۱۹۳)

حضرت وائل حجر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین فرمایا۔ اس کے علاوہ کہیں رفع یدین کرنا ثابت ہوتا تو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ضرور بیان کرتے۔ کیوں کہ وہ آں حضرت ﷺ کے رفعِ یدین کو اہتمام کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور اصول یہ ہے کہ مقام بیان میں عدم بیان، بیانِ عدم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں تکبیر افتتاح کے سوا نماز کے دوسرے مقامات میں رفع یدین کا ذکر نہ کرنا رفع یدین کے عدم ثبوت کی دلیل ہے۔

﴿رفع یدین نہ کرنے کی چوبیسویں حدیث﴾

"حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة :قال: حدثنا عبدة بن سليمان عن حارثة بن ابی الرجال عن عمرة قالت :سألت عائشة كيف كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟" (الخ)

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی ابوبکر بن ابی شیبہ نے، انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدہ بن سلیمان نے، انہوں نے حارثہ بن ابی الرجال سے، انہوں نے عمرہ سے،

انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ نماز کس طرح پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جب آپ وضو فرماتے تو اپنا ہاتھ برتن میں ڈالتے، بسم اللہ پڑھتے، پورا وضو فرماتے۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے۔ پھر رکوع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے اور ہاتھوں کو پھیلاتے، پھر سر اٹھاتے تو پیٹھ اپنی جگہ پر آجاتی۔ تمہارے اس قیام سے کچھ لمبا قیام ہوتا تھا۔ پھر سجدہ کرتے۔ (الیٰ آخر الحدیث)

(سنن ابن ماجہ: ا ص ۷۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ پوچھے جانے پر آپ نے نماز کا طریقہ بتایا تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر فرمایا۔ اگر بقولِ غیر مقلدین رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین ضروری ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کو ضرور بیان فرماتیں۔

سندِ حدیث:

حدیثِ مذکور کی سند حسن ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ صدوق ہیں۔ امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری و مسلم کے استاذ ہیں، عبدہ بن سلیمان صحاح ستہ کے راوی ہیں، حارثہ بن ابی الرجال کے صدوق و عادل ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ بعض ناقدینِ حدیث نے ان کے حافظہ میں کلام کیا ہے۔ حاکم نے فرمایا کہ امام مالک حارثہ سے راضی نہیں تھے لیکن ان کے معاصرین ائمہ حدیث ان سے راضی تھے۔

ابن سعد نے لکھا ہے:

"حارثة بن ابی الرجال رفیع القدر" حارثہ بن ابی الرجال بلند رتبہ تھے۔

حارثہ عبادت گذار اور صاحبِ روایت تھے۔ مدینہ میں ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ قلیل الحدیث تھے لیکن ثبت تھے۔

امام ترمذی اور ابو علی طوسی نے ان کی حدیث تخریج کرنے کے بعد لکھا ہے:

"قد تكلم فيه من قبل حفظه" ان کے حافظہ میں کلام کیا گیا ہے۔
عجلی نے کہا: "لا بأس به" ان میں کوئی عیب نہیں۔ (اکمال تہذیب الکمال، ۳/۳۴۴)
امام بخاری اور بعض محدثین نے انہیں منکر الحدیث لکھا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حارثہ بن ابی الرجال کی کوئی روایت مقبول نہیں۔ ان کی بعض روایات منکر ہیں۔ اور کسی راوی کی بعض روایات کے منکر ہونے سے اس کی ہر روایت کا منکر و نامقبول ہونا لازم نہیں۔
عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن سعد انصاریہ [وفات: ۹۸ یا ۱۰۶ھ] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پروردہ اور ان کی تلمیذہ تھیں۔ مدنی فقیہ خاتون تھیں۔ ان کے والد صحابی اور دادا اکابر صحابہ میں سے تھے۔ امام ذہبی نے فرمایا: "كان ثقة، حجة، خيرة، كثيرة العلم" ثقہ، حجت، کثیر العلم اور خیر والی تھیں۔ (تاریخ الاسلام: ۲/۱۱۵۱)

﴿رفع یدین نہ کرنے کی پچیسویں حدیث﴾

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ہم سے حدیث بیان کی ابو النضر نے، انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالحمید بن بہرام فزاری نے، انہوں نے شہر بن حوشب سے، انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عبدالرحمٰن بن غنم نے کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم (اشعری) کو جمع کر کے فرمایا: اشعریو! جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر لو تاکہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز بتاؤں جو آنحضرت ﷺ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ سب سے پہلے مردوں نے صف باندھی۔ پھر بچوں نے، پھر عورتوں نے۔ پھر کسی نے نماز کے لیے اقامت کہی۔ آپ نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے، تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا پھر سورۂ فاتحہ اور ایک سورہ آہستہ پڑھی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور "سبحان و بحمده" تین بار کہا، پھر "سمع الله لمن حمده" کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر

کھڑے ہوئے۔ آپ کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ ہوگئیں۔ جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی۔ جب نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے فرمایا: میری تکبیروں کو یاد کرلو اور میرے رکوع وسجود کو سیکھ لو۔ یہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی دن کی نماز ہے جو آپ نے ہمیں پڑھائی تھی۔ (مسند احمد ۱۱۲/۵)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے پورے اہتمام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان فرمایا۔ اگر آپ ﷺ کی نماز کے طریقے میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین دائمی سنت کے طور پر ثابت ہوتا تو حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ اس کو ضرور کر کے دکھاتے۔

سندِ حدیث: حدیثِ مذکور کی سند صحیح ہے۔

﴿حدیثِ مذکور کے راویوں کے حالات﴾

ابو النضر اسحاق بن ابراہیم [وفات: ۲۲۷ھ] بخاری، ابوداؤد اور نسائی کے راوی ہیں۔ ثقہ صدوق ہیں۔

عبد الحمید بن بہرام فزاری مدائنی، شہر بن حوشب کے شاگرد ہیں۔

- امام ابوداؤد وغیرہ نے انہیں ثقہ کہا۔
- یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا۔
- نسائی نے کہا: "لیس بأس به" ان میں کوئی عیب نہیں۔
- ابو حاتم نے کہا:

"احادیثه عن شهر صحاح" شہر بن حوشب سے ان کی احادیث صحیح ہیں۔

- امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

"حديثه عن شهر مقارب" شہر بن حوشب کی روایت میں وہ مقارب الحدیث (مقبول) ہیں۔

- ذہبی نے کہا:

''روی عن شهر نسخة حسنة''شہر بن حوشب سے ایک عمدہ نسخۂ احادیث کا سماع کیا ہے۔
(سیر اعلام النبلاء، ۷/۳۳۴)

شہر بن حوشب [وفات: ۱۱۲ھ] اکابر تابعین میں سے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، جندب بن عبداللہ، عبداللہ بن عمرو سے سماع کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھا ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ، ثبت تھے۔

- امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

''شہر ثقة مااحسن حدیثه''شہر ثقہ ہیں، ان کی حدیث کتنی اچھی ہے۔

- امام بخاری نے فرمایا:

''شهر حسن الحدیث''شہر عمدہ حدیث والے ہیں۔

- امام عجلی نے فرمایا: ''شہر ثقہ ہیں''
- یحییٰ بن معین نے فرمایا:

''شهر ثبت''شہر قوی الحافظہ ہیں۔

- ابو زرعہ نے کہا: ''ان میں کوئی عیب نہیں''
- علامہ ذہبی نے یہ فیصلہ سنایا:

''والاحتجاج به مترجح''ان سے احتجاج کرنا راجح ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، ۴/۳۷۲-۳۷۸)

عبدالرحمٰن بن غنم اشعری [وفات: ۷۸ھ] بالاتفاق اکابر تابعین میں سے تھے۔ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ صادق، فاضل عظیم المرتبت تھے۔ ان سے شام کے فقہاء تابعین نے علم فقہ حاصل کیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل، عمر بن خطاب، ابو ذر غفاری، ابو مالک اشعری، ابو الدرداء وغیرہم رضی اللہ عنہم سے سماعِ احادیث کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، ۴/۴۵)

معلوم ہوا کہ حضرت ابو مالک اشعری کی یہ حدیث صحیح ہے۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو اہتمام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور اس میں صرف تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین

کرنے کا ذکر ہے۔ جو ترکِ رفع یدین کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔

﴿رفع یدین نہ کرنے کی چھبیسویں حدیث﴾

سالم البرّاد نے کہا: ہم حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ہم نے ان سے نماز کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں وہ نماز نہ پڑھاؤں جو رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے تھے؟ پھر حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کیا۔ پھر رکوع کیا۔ رکوع میں دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا۔ اپنے بازوؤں کو پہلو سے الگ رکھا۔ پھر اس طرح کھڑے ہوئے کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا۔ اسی طرح آپ نے چار رکعات پوری فرمائی۔ (مسند احمد: ۴۲/۳۷ حدیث ۲۲۳۵۹)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ پوچھا گیا تو آپ نے نماز پڑھ کر دکھایا اور صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا۔ اگر رفع یدین آپ کی سنت دائمہ ہوتی تو اس کو ضرور ذکر فرماتے۔

سندِ حدیث:

حدیثِ مذکور کی سند میں درج ذیل راوی ہیں: یحییٰ بن حماد، ابو عوانہ، عطاء بن سائب، سالم البرّاد۔ ان میں عطاء بن سائب کے سوا سب صحیح بخاری و مسلم کے راوی ہیں اور عطاء بن سائب بھی ثقہ مقبول ہیں۔

- علی بن مدینی نے فرمایا:

"میں نے عطاء کی قدیم حدیث میں کسی شخص کچھ کلام کرتے ہوئے نہیں سنا۔"

- عبدالرحمٰن نے فرمایا:

"میرے نزدیک لیث بن ابی سلیم، عطاء بن سائب، یزید بن ابی زیاد اچھے ہیں، ان میں لیث سب سے اچھے ہیں۔"

● جریر نے تینوں کا ذکر کر کے کہا:

''یزید استقامت فی الحدیث میں سب سے اچھے ہیں، پھر عطار۔''

● امام احمد بن حنبل نے فرمایا:''عطاء ثقة ثقة رجل صالح''

معلوم ہوا کہ یہ حدیث سنداً حسن بلکہ صحیح لغیرہ ہے۔

﴿رفع یدین نہ کرنے کی ستائیسویں حدیث﴾

﴿حضرت عباد بن زبیر ؓ کی حدیث﴾

خلافیات بیہقی میں ہے:

''اخبرنا ابو عبد الله الحافظ عن ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحاق الحسن بن ربیع عن حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحییٰ عن عباد بن الزبیران رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیه فی اول الصلاة ثم لم یرفعهما فی شئ حتی یفرغ''

ترجمہ: حضرت عباد بن زبیر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو نماز کے شروع میں اٹھاتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کہیں ہاتھوں کو نہ اٹھاتے تھے۔ (خلافیات بیہقی بحوالہ الدرایہ: ۱/۱۵۲)

﴿رفعِ یدین نہ کرنے پر آثارِ صحابہ کرام﴾

خلفائے راشدین کے عمل سے رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت

حضرت ابوبکر صدیق ؓ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پیچھے حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ نے نماز

پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا۔
(سنن دارقطنی ص ۱۱۱، حدیث نمبر ۱۱۴۴)

﴿اعتراض﴾

اس حدیث کی روایت میں محمد بن جابر تنہا ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔

﴿جواب﴾

محمد بن جابر صدوق ہیں۔ ان کی یہ روایت ثقہ راویوں کے خلاف نہیں۔
ان کے بارے میں ابن عدی نے کہا:
"روی عنه الکبار ایوب وابن عون وسرد جماعة ثم قال:ولولا انه فی ذالك المحل لم یروعنه هؤلاء وقد خالف فی احادیث ومع ما تکلم فیه من تکلم یکتب حدیثه"
ترجمہ: محمد بن جابر سے اکابر محدثین نے احادیث روایت کی ہیں۔ اگر محمد بن جابر اس مرتبے میں نہ ہوتے تو وہ محدثین ان سے روایت نہ کرتے۔ باوجود اس کے کہ بعض لوگوں نے ان کی بعض احادیث کی مخالفت کی ہے اور ان پر کلام کیا ہے، ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔
(الکواکب النیرات لابن الکیال ج ۱ ص ۴۹۵)

ابن ابی حاتم نے کہا:
"سئل ابی عن محمد بن جابر وابن لهیعة فقال: محلهما الصدق ومحمد بن جابر احب الی من ابن لهیعة"
ترجمہ: میرے والد ابو حاتم سے محمد بن جابر اور ابن لہیعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: محمد بن جابر میرے نزدیک ابن لہیعہ سے زیادہ محبوب ہیں۔ (الجرح والتعدیل: ۷/۲۱۹)
محمد جابر کی یہ روایت ثقہ راویوں کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے مقبول ہے۔ اس کی تائید میں مرفوع وموقوف صحیح احادیث ہونے کی وجہ سے یہ حدیث حسن کے درجے میں ہے۔ لیکن

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت امام اعظم کے نزدیک اعلیٰ درجے کی صحیح ہے۔ ان کی سند میں محمد بن جابر موجود نہیں۔

﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے﴾

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر فلم یرفعوا ایدیھم الا عند التکبیرۃ الاولی فی افتتاح الصلاۃ“

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے حضرت نبی کریم ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے صرف تکبیر افتتاح (تکبیر تحریمہ) کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ (دار قطنی ج ۱، ص ۱۱۱ حدیث نمبر ۱۱۴۴)

حضرت اسود کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے پہلی تکبیر کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا پھر دوبارہ نہیں اٹھایا:

روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”رأیت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رفع یدیہ فی اول تکبیر ثم لا یعود“

ترجمہ: میں نے (حضرت اسود نے) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے پہلی تکبیر کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا پھر دوبارہ نہیں اٹھایا۔

(شرح معانی الآثار للامام الطحاوی کتاب الصلاۃ باب التکبیرات)

امام طحاوی نے اس کی یہ سند ذکر کی ہے:

”حدثنا ابن ابی داود قال حدثنا الحمانی قال حدثنا یحیٰ ابن اٰدم عن

الحسن بن العياش عن عبد الملك بن ابحر عن الزبير بن عدى عن ابراهيم عن الاسود قال رايت عمر بن الخطاب الخ"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی حمانی نے، انہوں نے کہا ہم سے، حدیث بیان کی یحییٰ بن آدم نے، انہوں نے حسن بن عیاش سے وہ عبدلملک بن ابحر سے، وہ زبیر بن عدی سے، وہ ابراہیم سے، وہ اسود سے، اسود نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے تکبیر کے وقت رفع یدین کیا پھر (پوری نماز میں) دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کے بارے میں امام طحاوی نے فرمایا:

"وهو حديث صحيح" یہ صحیح حدیث ہے۔ (شرح معانی الآثار، ۱/۲۲۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: "رجاله ثقات"

اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں (الدرایہ ص ۱۵۲)

علامہ ابن الترکمانی نے لکھا:

"هذاالسندايضاصحيح علىٰ شرط مسلم" یہ سند بھی صحیح، شرط مسلم پر ہے۔

(الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۵)

﴿اہلِ حدیث کا اعتراض﴾

شیخ مبارکپوری نے "ابكار المنن" میں اس حدیث پہ یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کی سند میں ابراہیم نخعی مدلس راوی ہیں اور انہوں نے عن سے روایت کی ہے اور مدلس کی روایت عن کے ساتھ مقبول نہیں۔

﴿اعتراض کا جواب﴾

غیر مقلدین، احناف پر اعتراض کرتے وقت جوش میں اپنا ہوش کھو بیٹھتے ہیں۔ مبارکپوری صاحب کو اعتراض کرتے وقت یہ خیال نہیں رہا کہ ابراہیم نخعی صحیح بخاری کے راوی

ہیں۔ بخاری میں ان کی ڈیڑھ سو سے زائد احادیث لفظ عن کے ساتھ مروی ہیں۔ کیا ابراہیم نخعی کی وہ ساری احادیث بخاری شریف میں ضعیف ہیں؟ اگر نہیں تو ابراہیم نخعی کی یہ روایت عن کے ساتھ ضعیف کیوں؟ کیا اس لیے کہ اس سے احناف کا موقف ثابت ہوتا ہے؟؟ فما کان جوابکم فھو جوابنا۔ جو تمہارا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہوگا۔

ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو اپنی قوی سند کے ساتھ یوں ذکر کیا ہے:

"حدثنا یحیٰ بن أدم عن الحسن بن عیاش عن عبد الملك بن ابحر عن الزبیر بن عدی عن ابراهیم عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیه فی شی من صلاته الا حین افتتح الصلاۃ"

ترجمہ: ہم سے یحیٰ ابن ادم نے حدیث بیان کی انہوں نے حسن بن عیاش سے، انہوں نے عبدالملک بن ابحر سے، انہوں نے زبیر بن عدی سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے اسود سے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں تکبیرِ افتتاح کے سوا کہیں پہ رفع یدین نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے﴾

کلیب الجرمی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے ان کا بیان یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور پوری نماز میں کہیں ایسا نہیں کرتے تھے۔

امام محمد نے فرمایا:

"اخبرنا ابو بکر بن عبداللہ النهشلی عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیه وکان من اصحاب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجهه کان یرفع یدیه فی التکبیرۃ الاولی التی یفتتح بها الصلاۃ ثم لا یرفعهما فی شیٔ من الصلاۃ"

ترجمہ: ہمیں خبر دی ابوبکر بن عبداللہ نہشلی نے، انہوں نے عاصم بن کلیب الجرمی سے، انہوں نے اپنے والد سے اور وہ حضرت علی بن ابو طالب کے اصحاب میں سے تھے انہوں نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نماز کے کسی حصے میں نہیں اٹھاتے تھے۔ (موطا امام محمد ج ۱ ص ۱۸۴ باب ۳۳ حدیث نمبر ۱۰۹)

حکمِ حدیث: یہ حدیث صحیح ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اس کی روایت یوں کی ہے:

"حدثنا وکیع عن ابی بکر بن عبد اللّٰہ بن قطاف النھشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ ثم لا یعود"

ترجمہ: عاصم بن کلیب الجرمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کے والد کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر پوری نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۱۳، حدیث: ۲۴۴۲)

اس حدیث کی سند کے تمام راوی صحیح بخاری و مسلم کے ہیں لہٰذا اس کے صحیح ہونے میں اہلِ حدیث کو بھی کلام نہیں ہونا چاہئے۔

وکیع: بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ ان کے حالات گزر چکے۔

ابوبکر بن عبداللہ نہشلی: صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ انہیں امام احمد، یحییٰ بن معین اور عجلی نے ثقہ کہا۔ امام ذہبی نے کہا: "حسن الحدیث صدوق" وہ حسن الحدیث، صدوق ہیں۔

(میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۹۶)

عاصم بن کلیب:

- ذہبی نے کہا: "وہ فاضل و عابد تھے۔"

- ابنِ معین وغیرہ نے ثقہ کہا۔
- ابن سعد نے کہا: "كان ثقة يحتج به" وہ ثقہ قابلِ حجت تھے۔
- ابو حاتم نے "صالح" کہا۔
- احمد بن حنبل کہا: "لا بأس بحديثه" ان کی حدیث میں کوئی عیب نہیں۔
- ابو داؤد نے فرمایا: "كان افضل اهل الكوفة" وہ اہلِ کوفہ میں سب سے افضل تھے۔
- ان سے بخاری نے تعلیقاً اور امام مسلم نے موصولاً روایت کی ہے۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ۱۳/۵۳۷)

کلیب: کلیب بن شہاب الجرمی الکوفی۔ ان سے بخاری نے "جزء رفعِ یدین" میں اور ابو داؤد نے سنن میں راویت لی ہے۔

- ابوزرعہ وغیرہ نے انہیں ثقہ کہا۔
- ابن سعد نے کہا: حضرت عمر و علی سے روایت لی ہے۔

"وكان ثقة كثير الحديث" وہ ثقہ کثیر الحدیث تھے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ ان کی حدیث کو عمدہ سمجھتے تھے اور ان سے حجت پکڑتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: ۶/۱۷۶)

﴿حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے﴾

مصنف ابن ابی شیبہ حدیث ۲۴۵۲ میں حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ تکبیر افتتاح کے سوا نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام طحاوی [وفات: ۳۲۱ھ] نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے رفع یدین ترک فرما دیا تھا۔ لہٰذا یہ اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

(شرح مشکل الآثار ۱۰/۳۵)

امام المحدثین امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا:

"حدثنا ابن ابی داود قال حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابو بکر بن

عياش عن حصين عن مجاهد قال صليت خلف بن عمر فلم يكن يرفع يديه الا فی التکبیرة الاولیٰ من الصلاة"

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی ابن ابوداود نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابوبکر ابن عیاش نے انہوں نے حصین سے، انہوں نے مجاہد سے۔ مجاہد نے کہا: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ صرف نماز کے تکبیرہ اولیٰ میں رفع یدین کرتے تھے۔

(شرح معانی الا ثار ج اص ۱۶۳)

ابن ابی داؤد کے سوا اس سند کے سب راوی صحیح بخاری کے ہیں۔ اور ابن ابی داؤد کو ابن حجر عسقلانی نے حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ (لسان المیز ان ج اص ۲۷۶)

﴿حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے نزدیک رفع یدین کی احادیث منسوخ ہیں﴾

شارح بخاری، محدث وفقیہ علامہ بدر الدین عینی نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے:

"عن عبد اللّٰہ بن زبیر انه رأی رجلا یرفع یدیه فی الصلاة عند الرکوع وعند رفع رأسه من الرکوع فقال له لا تفعل فان هذا شئ فعله رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم ترك"

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو رکوع کرتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ تم یہ نہ کرو کیوں کہ اس چیز کو اللہ کے رسول ﷺ نے کیا تھا پھر اسے ترک کر دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۷)

﴿غیر مقلد نواب صدیق حسن کے بقول رفع یدین منسوخ ہے﴾

غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے لکھا ہے:

"ان آخر الامرین ترك الرفع ولا یدری مدة الترك فیحتمل انه

ترکه في ايام المرض"

ترجمہ: رفع یدین کرنے اور نہ کرنے میں آخری فعل رفع یدین نہ کرنا ہے، اور ترک کا زمانہ معلوم نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے مرض وفات کے زمانے میں ترک کیا ہو۔

(الروضۃ الندیۃ ملخصاً ص ۹۵)

﴿حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے﴾

محدث ابن ابی شیبہ نے یہ روایت ذکر کی ہے:

"حدثنا ابن فضيل عن عطاء عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال: لا ترفع الايدى الافى سبع مواطن اذاقام الى الصلاة و اذارأى البيت وعلى الصفا والمروة وفى عرفات وفى جمع وعندالجمار"

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صرف سات جگہوں میں ہاتھ بلند کیے جائیں گے۔ نماز شروع کرتے وقت، بیت اللہ شریف دیکھتے وقت، صفا و مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں اور رمی جمار کے وقت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۴، حدیث نمبر ۲۴۵۰)

﴿عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم رفع یدین نہیں کرتے تھے﴾

عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم یعنی وہ دس صحابہ کرام جنہیں رسول اللہ ﷺ نے دنیا ہی میں جنت کی خوش خبری سنا دی ہے وہ بھی نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ وہ دس صحابہ کرام یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضی، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح۔ رضی اللہ عنہم

شارح بخاری علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"العشرة الذين شهد لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بالجنة كانوا لا يرفعون ايديهم الا فى افتتاح الصلاة"

ترجمہ: جن دس حضرات کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی خوش خبری سنائی ہے، وہ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ۵/۲۷۲، بدائع الصنائع: ۱/۲۰۷)

حضرت ابو ہریرہ ﷛ رفع یدین نہیں کرتے تھے

امام مالک فرماتے ہیں کہ:

"مجھے نعیم مجمر اور ابو جعفر قاری نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ ﷛ انہیں نماز پڑھاتے تھے تو ہر بار اٹھتے اور جھکتے وقت تکبیر کہتے اور ہاتھوں کو تکبیر افتتاح کے وقت اٹھاتے تھے۔"

(مؤطا امام محمد ۹۰، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ ۱/۹۵)

ان کے علاوہ کثیر صحابۂ کرام سے رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا:

"وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم"

ترجمہ: رفع یدین نہ کرنے کے قائل نبی کریم ﷺ کے کثیر اہل علم صحابۂ کرام ہیں۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۴۰ حدیث ۲۵۷)

وہ تابعین کرام جو رفع یدین نہیں کرتے تھے

ابراہیم بن یزید بن عمرو نخعی [وفات: ۹۵ھ یا ۹۶ھ] رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام ذہبی نے فرمایا کہ وہ جلیل القدر تابعی، فقیہ، ثقہ محدث اور علماء کے سردار تھے۔

(الکاشف ترجمہ ۲۲)

امام نخعی خود نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو اس سے منع فرماتے تھے۔

محدث امام ابن ابی شیبہ نے یہ روایت ذکر کی:

”حدثنا هشيم قال اخبرنا حصين و مغيرة عن ابراهيم انه كان يقول اذا كبرت في الصلاة فارفع يديك ثم لا ترفعهما فيما بقي“

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی فرماتے تھے کہ جب تم نماز میں تکبیر تحریمہ کہو تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاؤ پھر باقی نماز میں ہاتھوں کو نہ اٹھاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۴)

﴿راویوں کے حالات﴾

حضرت ہشیم: بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔

امام ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

”هشيم بن ابی ساسان ابو علی من اتباع التابعين من اهل الكوفة“

ترجمہ: ہشیم بن ابی ساسان ابو علی کوفی تبع تابعین میں سے تھے۔ (الثقات ۵۶۹/۷)

حضرت حصین: بخاری و مسلم کے راوی ہیں، تبع تابعین میں سے تھے، ان کا اہلِ کوفہ میں شمار تھا، امام ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر فرمایا ہے۔ ۱۳۹ھ میں وفات ہوئی۔

حضرت مغیرہ: بخاری و مسلم کے راوی ہیں، تبع تابعین میں سے تھے، ان کا شمار اہلِ کوفہ میں ہوتا تھا، امام ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام ذہبی نے فرمایا: ”جائز الحديث“

(الثقات ۱۶۹/۹، الکاشف ترجمہ ۵۵۸۴)

- یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”مغیرہ ہمیشہ حماد بن ابی سلیمان سے بڑے حافظ الحدیث رہے۔“
- عجلی نے کہا: ”مغیرہ ثقہ فقیہ الحدیث تھے۔“
- نسائی نے انہیں ”ثقہ کہا“ (تہذیب الکمال: ۳۹۹/۲۸)

حضرت ابراہیم نخعی کی روایتِ مذکورہ کے سب راوی ثقہ معتبر ہیں۔ سب بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔

علاوہ ازیں امام ابن ابی شیبہ نے روایتِ مذکورہ کو درج ذیل اسناد کے ساتھ بھی ذکر کیا ہے:

"ابو بکر بن عیاش عن حصین و مغیرة عن ابراهیم قال لا ترفع یدیك فی شیء من الصلاة الا فی الافتتاحة الاولی"

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۶ کتاب الآثار لابی یوسف حدیث ۹۹ ج ۱ ص ۲۰)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا: تم اپنے دونوں ہاتھوں کو نماز میں صرف پہلی تکبیر، تکبیر افتتاح کے وقت اٹھاؤ۔

حضرت ابوبکر بن عیاش:

امام ابن حبان نے لکھا:

"من اتباع التابعین من اهل الکوفة من عبادهم مات سنة ثلاث وتسعین ومائة"

ترجمہ: ابوبکر بن عیاش تبع تابعین اور کوفہ کے عبادت گزار لوگوں میں سے تھے۔ ۱۹۲ھ میں وفات ہوئی۔ (الثقات ۷/۶۶۸)

ابو حاتم رازی نے فرمایا:

"هو وشریك فی الحفظ سواء" ابوبکر بن عیاش اور شریک دونوں کا حافظہ برابر تھا۔

(الکاشف ترجمہ ۶۵۳۵)

ابوبکر بن عیاش بھی بخاری کے راوی ہیں۔ شریک آخر عمر میں سوء حفظ کا شکار ہوئے تھے۔ یہی حال ابوبکر بن عیاش کا تھا۔ لیکن ابوبکر بن عیاش شریک کی طرح صدوق، ثقہ تھے اور امام احمد ابن حنبل نے فرمایا: "صدوق ثقة ربما غلط" امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: "ثقة عابد الا انه کبر ساء حفظه و کتابه صحیح" یعنی ابوبکر بن عیاش سچے، قابل اعتماد، عابد و زاہد تھے۔ بڑھاپے میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا اور اس حال میں کبھی کبھی غلطی کرتے تھے لیکن ان کی کتب احادیث صحیح ہیں۔ ایسے راوی کی روایت مابعد اختلاط حسن بلکہ متعدد طُرق کی بنیاد پر "صحیح لغیرہ" بھی ہو جاتی ہے۔ باقی راوی حصین، مغیرہ اور ابراہیم کے حالات گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمالیں۔

﴿حضرت خیثمہ رفع یدین نہیں کرتے تھے﴾

"حدثنا ابو بکر عن الحجاج عن طلحة عن خيثمه وابراهيم قال كانا لا يرفعان ايديهما الا في بدء الصلاة"

ترجمہ: حضرت خیثمہ اور ابراہیم نخعی صرف نماز کی ابتداء میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۴، حدیث نمبر ۲۴۴۸)

ابوبکر بن عیاش: ثقہ عابد وزاہد فقیہ تھے۔ حالات پچھلے صفحات میں دیکھیں۔

حجاج بن عاصم: تبع تابعینِ اہل کوفہ میں سے محدث، فقیہ اور کوفہ کے قاضی تھے۔

(الثقات ۶/۱۰۵)

ابن حجر عسقلانی وذہبی نے کہا کہ ان کی احادیث لینے میں کوئی جرح نہیں۔

(التقریب ترجمہ ۱۲۳۹، الکاشف ترجمہ: ۹۳۶)

طلحہ: طلحہ ابو حماد کوفی تبع تابعین میں سے تھے۔

امام ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر فرمایا ہے۔ (الثقات ۶/۴۸۹)

خیثمہ جعفی کوفی: تابعین میں سے تھے۔ امام ذہبی نے انہیں امام ثقہ لکھا۔ فیاض اور علماء نواز تھے۔ وراثت میں ۲ ہزار دینار ملے تھے، سب علماء پر خرچ کر دیا تھا۔

(الکاشف ترجمہ: ۱۴۲۸)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابراہیم نخعی کی روایت کو چار سندوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جن پر کوئی کلام نہیں اور سارے راوی ثقہ، صدوق معتبر ہیں۔

﴿حضرت قیس رفع یدین نہیں کرتے تھے﴾

قیس بن ابی حازم عوف بن حارث کوفی تابعین میں سے تھے۔ امام ابن حجر نے انہیں

ثقہ لکھا۔ امام ذہبی نے لکھا: اکابر تابعین میں سے تھے۔ صرف چھ دنوں کے فاصلے نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے شرف یاب ہونے کا موقع نہ دیا۔ سن ۸۴ھ یا ۸۶ھ میں وفات ہوئی۔
(الکاشف ترجمہ ۴۵۹۶)

- ابن معین نے انہیں ثقہ کہا۔
- اسماعیل بن خالد نے ثبت کہا۔
- معاویہ بن صالح نے لکھا: قیس زہری سے زیادہ ثقہ تھے
- ذہبی نے کہا کہ ان کے قابل حجت ہونے پر اجماع ہے۔ جس نے ان پر کلام کیا خود کو مصیبت میں ڈالا۔ (الاغتباط لمن رمی من الرواۃ بالاختلاط)

حضرت قیس تابعی بھی صرف تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس کے سوا پوری نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے ان کی روایت کو درج ذیل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

"حدثنا یحییٰ بن سعید عن اسماعیل قال: کان قیس یرفع یدیہ اول مایدخل فی الصلاۃ ثم لا یرفعھما"

ترجمہ: حضرت قیس (جلیل القدر تابعی) نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۴ باب من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود حدیث نمبر ۲۴۴۹)

راویوں کے حالات

یحییٰ بن سعید: یحییٰ بن سعید قطان [وفات: ۱۹۸ھ]
شیوخ: سلیمان تیمی، ہشام بن عروہ، اعمش، اسماعیل بن ابی خالد وغیرہ۔
تلامذہ: سفیان، شعبہ، عبدالرحمٰن بن مہدی، مسدد، ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ۔
(سیر اعلام النبلاء، ج ۹ ص ۱۷۶)

- ذہبی نے انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا۔
- امام احمد بن حنبل نے کہا: میری آنکھوں نے یحییٰ بن سعید قطان کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔
- یحییٰ بن معین نے کہا:

مجھ سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا کہ تمہاری آنکھوں نے یحییٰ بن سعید کی طرح کسی کو نہیں دیکھا ہوگا۔

- علی بن مدینی نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے بڑھ کر رجال کا عالم نہیں دیکھا۔
- ابن خزیمہ نے کہا:

میں نے بُندار کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے یحییٰ بن سعید کے پاس بیس سال آنا جانا کیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے کبھی کسی چیز میں اللہ کی نافرمانی کی ہو۔

- ابن عوانہ نے کہا: اگر تم حدیث کا علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو یحییٰ قطان کو لازم پکڑو۔
- ابن سعید نے کہا:

"کان یحیٰ ثقة ماموناً رفیعاً حجة" یحییٰ ثقہ، مامون، بلند رتبہ اور حدیث میں حجت تھے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۹ ص ۱۸۰)

تمام ناقدین حدیث کے نزدیک یحییٰ بن سعید قطان ثقہ، عادل اور حجت فی الحدیث تھے، کسی نے ان پر جرح نہیں کی ہے۔

اسماعیل بن ابی خالد: والد کا نام ہرمز یا سعد تھا۔ [وفات: ۱۴۶ھ]

شیوخ:

اسماعیل بن عبدالرحمٰن سدی، اشعث بن ابی خالد، حکیم بن جابر احمسی، زبیر بن عدی اور قیس بن ابی حازم وغیرہ۔

تلامذہ:

ابراہیم بن حمید رواسی، جریر بن عبدالحمید، جعفر بن عون، حفص بن غیاث، حکم بن عتیبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن مبارک، ابو معاویہ محمد بن خازم الضریر وغیرہ۔

جرح وتعدیل:

- عبداللہ بن مبارک نے کہا:

''حفاظ حدیث تین ہیں (۱) اسماعیل بن ابی خالد (۲) عبدالملک بن ابی سلیمان (۳) یحییٰ بن سعید انصاری۔ وہ شعبی کی روایت کو سب سے زیادہ جاننے والے اور ان کی روایت میں سب سے زیادہ مضبوط تھے۔'' (تہذیب الکمال ج ۳ ص ۷۳)

- مروان بن معاویہ نے کہا:

''کان اسماعیل یسمی المیزان'' اسماعیل کو علم حدیث کی میزان کہا جاتا تھا۔

- احمد بن حنبل نے کہا:

''اصح الناس حدیثاعن الشعبی ابن ابی خالد'' شعبی کی سب سے زیادہ صحیح احادیث ابن ابی خالد کے پاس تھیں۔

- عبدالرحمٰن بن مہدی، ابن معین اور نسائی نے ثقہ کہا۔
- یعقوب بن شیبہ نے ثقہ ثبت کہا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۳ ص ۷۵)

ثابت ہوا کہ یہ روایت صحیح ہے۔ جلیل القدر تابعی حضرت قیس بن ابو حازم نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت عامر شعبی رفع یدین نہیں کرتے تھے

حضرت عامر بن شراحیل بن عبد الشعبی [وفات: ۱۰۹ھ] کوفہ کے رہنے والے جلیل القدر تابعی تھے۔ ایک سو پچاس صحابہ کرام سے احادیث سنی تھیں۔ عظیم فقیہ، شاعر تھے۔

- امام ابن حجر نے فرمایا: ثقہ، مشہور فقیہ اور فاضل تھے۔
- امام ذہبی نے فرمایا کہ شعبی کا قول ہے کہ:

میں نے ۵۰۰ صحابۂ کرام سے ملاقات کی ہے۔ میں نے اپنی بیاض میں جو کچھ لکھا اور جو حدیث بھی سنی ہے اسے محفوظ رکھا ہے۔

مکحول فرماتے ہیں کہ میں نے شعبی سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا اور ایک نے کہا کہ عامر شعبی اپنے زمانے میں حضرت ابن عباس ﷺ کی طرح تھے۔

(الثقات ۵/۱۸۵، التقریب ترجمہ: ۳۴۱۷، الکاشف ترجمہ ۲۵۳۱)

قارئین کرام! غور فرمائیں اگر رفعِ یدین نہ کرنا سنتِ رسول اور سنتِ صحابہ کے خلاف ہوتا تو امام عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانے میں حضرت ابن عباس ﷺ کی طرح مجتہد فقیہ تھے، انہوں نے ۵۰۰ صحابۂ کرام سے ملاقات کی تھی اور ۱۵۰ صحابۂ کرام سے احادیث سنی تھیں جن میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں:

اسامہ بن زید بن حارثہ، اشعث بن قیس کندی، انس بن مالک، براء بن عازب، بریدہ بن حصیب اسلمی، جابر بن سمرہ، جابر بن عبداللہ، جابر بن عبداللہ البجلی، حارث بن عبداللہ الاعور، حارث بن مالک بن برصاء، حبشی بن جنادہ، حسن بن علی بن ابی طالب، خارجہ بن صلت برجمی، ربیع بن خثیم، زر بن حبیش، زیاد بن عیاش اشعری، زید بن ارقم، زید بن ثابت، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، سمرہ بن جندب، سوید بن غفلہ، عبادہ بن صامت، عبداللہ بن ابی اوفی، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ان صحابۂ کرام نے ان سے نماز میں رفع یدین کرنے کی احادیث ذکر کی تھیں اور انہوں نے ان کی ذکر کردہ احادیث کو نہیں مانا تھا۔؟ ایسا ہر گز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ جن صحابۂ کرام سے انہوں نے احادیث سنی تھیں ان سے یہی سنا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے نماز میں پہلے رفع یدین کیا تھا بعد میں آپ نے ترک کر دیا تھا۔ لہٰذا ان صحابۂ کرام کے طریقے پر چلتے ہوئے، حضرت عامر شعبی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"حدثنا ابن المبارك عن اشعث عن الشعبی انه كان يرفع يديه فی اول التكبير ثم لا يرفعهما"

ترجمہ: شعبی نماز کی پہلی تکبیر میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، باب من کان یرفع فی اول تکبیرۃ ج ۱ ص ۲۱۳: حدیث ۲۴۲۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب رفع یدین نہیں کرتے تھے

امام ابن ابی شیبہ نے یہ روایت ذکر کی ہے:

"حدثنا وکیع وابو اسامة عن شعبة عن ابی اسحاق قال: کان اصحاب عبد اللہ واصحاب علی لا یرفعون ایدیھم الا فی افتتاح الصلاۃ قال وکیع ثم لا یعودون"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب صرف نماز شروع کرتے وقت رفعِ یدین کرتے تھے۔ وکیع نے فرمایا کہ پھر یہ حضرات دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۴: حدیث ۲۴۴۶)

راویوں کے حالات

وکیع: ان کے حالات گزر چکے۔ وہ ثقہ، حافظ الحدیث تھے۔

ابواسامہ: حماد بن اسامہ بن زید کوفی [ولادت: حدود ۱۲۰ھ، وفات ۲۰۱ھ]

شیوخ: ہشام بن عروہ، اعمش، ابن ابی خالد، بہز بن حکیم، شعبہ، سفیان وغیرہ۔

تلامذہ:

عبدالرحمٰن بن مہدی، شافعی، حمیدی، ابوخیثمہ، ابوبکر ابن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ اور اسحٰق الکوسج وغیرہ۔ بخاری مسلم سمیت صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے انہیں ثقہ ثبت اور اعلم الناس (سب سے زیادہ علم والا) کہا۔

امام ذہبی نے انہیں حافظ الحدیث اور امام کہا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۲۷۸)

ابو اسحاق سبیعی: اجلۂ تابعین میں سے تھے۔ ان کا قول ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے درج ذیل صحابۂ کرام سے احادیث لی ہیں:
معاویہ، عدی بن حاتم، عبداللہ بن عباس، براء بن عازب، زید بن ارقم، عبداللہ بن عمرو بن عاص اور ابو جحیفہ السوائی وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۳۹۴)
اتنے جلیل القدر صحابہ سے احادیث سننے والے تابعی کے بارے میں کیا یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ صحابۂ کرام سے رفع یدین کرنے کی احادیث سننے کے باوجود ترکِ رفع یدین پر عامل تھے؟

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رفع یدین نہیں کرتے تھے

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ تابعی ثقہ تھے۔ ان کے اصحاب ان کی ایسی تعظیم کرتے تھے جیسے امیر المومنین کی تعظیم کی جاتی تھی۔ سن ۸۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(کتاب الثقات ۱۰۱/۵، التقریب ترجمہ ۴۴۶۵، الکاشف ۳۴۰۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے سوا نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے:
"حدثنا معاویة بن هشیم عن سفیان بن مسلم الجهنی قال کان ابن ابی لیلیٰ یرفع یدیه اول شیٔ اذا کبر"
ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نماز میں پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبة، باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود: ۲۱۴/۱: حدیث ۲۴۵۱)

معاویہ بن ہشام [وفات: ۲۰۴ھ یا ۲۰۵ھ] رفع یدین نہیں کرتے تھے

ابوالحسن معاویہ بن ہشام تبع تابعین میں سے تھے۔اہل کوفہ میں سے تھے۔
ابن حجر عسقلانی نے انہیں صدوق (سچا) لکھا اور یہ کہا کہ ان سے کچھ وہم بھی صادر ہوئے ہیں۔
ذہبی نے لکھا کہ معاویہ بن ہشام ثقہ تھے۔
ابن حبان نے انہیں ثقہ میں ذکر کیا ہے اور لکھا کہ ان سے کبھی خطا بھی ہوئی ہے۔وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔(الثقات ۹/۱۶۶،التقریب ترجمہ ۶۲۸،الکاشف ترجمہ ۵۵۳۵)

تنبیہ:
کبھی وہم کا صدور ہونا یا خطا ہونا راوی کو مجروح نہیں کرتا جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رفع یدین نہیں

امام دار الہجرۃ،امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی میں درس دیا کرتے تھے۔اپنے دور میں اہل مدینہ کے علوم کے وارث تھے۔یقیناً ان کے سامنے رفع یدین کی احادیث موجود تھیں پھر بھی وہ فرماتے ہیں کہ: میں نہیں جانتا کہ نماز کی تکبیر افتتاح کے سوا کسی تکبیر کے ساتھ جھکتے یا اٹھتے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔ابن القاسم نے کہا کہ رفع یدین کا حکم امام مالک کے نزدیک ضعیف تھا۔(المدونہ ج ا ص ۱۶۵)

عبداللہ بن رشد مالکی امام مالک کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان میں سے وہ حضرات ہیں جنہوں نے رفع یدین کو صرف تکبیر تحریمہ تک ہی منحصر کیا ہے کیوں کہ ان کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود اور براء بن عازب رضی اللہ عنہم کی روایت راجح ہے۔یہی امام مالک کا مذہب ہے کیوں کہ اہل مدینہ کے عمل کے موافق بھی ہے۔

(بدایۃ المجتہد جلد ا ص ۴۴۱)

امام اہل مدینہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا رفع یدین کو ترک کرنا اور یہ کہنا کہ ہم نہیں جانتے کہ رفع یدین اہل مدینہ میں سے کوئی کرتا ہو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دور میں اہل

مدینہ رفع یدین نہیں کرتے تھے کیوں کہ ان کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ رفع یدین حضور ﷺ کا دائمی عمل نہیں تھا بلکہ آپ نے اسے ترک فرما دیا تھا۔

علاوہ ازیں امام اعظم کے دور میں کوفہ علم کا مرکز تھا۔ آپ کی حیات میں بھی بہت سے صحابہ وہاں موجود تھے اور خلافت فاروقی میں تو کوفہ فوجی چھاؤنی تھا جس میں ڈیڑھ ہزار یا چار ہزار صحابۂ کرام جلوہ فرما تھے۔ ان میں تین سو اصحابِ بیعت رضوان اور ستر بدری صحابی بھی تھے۔ عہدِ عثمانی کے آخر تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ کے معلم رہے۔ حضرت مولیٰ علی کے دور خلافت میں کوفہ دار الخلافت تھا۔ دور فاروقی سے لے کر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے زمانے تک فقہائے صحابہ و تابعین کا رفعِ یدین نہ کرنا کیا اس بات کی واضح دلیل نہیں کہ صحابہ و تابعین کرام یہ جانتے تھے کہ رفع یدین کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

البتہ جن حضرات کو اس کے منسوخ ہونے کا علمِ یقین حاصل نہ ہو سکا وہ رفع یدین کرتے رہے لیکن ایسے حضرات کی تعداد کم تھی۔ چنانچہ امام ترمذی نے متصلب شافعی محدث ہونے کے باوجود حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نقل کرنے کے بعد یہ تحریر فرمایا:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث (رفع یدین نہ کرنے کی) حسن ہے اور یہی قول بہت سے اہل علم صحابہ کرام و تابعین کا ہے اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (ترمذی: ۱/۳۵)

واضح رہے کہ امام ترمذی کو جس سند کے ساتھ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ملی ہے، اسے انہوں نے حسن لکھا ورنہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو جس سند کے ساتھ ملی وہ صحیح بلکہ صحیح تر ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزرا۔

﴿فقہائے کرام رفع یدین نہیں کرتے تھے﴾

﴿حضرت ابو بکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا بیان﴾

جلیل القدر محدث و فقیہ، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک امام احمد بن حنبل کے شیخ اور امام بخاری کے راوی شیخ حضرت ابو بکر بن عیاش تبع تابعین میں سے تھے۔ امام ابن مبارک فرماتے

ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عیاش سے بڑا سنتوں کا عامل نہیں دیکھا۔ وہ فرماتے ہیں: ”میں نے کسی فقیہ کو کبھی نہیں دیکھا کہ اس نے نماز میں تکبیرۂ اولیٰ کے سوا کہیں رفع یدین کیا ہو۔“

(شرح معانی الآثار جلد ۱ ص ۱۱۲)

کیا رفع یدین پچاس صحابہ سے مروی ہے؟

بعض حضرات نے یہ کہنا شروع کیا کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرنا پچاس صحابۂ کرام سے بلکہ اس سے بھی زیادہ سے مروی ہے۔ یہ بات غلط ہے، تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ دیگر مقامات پر رفع یدین کرنا جس صحابی سے بھی مروی ہے وہ تعارض، ضعف یا اختلاف سے خالی نہیں۔ لہٰذا تکبیرِ تحریمہ والے رفع یدین والی روایات کو مقابلے میں اختلافی رفع یدین کی دلیل میں پیش کرنا درست نہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ایک قول کا غلط مفہوم باور کرایا گیا ہے۔ وہ قول یہ ہے: ”کان اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و سلم یرفعون ایدیھم فی الصلاۃ “ (جزء رفع یدین للبخاری) رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔ اگر حضرت حسن بصری کے قول کا یہ مطلب ہے کہ صحابہ رکوع کرتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے تو کیا بلا استثنار سارے صحابہ کرام ایسا کرتے تھے اگر ہاں کہا جائے تو غلط ہوگا کیوں کہ کثیر آثارِ صحابہ اور مرفوع احادیث رفع یدین کی نفی کرتی ہیں۔ حضرت حسن بصری نے تو مطلق فرمایا کہ صحابۂ کرام نماز میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ تمام صحابہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے کیوں کہ یہ رفع یدین متفق علیہ ہے اور رکوع کرتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بلکہ دو سجدوں کے درمیان اور تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت، سجدے میں جاتے وقت، ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرنا اختلافی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک نے فرمایا: تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں رفع یدین نہیں کرنا ہے۔

کیوں کہ وہ رفع یدین خود صحابہ کرام میں اختلافی تھا اور رفعِ یدین نہ کرنا راجح اور تکبیر تحریمہ والا رفع یدین تمام صحابہ کا متفق علیہ تھا۔علاوہ ازیں قوتِ اسناد کے لحاظ سے رفع یدین نہ کرنے کی روایات زیادہ قوی ہیں۔نیز قرآن کی آیت: "وَقُومُوا لِلّٰہِ قَانِتِین" (البقرۃ:۲۳۸)
(اللہ کے لیے خاکساری کے ساتھ قیام کرو) اور حدیث صحیح "اسکنوا فی صلاتکم" (اپنی نماز میں سکون اختیار کرو) بھی رفع یدین نہ کرنے کی تائید کرتی ہیں۔اور اختلافِ احادیث و آثار کے وقت ان احادیث و آثار کو ترجیح دی جائے گی جو نص قرآنی کی موافقت کرتے ہوں۔لہٰذا رفع یدین نہ کرنے کی روایات کو نص قرآنی کے موافق ہونے کی وجہ سے مخالف روایات پر ترجیح حاصل ہوگی۔

کیا رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر رفع یدین کیا ہے؟

رفع یدین کے قائلین ایک روایت کو بڑے زور و شور کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تاوفات رفع یدین فرمایا ہے۔وہ حضرات بیہقی کے حوالے سے یہ روایت پیش کرتے ہیں:

"عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ واذا رکع واذا رفع رأسہ من الرکوع وکان لا یفعل فی السجود فما زالت تلک صلاتہ حتی لقی اللہ"

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے۔آپ کی یہ نماز ہمیشہ رہی یہاں تک کہ آپ نے اللہ سے ملاقات کی۔(وفات ہوئی)

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیہقی کی یہ روایت کتبِ احادیث میں موجود نہیں البتہ حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے:

”کان رسول الله صلی الله علیه و سلم یکبرفی الصلاۃ کل خفض ورفع فلم تزل تلك صلاته حتی لقی الله“

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہر جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے۔ ہمیشہ آپ کی نماز یہی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی۔ (مؤطاامام مالک: ۱/۷۶)

یہی روایت موطاامام مالک کے علاوہ درج ذیل کتبِ احادیث میں بھی حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

السنن الکبریٰ للبیہقی ، الجامع لابن وہب، کتاب الفوائد للبزار، مسند الشافعی، مصنف عبدالرزاق، معرفۃ السنن والآثار، موطاامام محمد۔

مذکورہ بالا آٹھ کتبِ احادیث میں روایتِ مذکورہ موجود ہے۔ کسی میں بھی یہ ذکر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرِ حیات تک تکبیرِ تحریمہ کے سوادوسرے مقامات پر رفعِ یدین کیا ہے۔ بلکہ یہ ذکر ہے کہ آپ آخرِ حیات تک نماز کے انتقالات کے وقت اللہ اکبر کہا کرتے تھے۔

تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں کہیں رفع یدین نہ کرنے کی احادیثِ صحیحہ حضرت ابن مسعود، حضرت براء بن عازب حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ وغیرہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثارِ صحیحہ پہلے ذکر کیے گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، خلفاء راشدین ودیگر صحابہ صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے۔ نیز حدیثِ صحیح مسلم کے حوالے سے پہلے گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں ہاتھوں کو بے قرار گھوڑوں کی دم کی طرح نہ اٹھاؤ بلکہ سکون سے نماز ادا کرو۔ یہ احادیث ثابت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ والے رفع یدین کے سوا نماز میں ہر رفع یدین کو ترک فرمادیا تھا اور صحابہ کرام کو بھی حکم فرمادیا تھا۔ حضرت ابن مسعود وحضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی احادیث صحیحہ نیز صحیح مسلم کی حدیث کے مقابلے میں رفعِ یدین کرنے کی روایت مرجوح ہے جب کہ بیہقی میں یہ روایت سرے سے موجود ہی نہیں۔ علاوہ ازیں اگر یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے کہیں ہو تو خود حضرت ابن عمر کا عمل اس حدیث کے خلاف تھا جیسا کہ صحیح روایت سے ثابت

ہے۔ نیز علامہ نیموی نے اس روایت کو ضعیف بلکہ موضوع قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "وھو حدیث ضعیف بل موضوع" (آثار السنن ج ا ص ۱۰۱) اس کے دو راوی عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ ہروی اور عصمہ بن محمد الانصاری کو وضّاعِ حدیث (حدیث گڑھنے والوں) میں شمار کیا گیا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۶۸/۳)

رفع یدین کرنے کی چار سو روایات ــــــ ایک قصہ

قائلین رفع یدین میں سے شیخ مجد الدین فیروز آبادی نے تو حد ہی کر دی۔ بعض بزرگوں نے لکھا تھا کہ رفع یدین کرنے کی روایت ۵۰ صحابہ کرام سے مروی ہے۔ فیروز آبادی صاحب نے بڑی اونچی اڑان دکھائی اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کے رفع یدین کو تکبیر تحریمہ والے رفع یدین میں شامل کر کے یہ لکھ مارا:

"تین جگہوں میں رفع یدین ثابت ہے اور راویوں کی کثرت کی وجہ سے متواتر کے مشابہ ہے۔ اس مسئلہ میں چار سو صحیح حدیثیں اور آثار آئے ہیں اور عشرہ مبشرہ نے روایت کیا۔ آنحضرت ﷺ کا عمل ہمیشہ اسی کیفیت پر رہا۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے رحلت فرما گئے اس کے علاوہ کوئی چیز ثابت نہیں"۔ (سفر السعادہ ص ۱۳، شرح ص ۶۴)

فیروز آبادی صاحب نے یہاں پانچ بلند بانگ دعوے کئے ہیں جن کا ہم ذیل میں تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

پہلا دعویٰ:

ان تین جگہوں (تکبیر تحریمہ، رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت) رفع یدین ثابت ہے۔

دعویٰ کا تحقیقی جائزہ:

اگر تین جگہوں میں رفع یدین ثابت ہے تو ان احادیث صحیحہ مرفوعہ و آثار کا کیا جواب ہوگا جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں بھی رفع یدین ثابت نہیں؟ حدیث حضرت

ابن مسعود، براء بن عازب، ابن عمر، ابوہریرہ وآثار خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا کیا جواب ہوگا کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں ثابت ہے۔ میں نے گزشتہ صفحات میں ۲۷ مرفوع احادیث اور کثیر آثار صحابہ وتابعین سے ثابت کیا کہ تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں کہیں رفع یدین نہیں۔ نیز حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وحدیث براء رضی اللہ عنہ جس میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے وہ رفع یدین کے ثبوت کی احادیث سے بہت زیادہ قوی ہیں۔ کوئی شخص کسی صحیح محفوظ، معارضہ سے خالی روایت سے ثابت کرکے دکھائے کہ تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں کسی اور جگہ بھی رفع یدین رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہے؟ ہرگز ثابت نہیں کرسکتا۔ صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ ان تین جگہوں میں رفع یدین ثابت ہے۔ پھر صحیح حدیث سے تین جگہوں میں رفع یدین ثابت ہے کہنا غلط ہے کیوں کہ صحیح حدیث سے دوسجدوں کے درمیان اور دو رکعت سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرنا ثابت ہے۔ تو منکرین ان تمام جگہوں میں رفع یدین کو لازم کیوں نہیں کہتے؟

دوسرا دعویٰ:

فیروزآبادی صاحب نے دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ رفع یدین میں چار سو احادیث وآثار آئے ہیں۔

دعویٰ کا تحقیقی جائزہ:

یہ دعویٰ بھی محض دعویٰ ہے جو انتہائی درجہ مبالغہ پر مبنی ہے۔ ہزار کوششوں کے باوجود آج تک قائلین رفع یدین چار سو کیا چار محفوظ از معارضہ، صحیح روایات نہ لا سکے۔ امام بخاری ومسلم کو اپنی شرط کے مطابق جو احادیث ملیں وہ بھی عمل کے لحاظ سے مضطرب اور حدیث ابن مسعود وبراء بن عازب رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں مرجوح ہیں۔ اگر چار سو صحیح آثار واحادیث رفع یدین کے ثبوت پر موجود ہیں تو امام بخاری ومسلم نے تعارض واختلاف سے خالی دس بیس احادیث ہی نقل کیوں نہیں کیں اور فیروزآبادی صاحب نے بھی صرف دعویٰ کیوں کیا؟ انہیں تو کم از کم ۵۰ پچاس احادیث ذکر کرنا چاہئے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ محض اونچے اونچے دعوے ہیں کہ رفع یدین کے ثبوت پر چار سو احادیث وآثار ہیں۔ پچاس صحابہ سے روایات ہیں۔ ان دعوؤں کے پیچھے

کوئی مضبوط دلیل نہیں۔

تیسرا دعویٰ: راویوں کی کثرت کی وجہ سے متواتر کے مشابہ ہے۔

دعویٰ کا تحقیقی جائزہ:

فیروز آبادی صاحب کے نزدیک چار سو احادیث و آثار مل جانے کے باوجود رفع یدین کی روایت متواتر نہ ہو سکی متواتر کے مشابہ رہی۔ آخر ان کے نزدیک متواتر ہے کیا؟ اور راویوں کی کثرت کے کیا معنیٰ؟

جب چار سو روایات کی بات ہی باطل ہے تو متواتر کے مشابہ ہونے کی بنیاد ہی ہل گئی۔ پھر فیروز آبادی صاحب کس بنیاد پر کہیں گے کہ رفع یدین کی روایت متواتر کے مشابہ ہے؟

چوتھا دعویٰ:

عشرۂ مبشرہ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوئے۔

دعویٰ کا تحقیقی جائزہ:

یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ عشرۂ مبشرہ نے یہ بیان کیا ہے۔ صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بیہقی کے حوالے سے ذکر کی جاتی ہے جس میں یہ بات ہے حالاں کہ ابھی میں نے ذکر کیا کہ امام بیہقی کی کتاب میں یہ روایت موجود نہیں اور اگر کسی کتاب میں ہے تو وہ بھی مضطرب وضعیف ہے بلکہ علامہ نیموی کے مطابق موضوع ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل خود اس کے خلاف تھا۔ جیسا کہ صحیح سند کے ساتھ اس کا حوالہ گذشتہ صفحات میں گزرا۔

پھر یہ کہ اگر عشرۂ مبشرہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا دائمی عمل رفع یدین رہا تو سوال یہ ہے کہ یہ جانتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی اور دیگر عشرۂ مبشرہ تکبیر

تحریمہ کے علاوہ پوری نماز میں رفع یدین کیوں نہیں کرتے تھے؟ کیا فیروز آبادی صاحب ان حضرات کے قول و عمل میں تضاد مانیں گے اور کیا انہیں تارکِ سنت قرار دیں گے؟

صحیح یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے جو رفع یدین تا عمر کیا ہے وہ تکبیر تحریمہ والا رفع یدین ہے نہ کہ کوئی اور رفع یدین۔

پانچواں دعویٰ: اس کے علاوہ کوئی چیز ثابت نہیں۔

دعویٰ کا تحقیقی جائزہ: اس کے علاوہ یعنی رفع یدین کے علاوہ کچھ ثابت نہیں۔ اگر اس بات کو مان لیا جائے تو ان احادیثِ صحیحہ مرفوعہ و آثارِ صحیحہ کا کیا جواب ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا ہے؟

پچھلے صفحات میں ہم نے صحیح مرفوع احادیث و آثار نقل کیے جو رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں واضح اور بہت مضبوط ہیں۔ ان روایات کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کرنا کہ رفع یدین کے خلاف کوئی روایت ثابت نہیں، سورج کی روشنی کا انکار کرنا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر الزام

ایک غیر مقلد عالم نے کتاب لکھی اور اس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ لکھا:
''رفع یدین ان کے نزدیک سنت صحیحہ سے ثابت ہے تو اب برادران احناف کو بھی یہ سنت اپنا لینی چاہیئے''۔ (صلاۃ الرسول ص ۲۴۲)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام ہے۔ آپ نے رفع یدین کو کہیں بھی سنت نہیں لکھا۔ دیکھئے آپ کیا فرماتے ہیں:

''سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز میں اٹھتے بیٹھتے، اللہ اکبر کہے۔ جب پہلے سجدہ میں جائے تو اللہ اکبر کہے۔ جب دوسرے سجدے میں جائے تو اللہ اکبر کہے اور نماز میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانے کا مسئلہ یہ ہے کہ ایک بار شروع کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو

تک اٹھائے پھر اس کے بعد نماز میں کہیں دونوں ہاتھوں کو نہ اٹھائے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور اس سلسلے میں کثیر آثار موجود ہیں۔ (مؤطا امام محمد صفحہ ۹۰)

امام محمد کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"السنة ان یکبر الرجل فی صلاته کلما خفض و کلما رفع و اذا انحط للسجود کبر و اذا انحط للسجود الثانی کبر فامارفع الیدین فی الصلاة فانه یرفع الیدین حذو الاذنین فی ابتداء الصلاة مرة واحدة ثم لا یرفع فی شئ من الصلاة بعد ذلك وھذا کله عند ابی حنیفة رحمه الله وفی ذلك آثار کثیرة"

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اختلافی رفع یدین کو سنت نہیں لکھا بلکہ صراحت کے ساتھ یہ لکھا کہ ایک بار تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔ پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔

غوث اعظم کے نام کا غلط استعمال

ایک غیر مقلد عالم نے احناف کو دھوکہ میں ڈالنے کے لیے یہ لکھا کہ غنیۃ الطالبین میں ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس بات سے قطع نظر کہ غنیۃ الطالبین کی اسنادی حیثیت کیا ہے، یہاں یہ بات بتانا ضروری ہے کہ غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی المذہب مجتہد فقیہ تھے اور حنبلیوں کے نزدیک رفع یدین ثابت ہے۔ لیکن آج تک کسی حنبلی نے کسی حنفی کو رفع یدین نہ کرنے کی وجہ سے تارکِ سنت نہیں کہا نہ ہی کسی حنفی المذہب نے کسی شافعی یا حنبلی کو رفع یدین کرنے کی وجہ سے تارکِ سنت قرار دیا بلکہ چاروں ائمہ کے ماننے والے برحق ہیں کوئی کسی پر طعن و تشنیع نہیں کرتا۔ لیکن غیر مقلدین جو چاروں ائمہ کی تقلید کو شرک کہتے ہیں، وہ کسی امام کی تقلید کو شرک سمجھنے کی وجہ سے از خود حدیث سے مسائل نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی فہم ناقص کے مطابق احادیث و قرآنی آیات کے ظاہر کو دیکھ کر جو سمجھ میں آتا ہے وہی اپنا موقف بنا لیتے ہیں اور فرقۂ ظاہریہ کی شعوری یا لاشعوری طور پر تقلید کرتے ہیں وہ اپنے سوا چاروں ائمہ کے ماننے والوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں اور خود ائمہ اربعہ کے سوا بے شمار وہابی شیوخ

کی اندھی تقلید کر کے اپنے بنائے ہوئے اصول کے مطابق ایک نہیں بے شمار شرک کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ان کے نزدیک شیخ ابن عبدالوہاب نجدی، قاضی شوکانی، شیخ البانی، بن باز، شیخ صالح عیثمین وغیرہ امام و مجتہدِ عصر ہیں ان کا ہر قول و عمل گروہ اہل حدیث کے لیے نا قابل تردید سند ہے۔ پھر بھی وہ اندھی تقلید والے نہیں اور غریب حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی مسائل غیر منصوصہ فقہیہ میں چار ائمۂ مذاہب کی تقلید کرنے کی وجہ سے مشرک ہیں۔آخر کیوں؟ اس لیے نا کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کرنے والے وہابی نہیں۔اگر یہ وجہ نہیں تو پھر وجہ کیا ہے؟ فرقۂ اہل حدیث کا ائمہ اربعہ کے مقلدین کو خصوصاً احناف کو اپنے طنز و طعن بلکہ عناد کا نشانہ بنانا اور انہیں رفع یدین نہ کرنے کی وجہ سے تارکِ سنت اور مخالفِ حدیث کہنا ان کا ظلمِ عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک غیر مقلد عالم نے غوث اعظم کا حوالہ پیش کرتے ہوئے جو لکھا ہے کہ آپ رفع یدین کرتے تھے تو کیا وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ بلکہ کثیر صحابہ و تابعین رفع یدین نہ کر کے سنت ترک کرتے تھے اور غوث اعظم کے مطابق وہ سب کے سب تارکِ سنت تھے؟ غوث اعظم کا نام استعمال کر کے دراصل لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے۔ورنہ غیر مقلدین، غوث اعظم بلکہ تمام اولیاء کے گستاخ ہیں بلکہ لفظ غوث استعمال کرنے کو بھی شرک کہتے ہیں۔اب اندازہ لگائیں کہ غوث اعظم سے ان کی محبت و عقیدت کا کیا حال ہے؟

درمختار کی عبارت سے دھوکہ

غیر مقلد عالم نے اپنی کتاب 'صلاۃ الرسول' میں درمختار و شامی کے حوالے سے لکھا کہ "رفع یدین سے نماز فاسد نہیں ہوتی"۔اس عبارت سے یہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ بعض حنفی فقہاء کے نزدیک نماز میں رفعِ یدین ثابت ہے۔ حالاں کہ صاحب درمختار و شامی نے یہ کب لکھا ہے کہ نماز میں رفع یدین کرنا چاہئے؟ ان کا موقف تو وہی ہے جو امام ابوحنیفہ کا ہے کہ نماز میں رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔اب رہی بات یہ کہ اس سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں تو ظاہر ہے کہ نماز میں

مفسداتِ نماز میں سے کوئی پایا جائے تو نماز فاسد ہوگی اور امام اعظم کے نزدیک رفع یدین کرنا مفسداتِ نماز میں سے نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رفع یدین کرنا چاہئے اور رفع یدین نہ کرنا مفسداتِ نماز میں سے نہیں۔ جیسا کہ امام مسلم نے باب قائم فرمایا ہے "استحباب رفع الیدین" معلوم ہوا کہ رفعِ یدین میں ائمہ کے درمیان اختلاف استحباب میں ہے۔ لیکن مقلدینِ مذہب کے لیے بلا دلیل اپنی طبیعت سے تقلیدِ امام سے ہٹنا درست نہیں۔ کیوں کہ یہ گمراہی و نفس پرستی میں گرنے کا سبب ہے۔ جیسا کہ غیر مقلدین ترکِ تقلید کی بنیاد پر ضلالت میں پھنسے ہوئے ہیں اور تمام ائمہ مذاہب پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ تمام ائمہ دین سے الگ ہٹ کر غیر مقلدین رفع یدین کو واجب یا فرض کے درجے میں رکھتے ہیں اور رفع یدین نہ کرنے والوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں اور انہیں گمراہ، مخالف سنت کہتے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر نسیان کا الزام

بعض لوگوں نے تعصب کی بنا پر رفع یدین نہ کرنے کی صحیح احادیث پر بے جا طعن کیا ہے۔ رفع یدین کرنے والے وہ لوگ جو رفع یدین نہ کرنے والوں کو منکرینِ سنت کے خانے میں ڈالتے ہیں ان کے خلاف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نا قابل تردید حجت ہے۔ ان سے اس حدیث کا کوئی جواب نہیں بنتا تو ادھر ادھر کی ہانکنے لگتے ہیں اور حد یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر بھول و نسیان کا الزام رکھنے میں بھی خوف محسوس نہیں کرتے۔ انہوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نسیان ہوگیا تھا۔ انہوں نے بھول سے یہ روایت ذکر کردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور پھر پوری نماز میں دوبارہ کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جہاں تک نسیان کا تعلق ہے تو کسی کے لیے یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے نسیان نہیں ہوا۔ لیکن بلا دلیل کسی پر کسی معاملے میں خصوصاً کسی صحابی پر تبلیغِ احکام کے معاملے میں نسیان و غلطی کا الزام رکھنا سنگین جرم ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

رسول اکرم ﷺ کے چہیتے صحابی، خادم خاص، سفر وحضر میں آپ کے ساتھ رہنے والے، ہمیشہ حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والے، نماز میں پہلی صف میں رہنے والے، سابقین اولین اور غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام میں سے تھے۔ آپ ان مخصوص فقہاء صحابہ میں سے تھے جن کی موجودگی میں دوسرے صحابہ فتویٰ نہیں دیا کرتے تھے۔ خلفائے راشدین کے بعد صحابۂ کرام میں آپ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں تھا۔ ایسے فقیہ مجتہد صحابی رسول ہی حضور ﷺ کی نماز بھول جائیں گے تو پھر کون یاد رکھے گا؟ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول پاک ﷺ کی نماز کوئی سرسری انداز میں نہیں بتا رہے ہیں بلکہ پہلے صحابہ کرام کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے فرماتے ہیں: ''کیا میں آپ لوگوں کے سامنے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں'' پھر نماز پڑھنے میں تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں دونوں ہاتھوں کو نہ اٹھانا بلکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا واضح لفظوں میں یہ فرمانا کہ رسول اللہ ﷺ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے، یہ ثابت نہیں کرتا کہ حضور اکرم ﷺ کی نماز یہی تھی کہ آپ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے؟ امام ترمذی نے فرمایا کہ رفع یدین نہ کرنا بہت سے صحابہ کا مذہب ہے تو کیا بقول فرقۂ اہل حدیث ان تمام صحابہ نے بھول کر رفع یدین ترک کیا تھا۔ بعض روایات میں یہ جو ملتا ہے کہ آپ ﷺ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے تو یہ عمل ہمیشہ آپ نے نہیں کیا بلکہ کبھی کیا اور پھر ترک کر دیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ مجتہد صحابی پر بلا دلیل نسیان کا الزام رکھ دینا بڑی جرأت کی بات ہے۔ پھر یہ الزام صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر نہیں آتا بلکہ رفع یدین نہ کرنے والے سارے صحابہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم پر بھی عائد ہوگا اور محض ظن واحتمال کی بنیاد پر اجلۂ صحابہ کرام پر اس طرح کا گمان روا رکھا جائے تو پھر شرعی احکام کا خدا ہی حافظ! بلکہ سرے سے دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔'' والعیاذ باللہ تعالیٰ[1]''

فرقۂ اہل حدیث کے اعتراضات کے جوابات

اعتراض

ایک حدیث شریف جس کو امام بخاری نے اپنی کتاب جزء رفع یدین میں ذکر کیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی آدمی کو بغیر رفع یدین کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے تو اسے کنکری پھینک کر رفع یدین کرنے کو کہتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین کرتے تھے۔

جواب

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ صرف تکبیر افتتاح کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

روایت مع سند یہ ہے:

"حدثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال ما رأیت بن عمر یرفع یدیه الا فی اول ما یفتتح"

ترجمہ: حضرت مجاہد نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو نماز میں تکبیرِ افتتاح کے سوا کہیں رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۴ حدیث ۲۴۵۲)

روایتِ مذکورہ کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ یہ روایت یہ ثابت کرتی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ تکبیرِ افتتاح کے سوا کہیں رفعِ یدین نہیں کرتے تھے اور دار قطنی کی روایت سے معلوم ہوا کہ آپ رفعِ یدین کا حکم دیتے تھے۔ تو اس تضاد کو ختم کرنے کی صورت یہی ہے کہ جب تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں ہوا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا تھا پھر بعد میں ترک فرمادیا تھا اس وقت تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین کا سختی سے حکم دیتے رہے اور جب انہیں معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے رفع یدین ترک فرمادیا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن

مسعودؓ کی صحیح حدیث سے معلوم ہوا اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی روایت عمدۃ القاری کے حوالے سے پہلے گزری نیز صحیح مسلم، ابوداؤد وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ نے نماز میں رفع یدین کرنے سے منع فرمادیا اور سکون سے نماز ادا کرنے کا حکم دیا جب حضرت ابن عمر کو رفع یدین کے منسوخ ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے رفع یدین ترک فرمادیا۔

﴿ایک حیران کن بات﴾

امام بخاری کی کتاب "قرۃ العینین برفع الیدین فی الصلاۃ" [ناشر دار الارقم للنشر والتوزیع کویت طبع اول ۱۴۰۴ھ] میں ہے کہ "مجاہد نے جو یہ فرمایا کہ میں نے ابن عمر کو تکبیر افتتاح کے سوا نماز میں کہیں رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا تو ابن عمرؓ نے بھول کر رفع یدین نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نماز میں قرأت بھول گئے تھے اور اصحاب محمد ﷺ کو کبھی کبھار نماز میں سہو ہو جاتا تھا اور دو یا تین رکعات پر سلام پھیر دیتے تھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر رفع یدین نہ کرنے والے کو پتھر پھینکتے تھے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر جس کا حکم دوسرے کو دیتے تھے وہ خود نہ کرتے اور جسے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا وہ خود چھوڑ دیتے۔

لیجیے اب قصہ ہی تمام ہو گیا۔ ابھی تو صحابی رسول حضرت ابن مسعودؓ پر نسیان کا الزام تھا اب تو حضرت ابن عمرؓ کی جانب بھی خطا منسوب ہو گئی۔ اب مخالفین کو بڑی مضبوط دلیل ہاتھ آ گئی کہ جن صحابہ و تابعین نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا اور اس کے علاوہ رفع یدین کرنے سے منع کیا ان سب نے خطا و نسیان سے ایسا کیا تھا۔ لہٰذا حضرت امام ترمذی کا یہ کہنا ہی لغو ہو گیا کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا بہت سے صحابہ و تابعین کا مذہب ہے! افراط و تفریط کی ایسی مثالیں جب سامنے آتی ہیں تو سخت افسوس بھی ہوتا ہے اور تعجب بھی۔ قطعِ نظر اس سے کہ 'نسیان والے دعویٰ' کی نسبت امام بخاری کی جانب صحیح ہے یا غلط یا اس میں کتنی مضبوطی ہے، اتنی بات تو ضرور ثابت ہو گئی کہ امام بخاری کے نزدیک مجاہد کی وہ روایت جس میں رفعِ یدین نہ کرنے کا ذکر ہے صحیح ہے۔ کیوں کہ انہوں نے اس کی سند میں کوئی کلام نہیں کیا۔

﴿اعتراض﴾

حضرت ابن عمرؓ کی اس حدیث کو (سات جگہوں میں رفع یدین کرنا) حضرت نافع نے روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو مقسم نے۔ شعبہ نے کہا ہے کہ مقسم سے اس حدیث کو حکم نے روایت کیا ہے اور حکم نے مقسم سے صرف چار احادیث سنی ہیں جن میں یہ حدیث نہیں اور ابن عمر سے نافع نے اس طرح سے روایت کیا ہے حالانکہ نافع کے اصحاب نے اس کے خلاف روایت کیا ہے؟

﴿جواب﴾

اگرچہ حکم کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت مرسل ہے لیکن یہ مرسل صحیح ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو محدّث ابن ابی شیبہ نے جس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت مع سند یہ ہے:

"حدثنا ابن فضیل عن عطاء عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی الله عنهماقال: لا ترفع الایدی الا فی سبعة مواطن اذا قام الی الصلاة واذارای البیت وعلی الصفا والمروة وفی عرفات وفی جمع وعند الجمار"

حضرت ابن عمرؓ کی روایت جو نافع نے ذکر کی ہے وہ اس لیے معتبر ہے کہ خود حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی عمل تھا کہ وہ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت مجاہد سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر کو صرف تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۴ حدیث ۲۴۵۲)

﴿اعتراض﴾

حدیث ابن مسعودؓ کو غیر معتبر قرار دیتے ہوئے بعض لوگ حضرت عبد اللہ ابن

مبارک کاایک قول پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ''لم یثبت '' یہ حدیث ثابت نہیں۔ لہٰذا اس کو رفع یدین نہ کرنے کی دلیل نہیں بنا سکتے۔

﴿جواب﴾

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مبارک نے خود حدیثِ ابن مسعودؓ روایت کی ہے جس میں رفع یدین نہ کرنے کی صراحت ہے۔ (حوالہ چھٹی سند کے ساتھ گزرا۔ وہاں ملاحظہ کیجیے)

علاوہ ازیں فن حدیث کے طلباء کو یہ بات معلوم ہے کہ کوئی حدیث کسی محدث کے پاس ثابت نہیں ہوتی لیکن وہی حدیث دوسرے محدث کے پاس ثابت صحیح بلکہ صحیح تر ہوتی ہے۔ اگر حضرت ابن مسعودؓ کی حدیثِ مذکور کے بارے میں ابن المبارکؒ نے فرمایا ہے کہ ''یہ ثابت نہیں'' تو ہوسکتا ہے کہ یہ قول اس وقت کا ہو جب کہ انہیں یہ حدیث نہیں پہنچی تھی ورنہ اس کا کیا جواب ہوگا کہ خود ابن المبارک کی روایت سے حدیث ابن مسعودؓ امام نسائی کی 'السنن الصغریٰ' میں موجود ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ جن کے شاگردوں میں امام عبد اللہ ابن المبارک ہیں ان کے نزدیک تو حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ثابت صحیح بلکہ صحیح تر ہے۔ پھر اگر کسی محدث کو کوئی حدیث اس کے متعین کردہ معیار کے مطابق نہ ملی اور اس نے اس کے بارے میں یہ کہا کہ ثابت نہیں تو اس سے حدیثِ مذکور کا غیر معتبر ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حدیث کسی بھی محدث وفقیہ کے نزدیک ثابت نہیں۔

اگر امام ابن المبارک کے قول کا مطلب یہ لیا جائے کہ حدیث ابن مسعودؓ کسی سند کے ساتھ کسی کے نزدیک ثابت نہیں تو اس سوال کا کیا جواب ہوگا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اسے ''حسن'' لکھا ہے اور انہوں نے حدیث مذکور کے ایک ''متکلم فیہ'' راوی عاصم بن کلیب کی وجہ سے اسے درجۂ حسن میں رکھا ہے حالاں کہ عاصم

بن کلیب سے خود امام بخاری نے جزء القراۃ میں روایت لی ہے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان سے روایت لی ہے نیز اصحابِ سنن نے ان سے روایت کی ہے۔ امام دار قطنی نے سنن دار قطنی میں ذکر نسخ التطبیق میں عاصم بن کلیب کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا: "ھذا اسناد ثابت صحیح" عاصم بن کلیب کی روایت وہاں صحیح ہے اور ترک رفع یدین میں صحیح کیوں نہیں؟ حدیث ابن مسعود ﷛ امام ابو داوٗد، امام نسائی، امام عبد الرزاق، امام ابن ابی شیبہ، امام احمد بن حنبل، امام ابو یعلی الموصلی، امام طحاوی، امام طبرانی، امام دار قطنی، امام بیہقی، امام عقیلی، امام ابن حجر عسقلانی و سفیان ثوری کے نزدیک ثابت ہے اگرچہ بعض محدثین نے اپنے اصول وضوابط کے مطابق اسے اپنا مستدل قرار نہیں دیا۔ کسی محدث کے نزدیک کسی سند کے لحاظ سے حدیث ابن مسعود ﷛ غیر صحیح ہو سکتی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام محدثین کے نزدیک حدیث ابن مسعود ﷛ غیر صحیح ہے۔ اگر عاصم بن کلیب کی وجہ سے اس حدیث کو غیر صحیح کہا جائے تو اس سے احناف پر کچھ فرق نہیں پڑتا کیوں کہ حضرت امام ابو حنیفہ کو یہ حدیث جس سند کے ساتھ پہنچی ہے اس میں عاصم بن کلیب راوی موجود ہی نہیں۔ امام اعظم تک حدیث ابن مسعود ﷛ کے جملہ راوی ثقاہت، عدالت اور حفظ و فقہ میں بہت اعلیٰ درجے کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس سند کی تقویت کی دلیل کے سامنے امام اوزاعی جیسے محدث وفقیہ نے خاموشی اختیار کی تھی۔

﴿امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کا مباحثہ﴾

حضرت سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ ایک موقع پر مکہ مکرمہ میں "دارِ حناطین" میں ابو حنیفہ اور اوزاعی کی ملاقات ہوگئی تو اوزاعی نے ابو حنیفہ سے کہا:

اوزاعی: کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے؟

ابو حنیفہ: اس لیے کہ رفع یدین کرنے پر کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔

اوزاعی: کیسے موجود نہیں؟ مجھ سے زہری نے روایت کی، انہوں نے سالم سے، انہوں نے اپنے والد (عبد اللہ بن عمر ﷛) سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آنحضرت ﷺ نماز

شروع کرتے وقت، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔

ابوحنیفہ: ہم سے حدیث بیان کی حماد نے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے علقمہ اور اسود سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ صرف نماز شروع کرتے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور پوری نماز میں دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

اوزاعی: میں آپ کے سامنے (مضبوط) سند پیش کر رہا ہوں، زہری، سالم، عبداللہ بن عمر اور آپ اس کے مقابلے میں یہ سند پیش کر رہے ہیں۔ حماد، ابراہیم! میری سند کے مقابلے میں آپ کی سند مضبوط کہاں؟

ابوحنیفہ: میری سند آپ کی سند سے زیادہ مضبوط ہے۔ میری سند میں حماد آپ کی سند کے زہری سے زیادہ حدیث کی فقہ و سمجھ رکھنے والے ہیں۔ میری سند میں ابراہیم نخعی آپ کی سند کے سالم سے بڑے فقیہ ہیں۔ میری سند میں علقمہ اور اسود وہ بھی فقہ میں کم رتبہ رکھنے والے نہیں اور میری سند میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو پھر عبداللہ ہی ہیں (ان کے رتبے کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہاں پہنچ سکتے ؟) (مسند ابی حنیفہ بروایتِ حصفکی: کتاب الصلاۃ)

اوزاعی: خاموشی

امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہما کے مباحثے کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت امام اوزاعی کے نزدیک سند کے لحاظ سے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں مضبوط نہیں تھی لیکن امام ابوحنیفہ نے دلائل سے ثابت کیا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ جس میں رفع یدین نہ کرنے کا حکم ہے وہ حدیث ابن عمر سے کہیں زیادہ قوی اور مضبوط ہے تو معلوم ہوا کہ جس محدث و فقیہ کو جو حدیث ملتی ہے وہ اپنے اصول و ضوابط کے معیار پر اسے جانچنے کے بعد قبول کرتا ہے اور اپنی فکر و فہم کے مطابق حدیث سے مسائل کا استخراج کرتا ہے۔ چنانچہ امام اوزاعی نے اپنی سند کو علو اسناد کی بنیاد پر قوی قرار دیا اور امام ابوحنیفہ نے راویوں کے تفقہ کی زیادتی کی وجہ سے زیادہ قوی قرار دیا۔ اپنے اپنے معیار کے مطابق دونوں درستگی پر ہیں۔

اگر مان لیا جائے کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن مبارک کے نزدیک ثابت نہیں تو اس

سے لازم نہیں آتا کہ امام ابوحنیفہ ودیگر محدثین کے نزدیک بھی ثابت نہیں۔ ابن حزم کے نزدیک حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحیح ہے۔ ترمذی پر تحقیق وتعلیق لکھنے والے احمد شاکر صاحب لکھتے ہیں:

”ھذا الحدیث صححه ابن حزم وغیره من الحفاظ وھو حدیث صحیح وما قالوه فی تعلیله لیس بعلة“ (ترمذی بتحقیق وتعلیق احمد شاکر ج ۲ ص ۴۱)

ترجمہ: اس حدیث کو ابن حزم وغیرہ حفاظِ حدیث نے صحیح کہا ہے۔ یہ صحیح حدیث ہے اور اس کے ضعیف ہونے کی جو علت بعض نے ذکر کی ہے وہ کوئی معتبر علت نہیں۔

علاوہ ازیں امام احمد ابن حنبل، دار قطنی، ابن قطان، ابن دقیق العید مالکی، ابن تیمیہ حنبلی اور امام نسائی کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے حتی کہ غیر مقلد عالم شیخ البانی کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ (کشف المعضلات ص ۱۷۹)

﴿اعتراض﴾

حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ضعیف ہیں اس لیے یہ حدیث ناقابلِ استدلال ہے۔

﴿جواب﴾

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ یزید بن ابی زیاد مختلف فیہ راوی ہیں۔ بعض ناقدین حدیث نے انہیں حافظہ کے لحاظ سے ضعیف کہا ہے اور بعض نے انہیں ثقہ، ثبت، جائز الحدیث کہا ہے۔

- امام عجلی نے فرمایا: یزید بن ابی زیاد کوفی ثقہ جائز الحدیث ہیں۔ (معرفۃ الثقات للعجلی ج ۲ ص ۳۶۴)
- ابن شاہین نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (الثقات رقم ۱۵۶۱)
- احمد بن صالح نے انہیں ثقہ کہا۔
- علی بن عاصم کہتے ہیں کہ امام شعبہ نے مجھے کہا کہ جب میں یزید بن ابی زیاد سے حدیث لکھ لوں اور کسی اور سے نہ لکھوں تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ (رجال المنذری مع الترغیب ج ۴ ص ۳۶۲)

- ابوداؤد نے انہیں 'ثبت' فرمایا۔
- ابن خزیمہ نے ان سے اپنی صحیح میں روایت لی۔
- امام مسلم نے ان کی روایت کو اپنی صحیح میں ذکر کیا۔
- امام بخاری نے شواہد میں ذکر کیا۔ (البنایہ ج۲ ص۲۹۶)

اور اگر بعض محدثین کے بقول اس سند کو ضعیف مان بھی لیا جائے تو احناف کے لیے کچھ نقصان دہ نہیں۔ کیوں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جس سند کے ساتھ یہ روایت ملی ہے اس میں یزید بن ابی زیاد موجود نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو عامر شعبی سے روایت کیا ہے اور عامر شعبی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ فقیہ ہیں۔ امام مکحول نے انہیں اپنے زمانے کا ابن عباس قرار دیا ہے۔ انہوں نے ڈیڑھ سو صحابہ کرام سے حدیث سنی تھی لہٰذا حدیث براء بن عازب ﷛ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اعلیٰ درجے کی صحیح ہے۔

﴿اعتراض﴾

اہل حدیث حضراتِ احناف پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ حدیثِ جابر بن سمرہ ﷛ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے سے منع کی دلیل نہیں بلکہ اس میں سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ ﷛ کی بعض روایات میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ ہم نماز میں جب سلام پھیرتے تھے تو ہاتھوں کو اٹھا کر السلام علیکم کہا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے منع فرمایا اور کہا کہ کیا بات ہے تم سلام کے وقت اپنے ہاتھوں کو اس طرح اٹھاتے ہو کہ گویا وہ بے قرار گھوڑوں کی دم ہوں۔ معلوم ہوا کہ حدیث مذکور کو احناف رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکتے۔

﴿جواب﴾

ناظرین کرام کو معلوم ہو کہ کبھی کوئی حدیث ایک ہی راوی سے مختلف الفاظ کے ساتھ

مروی ہوتی ہے اور کبھی کچھ الفاظ کے اتحاد کے ساتھ متعدد کتب احادیث میں مختلف ابواب کے تحت مذکور ہوتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی راوی کی روایت کردہ دو حدیثیں کچھ لفظی اشتراک کی بنیاد پر سرسری نظر میں ایک ہی موقع اور محل کی معلوم ہوتی ہیں حالاں کہ وہ متعدد مواقع کی ہوتی ہیں اس کی کئی مثالیں کتب احادیث میں مل جائیں گی۔ حضرت ابن مسعود ﷛ کی حدیثِ "لیلۃ الجن" اس کی ایک مثال ہے۔

حدیث جابر بن سمرہ ﷛ کی حالت بھی ایسی ہی ہے۔ محدث امام علی قاری فرماتے ہیں کہ "الظاهر انهما حديثان" (مرقاۃ ۴۹۸/۱) ظاہر یہ ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث دو موقعوں سے متعلق ہے۔ سلام کے موقع پر رفع یدین نہ کرنا اور تحریمہ کے سوا تمام مواقع پر رفع یدین نہ کرنا بلکہ سکون اختیار کرنا، جیسا کہ "اسكنوا في صلاتكم" (اپنی نماز میں سکون اختیار کرو) کے الفاظ یہ بتاتے ہیں۔ حدیث جابر بن سمرہ ﷛ بغیر قیدِ سلام کے ۱۴ کتبِ احادیث میں اور بقیدِ سلام دو کتبِ احادیث میں ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس کی تفصیل ذکر کی گئی۔

اعتراض

اثرِ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ضعیف ہے کیوں کہ اس کی سند میں محمد بن جابر ضعیف ہیں اور انہوں نے ہی اس اثر کو حماد سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور حماد کے علاوہ دیگر لوگوں نے اسے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود ﷛ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ لہٰذا اس اثر کو رفع یدین نہ کرنے پر دلیل نہیں بنا سکتے؟

جواب

امام دار قطنی نے اس کی سند یہ ذکر کی ہے:

"محمد بن جابر عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله قال صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم" (الىٰ آخر الحديث)

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس اثر کی روایت میں محمد بن جابر تنہا نہیں بلکہ حماد عن ابراہیم کی

سند سے امام ابوحنیفہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (کتاب الآثار امام محمد)

دوسری بات یہ ہے کہ اگر محمد بن جابر کو اس روایت میں تنہا مان بھی لیا جائے تو اس کی وجہ سے رفع یدین نہ کرنے میں یہ نا قابل حجت نہ ہوگی کیوں کہ ان کی روایت ثقہ راوی کے خلاف نہیں۔ علاوہ ازیں حدیثِ ابن مسعودؓ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بہت صحیح ہے حتی کہ ماضی قریب کے اہلِ حدیث عالم شیخ البانی کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ حوالہ پہلے گزرا۔

اگر محمد بن جابر کی وجہ سے اس سند کو ضعیف مانا جائے تو بھی یہ نا قابل حجت نہیں کیوں کہ کوئی ثقہ راوی محمد بن جابر کے خلاف حماد سے رفع یدین نہ کرنے کا ذکر کرتا تو ثقہ کی مخالفت کی وجہ سے یہ روایت نا قابل حجت ہوتی اور اگر مان لیا جائے کہ یہ روایت حضرت ابن مسعودؓ پر موقوف مرسل صحیح ہے تو بھی حدیث صحیح مرسل موقوف حجت ہوتی ہے اور جب موقوف حدیث میں جو حکم مذکور ہو وہ غیر معقول وغیر قیاسی ہو تو وہ حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ کوئی صحابیٔ رسول اپنی رائے سے رفع یدین ترک نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ رفع یدین کے ثبوت پر احادیث بھی موجود ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کو یہ روایت مل چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے نماز میں رفع یدین کیا لیکن بعد میں چھوڑ دیا جیسا کہ دوسری صحیح روایت میں صراحت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے بیان فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں رفع یدین نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے یہ فرمایا کہ میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر بتا رہا ہوں۔ اس سے یہ پتا چلا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار رفعِ یدین نہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ ورنہ یہ کیسے کہا جا سکتا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے آخر عمر تک نماز میں رفع یدین کیا لیکن حضرت ابن مسعودؓ اور کثیر صحابۂ کرامؓ نے اپنی رائے سے اسے چھوڑ دیا ہے۔

اہل حدیث کے کہنے کے مطابق اگر رفع یدین نہ کرنا حضرت ابن مسعودؓ کا اپنا فعل ہو تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ انہوں نے نماز میں رفع یدین نہ کر کے رسول اللہ ﷺ کے فعل کی مخالفت کی تھی؟ اور یہی نہیں بلکہ اس فعل کے مرتکب حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی،

حضرت عباد بن زبیر وغیرہ صحابۂ کرام ﷡ بھی تھے اور انہوں نے اس فعل سے انہیں نہیں روکا۔ کیا اہل حدیث کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر ﷛ و حضرت ابن مسعود ﷛ وغیرہ صحابۂ کرام نماز میں رفع یدین نہ کر کے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مخالف ہوئے؟

﴿اعتراض﴾

حضرت عبد اللہ ابن عمر ﷛ کے بارے میں احناف یہ جو کہتے ہیں کہ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے وہ غلط ہے۔ کیوں کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عمر ﷛ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

﴿جواب﴾

حضرت ابن عمر ﷛ سے تین قسم کی روایات منقول ہیں۔ (۱) تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا (۲) رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور دو رکعت پوری کر کے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا (۳) صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا۔

صحیح بخاری حدیث ۷۳۵ میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا منقول ہے اور صحیح بخاری ہی میں حدیث ۷۳۹ میں رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور دو رکعت سے کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کرنا منقول ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ حدیث ۲۴۵۲ میں حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر ﷛ تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

احادیث سے استخراجِ مسائل کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر کسی راوی سے کسی مسئلے میں روایات مختلف منقول ہوں تو ایک روایت کو دوسری پر ترجیح دینے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ راوی کا اپنا عمل دیکھا جائے گا۔ اس کے عمل کی بنیاد پر اس کی کسی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر ﷛ سے رفع یدین کے تعلق سے مختلف روایات منقول ہیں۔

ایک روایت میں ہے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا۔ اور دوسری روایت میں ہے دو رکعت پر اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرنا۔ ان دونوں روایتوں کو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی جانب منسوب کیا ہے۔ لیکن خود ان کا عمل یہ تھا کہ وہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ جیسا کہ امام بخاری نے جزء رفع یدین میں اس کو نقل فرمایا ہے اور اس کی سند پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا خود رفع یدین نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث جس میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے راجح وقوی اور یہی معمول بہ ہے۔

محدث و مجتہد امام طحاوی [وفات: ۳۲۱ھ] نے تحریر فرمایا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے رفع یدین چھوڑ دیا تھا لہٰذا یہ رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔ (مشکل الآثار ۱۰/۳۵)

محدث و فقیہ مجتہد امام محمد [وفات: ۱۸۹ھ] نے اپنی معتبر سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل نقل فرمایا:

”عن عبد العزيز بن حكيم قال رأيت ابن عمر رضى الله عنهما يرفع يديه بحذاء اذنيه فى اول تكبيرة الافتتاح للصلاة ولم يرفعهما فيما سوى ذلك“

(الحجة على اهل المدينة ج ۱ ص ۹۶)

ترجمہ: حضرت عبد العزیز بن حکیم نے فرمایا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نماز میں صرف تکبیر افتتاح کے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھاتے تھے اور اس کے علاوہ نماز میں کہیں نہیں اٹھاتے تھے۔

﴿اعتراض﴾

تیئسویں حدیث سے یہ جو ثابت کیا گیا کہ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ صحابۂ کرام کی ایک جماعت کے سامنے بیان کیا تو اس میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے رفع یدین نہ کرنا

ثابت نہیں ہوسکتا کیوں کہ ابوحمید ساعدی ﷜ کی یہی حدیث صحیح ابن حبان میں ہے تو اس میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفعِ یدین کرنے کا ذکر ہے۔

﴿جواب﴾

حضرت ابوحمید ساعدی ﷜ کی حدیث جو صحیح بخاری میں ہے اس میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفعِ یدین کا ذکر نہیں لیکن صحیح ابن حبان میں رفعِ یدین کا ذکر ہے۔ اب ہم اہلِ حدیث کے علماء سے پوچھتے ہیں کہ صحیح ابن حبان اور صحیح بخاری کی حدیث کا تقابل ہو تو بخاری کی حدیث کو ترجیح دی جائے گی یا صحیح ابن حبان کی حدیث کو۔ جب اپنے مطلب کی بات صحیح بخاری میں ملتی ہے تو پوری اہلِ حدیث برادری گلے پھاڑ پھاڑ کر کہتی ہے کہ "بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ" اللہ کی کتاب کے بعد سب سے صحیح کتاب بخاری ہے اور جب مطلب کے خلاف کوئی چیز ہو تو اسے بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ صحیح بخاری کے تعلق سے یہ دوہرا معیار کیوں؟

﴿اعتراض﴾

امام بخاری نے رفع یدین کو صحیح احادیث سے ثابت کیا ہے لہٰذا اس کو ماننا ضروری ہے۔ اس کو نہ ماننا صحیح حدیث کا انکار کرنا ہے۔

﴿جواب﴾

یہ سوال غیر علمی ہے۔ اس کا ایک جواب الزامی ہے اور دوسرا جواب تحقیقی۔ الزامی جواب یہ ہے کہ اگر امام بخاری کے نزدیک رفع یدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے اس لیے رفع یدین کرنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے تو امام بخاری کے استاذ امام حمیدی نے بھی رفع یدین نہ کرنے کی حدیث کو حضرت عبداللہ ابن عمر ﷠ کی صحیح سند کے ساتھ مسند حمیدی میں ذکر کیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ایک بات پر صحیح حدیث امام بخاری کے استاذ امام حمیدی پیش کریں تو وہ ماننا ضروری نہ ہو اور اس کے خلاف پر امام بخاری صحیح حدیث پیش کریں تو اس کو ماننا

ضروری ہو؟ حالاں کہ خود غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں کہ امام بخاری جب کوئی حدیث اپنے استاذ امام حمیدی سے پاتے تھے تو ادھر ادھر جانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۶۹)

تحقیقی جواب یہ ہے کہ امام بخاری کو صحیح سند کے ساتھ رفعِ یدین کی حدیث ملی اس لیے وہ رفع یدین کے قائل ہوئے لیکن امام ابوحنیفہ کو امام بخاری کی سند سے زیادہ صحیح سند کے ساتھ رفع یدین نہ کرنے کی حدیث ملی اس لیے انہوں نے رفعِ یدین نہ کرنے کا قول کیا۔ پھر امام بخاری نہ تابعی تھے نہ تبع تابعی۔ آپ کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی۔ امام ابوحنیفہ تابعی تھے ان کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ امام بخاری امام ابوحنیفہ کی وفات کے ۴۴ سال بعد پیدا ہوئے۔ امام ابوحنیفہ نے رفع یدین نہ کرنے کی حدیث رسول اللہ ﷺ سے، صحابیِ رسول حضرت برار بن عازب رضی اللہ عنہ سے صرف ایک واسطے سے سنی اور امام بخاری کی کوئی حدیث رفعِ یدین کی ایسی نہیں جو انہوں نے صرف ایک واسطے سے کسی صحابی سے سنی ہو۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے اس کے مقابلے میں امام بخاری کی حدیث کم درجے کی صحیح ہے۔ اونچے درجے کی صحیح حدیث کے مقابلے میں کم درجے کی صحیح حدیث پر عمل کروانے کی ضد کرنا کون سا اصول ہے؟

﴿اعتراض﴾

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کیا؟

﴿جواب﴾

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث راجح ہے۔ کیوں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقہائے صحابہ میں سے تھے اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے زیادہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا

مشاہدہ فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ زیادہ نمازیں ادا فرمائی تھیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کی بنیاد پر مختلف فیہ رفعِ یدین کو ضروری مان لیا جائے تو وہ صحابۂ کرام جن میں خلفائے راشدین بھی ہیں۔ جنہوں نے رفعِ یدین نہیں کیا وہ سب بقولِ اہلِ حدیث مخالفِ سنت تھے؟ جو الزام فرقۂ اہل حدیث کا احناف پر ہے اس کی زد میں تو صحابۂ کرام آجاتے ہیں۔ اس کا ان کے پاس کیا جواب ہے؟ کچھ بعید نہیں کہ وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ان صحابہ کی بات نہیں مانتے۔ فقیر راقم کا اپنا مشاہدہ ہے کہ کئی ایسے اہل حدیث انگریزی داں نوجوان ملے جنہوں نے بڑی بے باکی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ "شیخ! اُن صحابہ کا یہ عمل سنت کے خلاف ہے اس لیے ہم اس کو نہیں مانیں گے"۔ دراصل یہ بول ان نادان نوجوانوں کی نہیں بلکہ اُن شیوخِ وہابیہ کی ہے جن کی گمراہی کے جال میں یہ نوجوان پھنسے ہوئے ہوتے ہیں اور جن کی خفیہ پلاننگ حدیث کی آڑ میں منکرینِ حدیث کی ایک ٹولی تیار کرنا ہے تاکہ اسلام کے خلاف مغربی سازش کو کامیاب بنایا جاسکے۔

﴿اعتراض﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کیا۔

﴿جواب﴾

احناف نے کبھی یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کی کوئی روایت منقول نہیں۔ احناف کا کہنا یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی یہ سنت دائمہ محکمہ نہیں رہی کیوں کہ جن صحابۂ کرام سے رفع یدین کی روایت منقول ہے ان سے رفع یدین نہ کرنے کی روایت بھی منقول ہے۔ بلکہ بعض صحابہ سے صرف ترکِ رفع یدین کی روایت منقول ہے۔ احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ والا رفع یدین اتفاقی ہے اور اس کے علاوہ رفع یدین اختلافی ہے۔ صرف رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے پر

صحیح حدیث نہیں آئی ہے بلکہ بعض صحیح حدیث میں ہر تکبیر کے وقت بعض میں دو سجدوں کے درمیان اور بعض میں دو رکعت سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرنا ثابت ہے۔
تو کیا دو سجدوں کے درمیان بھی رفعِ یدین کرنا سنت ہے؟ اگر ہے تو اہلِ حدیث اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ اگر حضرت علی ﷛ کی اس روایت سے رفع یدین کو حضور ﷺ کی سنت دائمہ مانا جائے تو اس کا کیا جواب ہے کہ خود حضرت علی ﷛ اور آپ کے اصحاب تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں مصنف ابن ابی شیبہ، امام مالک اور موطا امام محمد کے حوالے سے گزرا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی ﷛ رفع یدین کو حضور ﷺ کی سنت دائمہ سمجھتے ہوں اور پھر خود ہی اس کے خلاف عمل کیا ہو؟ حضرت علی ﷛ کا اپنی روایت کے خلاف خود عمل کرنا اس روایت کے مرجوح و منسوخ ہونے کو ثابت کرتا ہے۔

غلط فہمیوں کا ازالہ

پہلی غلط فہمی

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''جب صحیح حدیث میرے مذہب کے خلاف ہو تو میرے مذہب کو چھوڑ دو اور صحیح حدیث پر عمل کرو'' اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کے جو اقوال صحیح حدیث کے خلاف ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے۔ جیسا کہ نماز میں رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو اٹھانا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا جائے اور پوری نماز میں کہیں پہ نہ اٹھایا جائے۔ یہ قول صحیح حدیث کے خلاف ہے لہٰذا اس کو چھوڑ دینا چاہیے اور صحیح حدیث پر عمل کرتے ہوئے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانا چاہیے۔

غلط فہمی کا ازالہ

''جب صحیح حدیث میرے مذہب کے خلاف مل جائے تو صحیح حدیث پر عمل کرو'' یہ قول صرف امام ابوحنیفہ کا نہیں بلکہ سارے ائمہ مجتہدین امام مالک، امام شافعی و امام احمد بن حنبل کا بھی ہے۔ بلکہ ہر مسلمان یہی کہے گا کہ چاہے کوئی کتنا بڑا آدمی کیوں نہ ہو اگر اس کی بات صحیح حدیث کے خلاف ہو تو اس کی بات نامقبول ہوگی اور صحیح حدیث پر عمل ہوگا۔ لیکن کسی امام مجتہد فقیہ کے تعلق سے یہ بات کہنا کہ فلاں مجتہد کی بات صحیح حدیث کے خلاف ہے کس کا حق ہے؟ کیا ہر کس وناکس ہر معمولی پڑھے لکھے اور ان پڑھ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی امام مجتہد کی کسی بات کو صحیح حدیث کے خلاف پا کر اسے رد کر دے اور یہ کہتا پھرے کہ فلاں امام کی فلاں بات صحیح حدیث کے خلاف ہے لہٰذا اس کی بات نہ مانو بلکہ صحیح حدیث مانو اور اہل حدیث (وہابی غیر مقلد) بن

جاؤ؟ آج کل ایسا ہی دیکھنے کو مل رہا ہے۔ گروہ اہل حدیث کا ہر ایرے غیرے یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرنا بخاری کی صحیح حدیث سے ثابت ہے اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ رفع یدین نہیں کرنا ہے۔ ان کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہے لہٰذا اس کو چھوڑنا ضروری ہے۔

جب کسی امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف نظر آئے تو عامی غیر مجتہد کا یہ یقین کر لینا غلط ہے کہ وہ واقعۃً صحیح حدیث کے خلاف اور نا قابل عمل ہے۔ یہ منصب امام مجتہد فقیہ کا ہے۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے کہ فلاں امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ لہٰذا وہ نا قابل قبول ہے۔ کیوں کہ کوئی قول کسی ایک صحیح حدیث کے خلاف ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی دوسری صحیح حدیث اس قول کی تائید میں موجود نہیں۔ پھر یہ ضروری نہیں کہ ہر حدیث صحیح قابل عمل ہو۔ کیوں کہ کسی حدیث صحیح کی کوئی دوسری صحیح حدیث معارض ہو اور دوسری صحیح حدیث امام مجتہد کے نزدیک عمل کے لحاظ سے راجح ہو یا کوئی صحیح حدیث اس کے لیے ناسخ ہو۔ یا کسی صحیح حدیث میں کوئی علتِ خفیہ ہو جس کی وجہ سے وہ قابل عمل نہ ہو اور امام مجتہد نے اس صحیح حدیث کے خلاف قول کیا ہو تو ایسی صورت میں قولِ امام بظاہر ایک صحیح حدیث کے خلاف ہوتا ہے لیکن در حقیقت وہ دوسری راجح صحیح حدیث کے موافق ہوتا ہے یا قول امام کے مقابلے میں کوئی معارض حدیث صحیح گو سنداً صحیح ہوتی ہے لیکن قرنِ اول سے ہی وہ معمول بہ نہیں ہوتی۔ اس کی بہت سی مثالیں کتب فقہ واصول میں موجود ہیں۔

امام ابو حنیفہ کا ترک رفع یدین کا قول صحیح وراجح احادیث وآثار پر مبنی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کی تخریج امام ابوداؤد نے کی ہے:

”حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثناوکیع عن سفیان عن عاصم یعنی بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال :قال عبد الله بن مسعود رضی الله عنه الا اصلی بکم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة“

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں۔ پھر انہوں نے نماز پڑھی تو دونوں ہاتھوں کو صرف ایک مرتبہ اٹھایا۔

(سنن ابی داؤد، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، حدیث: ۷۴۸)

یہ حدیث مسند ابوحنیفہ، السنن الکبریٰ للبیہقی، السنن الکبریٰ للنسائی، مسند ابویعلی الموصلی، سنن الترمذی، السنن الصغریٰ للنسائی، مختصر الاحکام للطوسی، مسند احمد بن حنبل اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی موجود ہے۔ اس حدیث کی تخریج درج ذیل کتب میں بھی کی گئی ہے۔

(۱) اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ للکنانی الشافعی [وفات: ۸۴۰ھ]

(۲) اتحاف المہرۃ لابن حجر، اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی لابن حجر

(۳) البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقعۃ فی شرح الکبیر لابن الملقن

(۴) التحقیق فی مسائل الخلاف لابن الجوزی

(۵) تلخیص الحبیر لابن حجر

(۶) الجوہر النقی علی سنن البیہقی لابن الترکمانی

(۷) الدرایۃ فی تخریج احادیث الدرایۃ

(۸) المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ لابن حجر

(۹) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف للمزی

(۱۰) تخریج احادیث احیاء العلوم للزبیدی

(۱۱) تنقیح التحقیق فی احادیث التعلیق لابن عبد الہادی الحنبلی

(۱۲) تنقیح التحقیق للذہبی

(۱۳) ذیل القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد للقاضی فی الملک المدارسی الہندی الشافعی

(۱۴) کنز العمال لعلی متقی الہندی، نصب الرایۃ للزیلعی

حکم حدیث: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث اعلیٰ درجے کی صحیح ہے۔ اس

کے تمام راوی ثقہ، عادل، حفظ واتقان والے ہیں ابن حزم نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ اسے حسن کہا، ابن دقیق العید، زیلعی اور ابن الترکمانی نے حدیث مذکور کو قوی کہا ہے اور غیر مقلدین کے امام شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس کو حاشیۂ ابوداؤد و ترمذی میں لکھا ہے: ''فالحق انه حديث صحيح''۔

قارئین کرام! مثالِ مذکور کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امام مجتہد کا مذہب بظاہر کسی صحیح حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس قول کی پشت پر دوسری راجح وقوی صحیح حدیث موجود ہوتی ہے۔ لیکن اس کو عام عالم یا معمولی پڑھا لکھا آدمی سمجھ نہیں پاتا یہی وجہ ہے کہ ہر ایرے غیرے یا غیر مجتہد عالم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ائمہ دین وفقہائے امت کے اقوال کو خلافِ احادیثِ صحیحہ قرار دے۔

محقق شیخ عوامہ اپنا ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں جو دورِ حاضر کے غیر مقلدین کے لیے درس عبرت وچشم کشا ہے:

''میرے پاس ایک نوجوان آیا۔ وہ ہمارے شہر ''حلب'' کے کسی کپڑے کے کارخانے میں میکانک تھا۔ وہ جاڑے کی لمبی رات میں بعد نماز عشا آیا اور بارہ بجے تک رہا، وہ سردی سے کانپ رہا تھا اور مجھ سے بات کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اتنی لمبی گفتگو کے بعد بھی میں اسے کسی نتیجے پہ نہ پہنچا سکا۔ کیوں کہ وہ ایک جاہل آدمی تھا۔ کوئی علمی ضابطہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی ذمہ داری سے متعلق جواب دہی کا احساس نہ ہوتا تو میں اس سے اتنی لمبی دیر تک گفتگو نہ کرتا''

اس آدمی کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جس پر صحیح مسلم کی ایک حدیث لکھی ہوئی تھی۔ وہ حدیث تھی اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کے واجب ہونے کے سلسلے میں۔ نیز اس میں امام نووی کے حوالے سے یہ لکھا تھا کہ حدیثِ صحیح اگر مذہب کے خلاف ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور یہی بات ابن الہمام اور عبدالحی لکھنوی کے حوالے سے لکھی ہوئی تھی۔

فیکٹری کا وہ ''ملازم عالم'' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی پر یہ الزام رکھ رہا تھا کہ جب دونوں

اماموں نے یہ فرمایا ہے کہ صحیح حدیث مل جائے تو وہی ہمارا مذہب ہے تو صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہونا چاہیے کہ اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنا واجب ہے۔ کیوں کہ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

حالاں کہ اس ملازم کے مبلغ علم کا حال یہ تھا کہ وہ میرے سامنے ''اِبن الہمام کو اِبن الہمَّام اور لکنوی'' کو لکھنوی پڑھ رہا تھا۔

قارئین کرام! خدا کے واسطے ذرا بتائیں کہ کیا اس طرح کے جاہل لوگ جو اپنے آپ کو مجتہد سمجھنے کی جرأت کرتے ہیں اور نوجوانوں کو روشن خیالی کے نام پر گمراہ کرتے ہیں اور انہیں دھوکا دیتے ہیں وہ حق پر ہیں یا وہ ائمہ مجتہدین وفقہا، جو کتاب وسنت سے اپنے اجتہاد کے ذریعہ دینی احکام مستخرج کرتے ہیں اور دین کو صحیح طور پر سمجھتے ہیں، وہ حق پر ہیں؟

(اثر الحدیث الشریف فی اختلاف الائمۃ الفقہاء، ص ۹)

آج غیر مقلدین زمانہ مثلاً حافظ زبیر علی زئی جیسے مولوی اور ان کے جاہل عوام بڑی جرأت کے ساتھ ائمہ دین پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہے لہٰذا ان کو نہ مانو، صحیح حدیث کو مانو۔ اس طرح کی دھوکہ دہی سے دراصل ان کا مقصد یہ ہے کہ عام مسلمانوں کو ائمہ دین ومجتہدین امت سے بیزار کر دیا جائے۔ ان سے اعتماد کا رشتہ کاٹ دیا جائے پھر دین کی تعبیر وتشریح میں خوب من مانی کی جائے اور یہود ونصاری کی طرح دین واحکام دین کی تشریح تضادات ومغالطات کا مجموعہ بن کر رہ جائے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ یہ ہے یہودی وعیسائی سازش، جس کے لیے وہابیت وغیر مقلدیت سب سے بہتر ہتھیار۔

دوسری غلط فہمی

آج کل کے وہابی غیر مقلدین عام لوگوں میں یہ بات پھیلاتے ہیں کہ حنفی لوگ بخاری ومسلم کی بہت سی صحیح احادیث پر عمل نہیں کرتے۔ حالاں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی

کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ جو ان (صحیحین) کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے، مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے (حجۃ اللہ البالغہ:۲۴۲) چنانچہ حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد وہابی، ائمہ احناف و مقلدین امام اعظم پر تیر چلاتے ہوئے لکھتے ہیں: "مگر کسے معلوم تھا کہ ایک ایسا دور آنے والا ہے جب مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنے والے بدعتی صحیحین (بخاری ومسلم) کی احادیث اور راویوں پر اندھا دھند حملے کریں گے۔"

(نور العینین فی اثبات رفع یدین:۳۲)

غلط فہمی کا ازالہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی بات درست ہے۔ یقیناً جو صحیحین کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے۔ لیکن کیا حافظ زبیر علی زئی وہابی غیر مقلد اور ان کے ہم خیالوں کے نزدیک صحیحین کے سوا باقی کتبِ احادیث مثلاً سننِ ابی داؤد، سننِ نسائی، سننِ ابن ماجہ، جامع ترمذی، صحیح ابنِ خزیمہ، مستدرک الحاکم وغیرہ کی توہین کرنے والا پکا اہلِ سنت اور وہابی تشریح کے مطابق خالص "اہلِ حدیث" ہے؟ صحیح بخاری و مسلم کی عظمت ان میں موجود صحیح احادیث رسول کی بنیاد پر ہے تو کیا اس عظمت سے دیگر کتبِ احادیث خالی ہیں؟ صحیح احادیث کی تعداد و سند کے لحاظ سے کتبِ احادیث میں تفاوت ہونا الگ بات ہے لیکن تمام کتبِ احادیث حافظ زبیر علی غیر مقلد وہابی کے نزدیک عظمت والی ہے یا نہیں اور ان کی عظمت کو نہ ماننے والا بدعتی، مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنے والا ہیں یا نہیں؟ اور کیا صحیحین کی ہر حدیث پر عمل کرنا لازم ہے اور عمل نہ کرنے والا بدعتی ہے؟ حافظ زبیر علی وہابی کے حامی ان سوالات کا جواب دیں تو پھر ان شاء اللہ انہیں آئینہ دکھایا جائے گا۔

تیسری غلط فہمی

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب حارثی بخاری المعروف بہ "عبد اللہ استاذ" کو (جو مسند امام ابو حنیفہ للخوارزمی کے راوی ہیں) بعض ناقدین

حدیث کے حوالے سے ضعیف بلکہ ''متہم بالوضع'' لکھا ہے۔وہ لکھتے ہیں: ''اس شخص کی توثیق کسی نے نہیں کی'' (نور العینین: ۲۳۰)

غلط فہمی کا ازالہ

شیخ ابو محمد عبد اللہ بن یعقوب حارثی بخاری کو ماہرینِ حدیث مثلاً یحییٰ بن معین، ابو حاتم رازی، علی بن مدینی وغیرہم نے متہم قرار نہیں دیا ہے۔ذیل میں ہم ماہرین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

ابو محمد عبد اللہ بن یعقوب حارثی بخاری پر اقوالِ جرح کا تنقیدی جائزہ

- ابوزرعہ احمد بن حسین نے انہیں ''ضعیف'' کہا مگر یہ جرح مبہم ہے جو غیر معتبر ہے۔
- حاکم نے کہا:

''ھو صاحب عجائب عن الثقات '' مگر کسی راوی کو ''صاحب عجائب'' یا ''عندہ عجائب'' کہنے سے اس کا مجروح ہونا لازم نہیں آتا جب تک کہ دلیل سے اس کا غیر ثقہ ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ (تحریر علوم الحدیث، ۱/۲۰۵، لعبد اللہ بن یوسف الجدیع)

مثلاً عثمان بن عبد الرحمٰن طرائفی [وفات: ۲۰۲ھ] ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ کے راوی ہیں ۔ان کو ابن الجوزی نے ابو عروبہ کے حوالے سے لکھا: ''عندہ عجائب ''ان کے یہاں کچھ عجیب روایات ہیں ابنِ نمیر نے تو ''کذاب'' تک کہہ ڈالا (الضعفاء والمتروکون، ۲/۱۶۹) باوجود اس کے امام ذہبی نے انہیں ثقہ کہا، یحییٰ بن معین نے صدوق کہا، ابو عروبہ نے کہا ''لا بأس بہ'' ان میں کوئی عیب نہیں۔وہ کچھ مجہول لوگوں سے کچھ عجائب روایات کرتے ہیں۔ابن ابی حاتم نے کہا کہ میرے والد نے کہا کہ بخاری نے انہیں کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں، احمد بن عمرو بن ابی عاصم نبیل نے کہا کہ عثمان بن عبد الرحمٰن لوگوں کے نزدیک سچے تھے۔ابن شاہین نے ان کے تعلق سے کتاب الثقات میں لکھا:

"ثقة ثقة الا انه يروی عن الاقوياء والضعاف" وہ ثقہ ہیں وہ ثقہ ہیں مگر قوی وضعیف راویوں سے روایت لیتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ۹/۴۲۶، تاریخ الاسلام للذہبی، ۵/۱۲۰، اکمال تہذیب الکمال، ۹/۴۶۵)

قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ عثمان بن عبد الرحمٰن طرائفی صحاح ستہ میں سے ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راویوں میں ہیں جنہیں بعض محدثین نے صاحب عجائب کہا باوجود اس کے جمہور محدثین انہیں صدوق، ثقہ اور ان میں کوئی عیب نہیں کہا ہے اور جمہور کے مقابلے میں ابنِ نمیر کا قول کہ "وہ کذاب ہیں" اسے رد کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح ابو محمد حارثی بخاری پر وضعِ حدیث کا الزام بے دلیل اور جمہور محدثین کے خلاف ہے۔ اگرچہ انہیں بعض نے صاحب عجائب کہا لیکن اس سے ان کے ثقہ و صدوق ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

- خطیب نے کہا: "لا يحتج به" (سیر اعلام النبلاء، ۱۵/۴۲۴) یہ بھی جرح مبہم ہے۔ ناقدین کے یہاں اسبابِ جرح مختلف ہیں۔ بعض اسباب سے راوی قابل حجت ہوتا ہے اور بعض اسباب سے قابل حجت نہیں ہوتا۔ اس لیے علما نے فرمایا ہے کہ جب تک جرح مفسر نہ ہو مقبول نہیں۔

ابن دقیق العید لکھتے ہیں:

"وقد اختلف الناس فی اسباب الجرح لاجل ذلك قال من قال انه لا يقبل الا مفسراً"

ترجمہ: لوگوں کے یہاں اسبابِ جرح مختلف ہیں اسی لیے ماہرین نے فرمایا ہے کہ صرف جرحِ مفسر ہی مقبول ہے۔ (الاقتراح فی بیان الاصطلاح، ۱/۵۷)

ابو محمد حارثی بخاری کی حیثیت

مسند ابو حنیفہ کے راوی ابو محمد حارثی بخاری کا مجروح ہونا ثابت نہیں۔ جن لوگوں نے ان پر جرح کی ہے وہ جرحِ مبہم اور بلا دلیل ہے لہٰذا مقبول نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی نے

اقوالِ جرح کو نقل کرنے کے باوجود ان کے تعلق سے لکھا:

"الشيخ الامام الفقيه العلامة المحدث عالم ما وراء النهر ابو محمد الاستاذ عبد الله بن محمد بن يعقوب بن الحارث بن خليل الحارثی البخاری الكلاباذی الحنفی المشهور بعبد الله الاستاذ"

شیخ، امام، فقیہ، علامہ محدث عالم ماوراء النہر ابو محمد استاذ عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث بن خلیل حارثی بخاری انہوں نے عبیداللہ بن واصل، عبدالصمد بن فضل، حمدان بن ذی النون، ابو معشر حمدویہ بن خطاب، محمد بن لیث سرخسی، عمران بن فرینام، ابوالموجہ محمد بن عمرو مروزی، فضل بن محمد شعرانی، محمد بن علی الصائغ، ابو ہمام محمد بن خلف نسفی، موسی بن ہارون حمال، احمد بن الضوء اور ایک جماعت سے روایات لی ہیں۔ اور ان سے روایات لینے والوں میں ابوالطیب عبداللہ بن محمد، محمد بن حسن بن منصور نیساپوری، احمد بن محمد بن یعقوب فارسی، ابوعبداللہ بن مندہ اور دوسرے ہیں۔

ذہبی ان کی مزید تعریف وتحسین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وحدث عنه من المشائخ ابو العباس بن عقدة و كان بن منده يحسن القول فيه"

ترجمہ: (مشائخ میں سے ابوالعباس بن عقدہ نے ان سے حدیث لی ہے اور ابن مندہ (جن کو ذہبی نے علم کا خزانہ کہا ہے) ان کے بارے میں اچھی بات کہتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء، ۴۲۴/۱۵)

حافظ زبیر علی صاحب نے لکھا ہے کہ اس پر شدید جرحوں کے لیے دیکھئے میزان الاعتدال، لسان المیزان اور الکشف الحثیث۔ (نور العینین، ص ۲۳۰)

حافظ زبیر علی صاحب کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے قارئین ذرا میزان الاعتدال، لسان المیزان اور الکشف الحثیث دیکھ لیں۔

میزان الاعتدال، ۴۹۶/۲، رقم ۴۵۷۱ میں علامہ ذہبی نے لکھا ہے:

''عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری الفقیہ(عرف بالاستاذ)اکثر عنه ابو عبد الله بن منده وله تصانیف''

ذہبی کی پوری عبارت میں حارثی پر کسی جرح کی طرف ہلکاسا اشارہ بھی نہیں بلکہ سیر اعلام النبلاء میں ذہبی نے انہیں امام ،شیخ ،محدث ،فقیہ،علامہ،عالمِ ماورار النہرلکھ کر ان کی مدح کی ہے۔البتہ ابن الجوزی کا قول نقل کیا ہے کہ ابوسعید الرواس نے انہیں متہم بوضع الحدیث کہاابوسعید الرواس کے حوالے سے ابن الجوزی نے یہی بات''الضعفاء والمتروکون ''میں،ابن عجمی نے ''الکشف الحثیث''میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے انہیں کے حوالے سے لسان المیز ان میں بھی لکھا ہے اور احمد سلیمانی کے حوالے سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ حارثی کو متہم کہنے والے صرف دو آدمی ہیں:

(۱)ابوسعید الرواس (۲) احمد سلیمانی۔ابوسعید الرواس کون ہیں؟ان کی ثقاہت وعدم ثقاہت کا کیا حال ہے؟اس کے ذکر سے کتب طبقات وتراجم کے صفحات خالی ہیں۔یہ شخص مجہول العین بھی ہے اور مجہول الحال بھی۔لہٰذا ایسے کی بات کسی کی تعلق سے خصوصاً وضعِ حدیث کے الزام میں کیوں کر معتبر ہوسکتی ہے؟

دوسرے شخص احمد سلیمانی بھی غیر متعین ہیں۔کیوں کہ اس نام کے کئی اشخاص ہیں۔مثلاً:

(۱)احمد بن القاسم بن سلیمان بن محمد الاعین معروف بہ سلیمان۔ان کی وفات ۲۹۱یا۳۰۰ھ میں ہے۔اگر احمد سلیمانی سے یہ شخص مراد ہے تو ایک تو اس کی توثیق معلوم نہیں علاوہ ازیں یہ حارثی کے معاصرین میں سے ہیں۔اس لیے بلا دلیل ان کی بات غیر معتبر ہوگی جب تک کہ اسے جمہور معاصرین کی تصدیق حاصل نہ ہوجائے۔محض احمد السلیمانی کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے امام،محدث ،فقیہ،علامہ عبداللہ حارثی بخاری پر وضع حدیث کا الزام غیر مسموع ونامقبول ہوگا۔

(۲)احمد بن علی بن عمر الحافظ ابوالفضل سلیمانی بیکندی بخاری۔ان کی وفات ۴۴۰ھ میں

ہے۔اگر احمد سلیمانی سے مراد یہ ہیں تو جلیل القدر محدث اور صاحب تصانیف ہونے کے باوجود متقدمین پر ان کی جرح اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی جب تک اس پر کوئی دلیل وبرہان موجود نہ ہو۔عبد اللہ حارثی کی وفات ۳۴۰ھ میں ہوئی ہے۔احمد سلیمانی کی عمر ۹۳ سال تھی۔اس سے پتا چلتا ہے کہ احمد سلیمانی کو عبداللہ الحارثی کی معاصرت حاصل ہے۔ معاصر کی جرح اس تک مقبول نہیں جب تک کہ اس پر مضبوط دلیل نہ ہو۔پھر احمد سلیمانی خود ناقابل اعتماد تھے تو ان کی بات کیوں کر معتبر ہوگی؟

علامہ ذہبی نے ان کے تعلق سے لکھا:

”رأیت للسلیمانی کتابا فیہ حط علی کبار فلایسمع منہ ماشذ فیہ“

ترجمہ: میں نے (امام ذہبی نے) سلیمانی کی ایک کتاب دیکھی جس میں انہوں نے اکابر کی شان میں تنقیص کی ہے۔لہٰذا ان کی وہ بات غیر مسموع ہے جس میں وہ تنہا ہوں۔

(سیر اعلام،۱۷/۲۰۲)

عبداللہ الحارثی پر وضعِ حدیث کا الزام رکھنے میں سلیمانی تنہا ہیں اس لیے ان کی بات امام ذہبی کے فرمان کے مطابق نامقبول وغیر مسموع ہے اور یہ سمجھنا کہ ابن الجوزی نے ان کو متہم کہا ہے غلط ہے۔ابن الجوزی نے رواس اور سلیمانی کا قول نقل کیا ہے۔رواس تو مجہول العین اور مجہول الحال ہیں۔کیوں کہ روّاس لقب کے متعدد اشخاص ہیں۔جن میں سے بعض پر وضع حدیث کا بھی الزام ہے۔مثلاً العلاء ابن مسلمہ الرواس امام ترمذی کے شیخ ہیں۔ان کے تعلق سے امام ذہبی نے لکھا ”مُتَّھَمٌ بِوَضْعِ الحَدِیثِ“ اس پر حدیث گڑھنے کی تہمت ہے۔

(المغنی فی الضعفاء،۲/۴۴۰)

ان کے تعلق سے ابن حبان نے کہا:

”یروی عن العراقیین المقلوبات و عن الثقات الموضوعات لایحل الاحتجاج بہ بحال“

ترجمہ: رواس عراقیوں سے الٹ پلٹ کی گئی روایات بیان کرتے ہیں اور ثقات سے موضوع روایات نقل کرتے ہیں۔ کسی حال میں ان سے احتجاج درست نہیں۔

(المجروحین لابن حبان، ۲/۱۸۵)

احمد سلیمانی بخاری [وفات: ۴۰۴ھ] امام ذہبی کے قول کے مطابق اکابر کی تنقیصِ شان کے مرتکب تھے۔ ان کی بات غیر معتبر ہے۔ معلوم ہوا کہ عبداللہ حارثی پر احمد سلیمانی کا لگایا ہوا وضع حدیث کا الزام غیر مسموع و نامعتبر ہے۔ باقی خطیب کا ان کے تعلق سے "لا یحتج بہ" حاکم کا صاحبِ عجائب اور ابوزرعہ احمد بن حسین کا ضعیف کہنا اور خلیلی کا لین کہنا جرحِ غیر مفسّر ہے۔ اگر ان جرحوں کو بلا دلیل تسلیم کر لیا جائے اور اس کی بنیاد پر عبداللہ حارثی کو نامقبول وضعیف قرار دیا جائے تو بہت سے ثقہ مقبول راویوں بلکہ صحیحین کے بعض راویوں کو بھی نامقبول ٹھہرانا لازم آئے گا۔ کیوں کہ صحیحین کے بعض راویوں کے تعلق سے بھی ماہرین وناقدین حدیث کی جرحیں منقول ہیں۔ مثلاً:

(۱) بشیر بن المہاجر الغنوی الکوفی: صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ حالاں کہ ان کو ابن حبان نے کثیر الخطا کہا ہے۔ ساجی نے منکر الحدیث کہا۔ عقیلی، امام احمد بن حنبل نے متہم، مرجئ، منکر الحدیث کہا۔ (اکمال تہذیب الکمال، ۸/۳۱۷) کیا ان جرحوں کا اعتبار کرتے ہوئے یہ کہنا درست ہوگا کہ صحیح مسلم کے راوی بشیر بن المہاجر متہم، منکر الحدیث ہیں اس لیے صحیح مسلم میں ان کی روایت منکر و نامقبول ہے؟

(۲) عبدالملک بن عمیر بن سوید حارثہ القرشی: یہ صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ انہیں یحییٰ بن معین نے مُخَلِّط (روایت میں خلط ملط کرنے والا) کہا۔ ابو حاتم نے کہا: ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہیں۔ میں نے پانچ سو احادیث ان کے پاس پائیں۔ ان میں اکثر میں انہوں نے غلطی کی ہے۔ اسحاق الکوسج نے امام احمد کے حوالے سے لکھا: "انہ ضعیف جدا" وہ بہت زیادہ ضعیف تھے۔ حفاظ حدیث ان کی روایت میں اختلاف

کرتے تھے۔(سیر اعلام النبلاء، للذہبی، ۵/۴۴۰) کیا ان ماہرینِ حدیث کی شدید جرحوں کو معتبر قرار دیتے ہوئے یہ کہنا درست ہے کہ صحیح بخاری کی وہ روایات جو عبد الملک بن عمیر سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں بلکہ منکر و نامقبول ہیں؟

(۳) **عبد الملک بن الصباح مسمعی ابو محمد صنعانی بصری:** بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ کے راوی ہیں لیکن خلیلی نے ان کے تعلق سے کہا کہ "متهم بسرقة الاحاديث" ان پر احادیث چوری کرنے کی تہمت لگائی گئی ہے۔(اکمال تہذیب الکمال للمغلطائی، ۸/۳۱۷)

کیا خلیلی کے قول کی بنیاد پر عبد الملک بن الصباح جو بخاری و مسلم اور نسائی و ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کو نامقبول و مجروح قرار دیا جائے؟

حافظ زبیر علی زئی اور ان کے حامی برادران اہل حدیث کو یہ فنی اصول فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ کسی راوی پر اگر ناقدینِ حدیث کی جرحیں موجود ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یقینی طور پر وہ راوی مجروح ہے۔ کیوں کہ یہ چیز ظن پر مبنی ہے۔ ایک ہی راوی بعض ناقدین کے نزدیک متہم ہوتا ہے اور دوسرے بعض کے نزدیک صدوق ثقہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ماقبل کی تین مثالوں سے ظاہر ہے۔

امام تلمسانی فرماتے ہیں:

"رب متهم بريئ ومسربل بسر بال وهو منه عري"

ترجمہ: کتنے ایسے ہیں جن پر تہمت رکھی گئی ہے اور کسی کو عیب کا جامہ پہنایا گیا ہے حالاں کہ وہ اس سے بری اور خالی ہوتے ہیں۔(ازہار الریاض فی اخبار القاضی عیاض، ۱/۸۵)

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی محدث کو کسی محدث سے بغض ہوتا ہے یا اس کی معلومات میں وہ محدث مجروح ہوتا ہے۔ یا اس کے نزدیک کوئی امر سببِ جرح ہوتا ہے لیکن دیگر محدثین کے نزدیک وہ سببِ جرح نہیں ہوتا تو وہ محدث اس پر جرح کر دیتا ہے حالاں کہ دوسروں کے نزدیک وہ مجروح نہیں ہوتا۔ مثلاً نبیذِ تمر پینا بعض محدثین کے نزدیک حرام ہے اور بعض کے

نزدیک حرام نہیں۔ جن کے نزدیک حرام ہے ان کے یہاں نبیذِ تمر پینے والا فاسق و مجروح ہے اور جن کے نزدیک اس کا پینا مباح ہے ان کے نزدیک یہ سببِ جرح نہیں۔ یحیٰ بن معین کا قول ہے:

"تحریم النبیذ صحیح لکن اقف ولا احرمه قد شربه قوم صالح باحادیث صحاح وحرمه قوم صالح باحادیث صحاح" (سیر اعلام، ۸۸/۱۱)

ترجمہ: نبیذ کو حرام کہنا صحیح ہے۔ لیکن میں اس میں توقف کرتا ہوں، اسے حرام نہیں کہتا۔ کیوں کہ ایک صالح قوم نے اس کو پیا ہے صحیح احادیث کی بنیاد پر اور ایک صالح قوم نے اس کو حرام قرار دیا ہے صحیح احادیث کی بنیاد پر۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ احمد بن صالح جمہور ناقدین حدیث کے نزدیک حافظ الحدیث متقن ثبت ہیں لیکن انہیں مشہور ناقد یحیٰ بن معین نے حافظ الحدیث کہنے کے باوجود مجروح قرار دیا اور کہا کہ ان میں تکبر تھا۔ نیز انہیں امام نسائی نے "لیس بثقة" کہا کیوں کہ احمد بن صالح نے امام نسائی کو اپنی مجلس سے نکال دیا تھا جس سے انہیں تکلیف پہنچی تھی لہٰذا انہوں نے ان پر جرح کردی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، ۱۲۰/۹)

حاصل کلام یہ ہے کہ ماہرین حدیث مثلاً یحیٰ بن معین، علی بن مدینی، ابوحاتم رازی وغیرہ نے عبداللہ الحارثی پر جرح نہیں کی ہے۔ امام ذہبی نے ان کی تعریف میں شیخ، امام، محدث، فقیہ، علامہ، عالم ماوراء النہر جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں اور ابن مندہ نے انہیں اچھا کہا ہے۔ ان پر جرح کرنے والا ابوسعید الرواس مجہول و نامقبول شخص ہے۔ احمد سلیمانی غیر معین ہے۔ اگر احمد سلیمانی بخاری [وفات: ۴۴۰ھ] مراد ہیں تو امام ذہبی کے بقول وہ اکابر کی شان میں تنقیص کرنے والے ہیں ان کی کوئی منفرد بات نامقبول ہے۔ خطیب نے کہا کہ حارثی ناقابل حجت ہیں لیکن اس کی کوئی وجہ ذکر نہیں کی۔ ابوزرعہ نے ضعیف کہا لیکن اس کا کوئی سبب بیان نہیں کیا۔ یہ جرحِ مبہم نامقبول ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مسند امام ابوحنیفہ الحارثی کے

راوی عبداللہ حارثی متہم، مجروح ونامقبول نہیں۔ اگر ان سے بعض عجائب ثقات کے خلاف منقول ہیں تو خاص طور سے وہ عجائب نامقبول ہوں گے نہ کہ ان کی تمام روایات نامقبول ومردود ہوں گی جیسا کہ یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں۔

حسن بن زیاد لولوی پر جرح کا جواب

ماہرین فن اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ بعض محدثین، فقہا بالخصوص فقہائے احناف سے حد درجہ تعصب رکھتے تھے۔ حتی کہ ان کا تعصب بغض وعناد تک پہنچا ہوا تھا۔ اس کی وجہ وہ غلط فہمی تھی جو فقہائے احناف بالخصوص امام اعظم کے تلامذہ اور ان کے تلامذہ کے تعلق سے متعصبین متشددین نے پھیلا رکھی تھی کہ علمائے کوفہ (فقہائے احناف) احادیث کو چھوڑ کر قیاس ورائے کو ترجیح دیتے ہیں اور احادیث کے خلاف قیاس ورائے پر عمل کرتے ہیں۔ اس غلط فہمی کے شکار بعض اچھے بھلے محدثین بھی ہو چکے تھے۔ جن میں کتنے ایسے تھے جو اسی غلط فہمی کے بوجھ تلے دبے ہوئے دنیا سے گزر گیے اور کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے حقیقتِ حال معلوم ہونے کے بعد اپنے منفی خیالات و اقوال سے رجوع کر لیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ جس امام ابو حنیفہ کا یہ قول ہو کہ "حدیث صحیح جب آجائے تو وہی میرا مذہب ہے" اور جس امام کے نزدیک ضعیف حدیث کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ اور اُن کے تلامذہ احادیثِ صحیحہ کے مقابلے میں ہرگز اپنی رائے اور قیاس کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ اسی تعصب وغلط فہمی کا شاخسانہ ہے کہ بعض ناقدین حدیث نے امام اعظم کے بعض اجلّہ تلامذہ مثلاً امام محمد، امام زفر، حسن بن زیاد وغیرہ حتی کہ خود امام اعظم پر بھی جرح کر دی ہے۔ جمہورِ امت نے ایسے لوگوں کی منفی ذہنیت کو کبھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا کیوں کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے مشہور تلامذہ مجتہدینِ امت جلیل القدر محدثین اور فقہا کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان کو مجروح ونامقبول ٹھہرانا دن میں سورج کی روشنی کے انکار کے مترادف ہے۔

دور ماقبل میں صرف اتنا ہی تھا کہ بعض لوگوں نے بلا تحقیق وتفتیش ائمۂ احناف کے تعلق

سے موافق ومخالف دونوں قسم کے اقوال جمع کر دیے۔اس خصوص میں خطیب بغدادی کا نام معروف ہے۔لیکن انہوں نے ان ائمہ کرام پر زبان لعن وطعن کو دراز نہیں کیا۔مگر ماضی قریب کے اور دور حاضر کے وہابی غیر مقلدین جو کبھی اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہتے ہیں،کبھی سلفی کہتے ہیں اور کبھی محمدی کہتے ہیں۔امام اعظم اور آپ کے تلامذہ کو ہدفِ ملامت بناتے ہیں اور ان پر جرح وقدح کرنے میں ہر قسم کے رطب و یابس کو اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں۔اسی کو وہ دین کی سب سے بڑی خدمت تصور کرتے ہیں۔"وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون"

وہابی غیر مقلدین کے ظلم وستم کی انہیں مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے جلیل القدر تلمیذ امام حسن بن زیاد لؤلوئی پر رد وقدح کے آرے چلائے ہیں،اور بعض ناقدین حدیث کے حوالے سے ان پر جرحیں نقل کی ہیں۔ذیل میں ہم اس کا ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ قارئین کرام کی نذر کر رہے ہیں۔وباللہ التوفیق۔

مشہور اہل حدیث وہابی عالم حافظ زبیر علی زئی نے امام حسن بن زیاد لؤلوی کے تعلق سے لکھا: ابن معین نے کہا کذاب ہے۔اس پر راقم کہتا ہے کہ یحیٰ بن معین کا یہ قول ایک تو بلا سند ہے،دوسرے یحیٰ بن معین نے اس قول میں محمد بن عبداللہ بن نمیر پر اعتماد کیا ہے اور انہیں سے نقل کیا ہے۔امام احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین دونوں کوفی شیوخ کے تعلق سے محمد بن نمیر پر اعتماد کیا کرتے تھے۔(موسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل،۳/۲۸۲)

محمد بن نمیر کی وفات ۲۳۴ھ اور حسن بن زیاد لؤلؤی کی وفات ۲۰۴ھ ہے۔حسن بن زیاد کوفی شیوخ میں تھے اور یحیٰ بن معین کوفی شیوخ کے معاملے میں ابن نمیر پر اعتماد کیا کرتے تھے لہٰذا ابن نمیر نے حسن بن زیاد پر کذب کا الزام رکھا تو یحیٰ بن معین نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں کذاب کہہ دیا۔ابوداؤد نے بھی کذاب کہا لیکن ابن نمیر کے ہی حوالے سے۔

(میزان الاعتدال،۱/۴۹۱)

دارقطنی نے متروک کہا تو یحیٰ بن معین پر اعتماد کرتے ہوئے۔مزید یہ کہ یہ قول بلا دلیل ہے۔

حسن بن زیاد پر الزام کذب کا مدار محمد بن نمیر کا قول ہے اور محمد بن نمیر حسن بن زیاد کے معاصر میں سے ہیں۔ معاصر اپنے کسی معاصر کو کذاب کہے یا اس پر جرح کرے تو اس کی بنیاد معاصرانہ چشمک بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا جب تک جمہور ناقدین حدیث کے اقوال سے اس کی جرح کو تصدیق حاصل نہ ہو قبول نہیں کی جائے گی۔ لہٰذا ابنِ نمیر کی جرح حسن بن زیاد پر نامقبول ہے کیوں کہ جمہورِ ناقدین نے ان کو کذاب نہیں کہا۔

علی ابن مدینی نے کہا: ''لا یکتب حدیثہ'' اس قول کی بنیاد بھی حسن بن زیاد کا متہم بالکذب ہونا ہے اور یہ بنیاد مضبوط نہیں کیوں کہ ایک معاصر نے ان پر کذب کا الزام رکھا ہے جو بلا دلیل نامعتبر ہے۔ ابو حاتم نے کہا: ''لیس بثقة ولا مأمون'' یہ قول بلا دلیل ہے اس لیے نامقبول ہے۔ (میزان الاعتدال، ۴۹۱/۱) کسی ناقدِ حدیث نے بلا دلیل حسن بن زیاد کو غیر ثقہ یا متہم بالکذب کہہ دیا تو وہابی غیر مقلدین نے اس کو خوشی سے قبول کر لیا لیکن بخاری کے کسی راوی کو کسی ناقدِ حدیث نے متہم کہا تو وہ نامقبول ٹھہرا۔ کیا یہ تقلید بلکہ اندھی تقلید نہیں؟ ناقدین کی جرح کو بلا دلیل قبول کرنے میں وہابیہ کو تقلید اور شرک دکھائی نہیں دیتا حسن بن زیاد کے مقبول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ امام حفص بن غیاث جو بخاری و مسلم سمیت صحاح ستہ کے راوی ہیں انہوں نے اپنی وفات کے وقت حسن بن زیاد کو کوفہ میں افتاء و قضا کے لیے اپنا جانشین تقرر فرمایا تھا۔ (الجواہر المضیۃ، ۵۴۱/۲)

﴿حسن بن زیاد لؤلؤی کے تعلق سے ایک من گھڑت قصہ﴾

واضح رہے کہ یہ قصہ میزان الاعتدال میں بے سند مذکور ہے۔ بویطی نے کہا: میں نے شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے فضل بن ربیع نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا اور حسن بن زیاد لؤلؤی کا مناظرہ دیکھوں۔ تو میں (شافعی) نے کہا: حسن بن زیاد اس مقام پر نہیں۔ تو فضل بن ربیع نے کہا: میری خواہش ہے۔ فضل کہتے ہیں کہ پھر ہمارے سامنے کھانا حاضر کیا گیا ہم نے کھانا کھایا پھر ہمارے ایک ساتھی نے حسن بن زیاد سے کہا: آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے حالتِ نماز میں کسی پارسا عورت پر

تہمت لگائی؟ تو حسن بن زیاد نے کہا اس کی نماز باطل ہوگئی۔ میرے ساتھی نے کہا اور وضو؟ کہا: وضو اپنے حال پر رہا۔ میرے ساتھی نے کہا: پھر تو حالتِ نماز میں بے گناہ عورت پر تہمت لگانا حالتِ نماز میں قہقہ لگانے سے آسان ہے؟ یہ بات سن کر حسن بن زیاد نے اپنی جوتی بغل میں دبالی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ تو میں نے (شافعی نے) فضل سے کہا کہ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ حسن بن زیاد اس مقام پہ نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال، ۱/۴۹۱)

ہر ذی شعور غیر جانب دار صاحب علم، جس کا علم فقہ وحدیث سے واسطہ ہے بہ آسانی یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ واقعہ سراسر من گھڑت اور جھوٹ ہے۔ اس کے جھوٹ ہونے کے چند شواہد موجود ہیں۔

(۱) بویطی گرچہ امام شافعی کے ثقہ شاگرد ہیں لیکن بویطی سے اس واقعہ کو کس نے نقل کیا ہے؟ علامہ ذہبی [وفات: ۷۴۸ھ] سے بویطی [وفات ۲۳۱ھ] تک درمیان میں پانچ سوسترہ سال کا وقفہ ہے۔ اس فاصلے میں جو راوی ہیں ان کے نام واحوال معلوم نہیں کہ ان کی ثقاہت وصداقت کا پتہ لگایا جائے اور اس واقعہ کی صحت کا حکم لگایا جائے۔

(۲) اس واقعہ کے راوی فضل بن ربیع کے بارے میں امام ذہبی نے فرمایا: ”حدیثہ منکر“ ان کی حدیث منکر ہے (دیوان الضعفاء للذہبی، ۱/۳۱۹) عقیلی نے کہا: ”لا یتابع حدیثہ“ ان کی حدیث کی کوئی متابع نہیں ملتی۔ یعنی ان کی حدیث نامقبول ہوتی ہے۔ (لسان المیزان، ۶/۳۳۹) ماہرین حدیث میں سے کسی سے ان کی توثیق منقول نہیں۔ لہٰذا اس واقعہ کی صحت بہر حال مشکوک ہے۔

(۳) فضل بن ربیع نے کہا کہ ”قال لہ رجل معی“ میرے ساتھ ایک آدمی تھا، اس نے حسن بن زیاد سے سوال کیا۔ فضل بن ربیع کے ساتھ وہ کون آدمی تھا؟ جو حسن بن زیاد سے مناظرہ کے لیے تیار ہوا۔ اس کا کچھ ذکر نہیں۔ حسن بن زیاد جیسے فقیہ مجتہد سے مناظرہ کرنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں ہوگا؟ لیکن ایک عام مجہول آدمی کا ذکر یہ بتا رہا ہے کہ واقعہ میں صداقت نہیں۔

(۴) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم اور آپ کے مشہور تلامذہ کی جلالت وتفقہ اور حاضر جوابی و بیدار دماغی کا حال اچھی طرح جانتے تھے۔ کیوں کہ امام اعظم کے شاگردوں سے ان کا بڑا اقرب تھا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تو ان کے استاذ ہی تھے۔ حسن بن زیاد امام اعظم کے ان تلامذہ میں تھے جو اپنی حاضر جوابی اور تفقہ میں مشہور تھے۔ امام شافعی نے جس کا بارہا مشاہدہ کیا تھا۔ پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ امام شافعی، فضل بن ربیع کی خواہش پر کہ وہ امام شافعی اور حسن بن زیاد کے درمیان مناظرہ دیکھنا چاہتے ہیں، یہ جواب دیں کہ حسن بن زیاد ''مناظرہ کے لائق نہیں'' یہ جواب امام شافعی کی رفعتِ شان اور علمی وقار کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا امام شافعی کی جانب اس کی نسبت صحیح نہیں۔

اس جواب کا امام شافعی کی شخصیت سے میل نہ کھانا خود اس واقعہ کی صداقت کا منہ چڑھاتا نظر آتا ہے۔

(۵) علاوہ ازیں ''مناظرِ مجہول'' کے ''اعتراضِ بے مثال'' پر حسن بن زیاد کا اپنی جوتی بغل میں دبا کر بھاگ کھڑا ہونا واقعہ کا یہ جز پورے واقعہ کو جعلی ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ قارئین ایک بار پھر مناظرِ مجہول کا اعتراض اور اس کا جواب ملاحظہ کرلیں۔ حسن بن زیاد نے مناظر مجہول کے سوال پر جواب دیا تھا کہ نماز میں قہقہہ لگانے والے کی نماز بھی باطل ہوگئی اور وضو بھی ٹوٹ گیا۔ ظاہر ہے یہ جواب کوئی قیاس یا رائے پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ اس کی بنیاد وہ حدیث پاک تھی جس کو دار قطنی نے اپنی سنن میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں، امام ابوحنیفہ نے اپنی مسند (بروایۃ ابونعیم) میں، امام محمد نے الآثار میں، امام ابو یوسف نے کتاب الآثار میں اور ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے حالتِ نماز میں قہقہہ لگایا وہ وضو اور نماز دوبارہ لوٹائیں۔

یہ بات علمِ فقہ کا طالب علم جانتا ہے کہ کوئی فقہی مسئلہ اگر خلافِ قیاس حدیث سے ثابت ہو تو حدیث کو اسی کے مَورِدو محل میں خاص رکھا جائے گا۔ اس کی نظیر دوسرے مسئلہ کو اس پر قیاس

نہیں کیا جائے گا۔ حالتِ نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے نماز کا ٹوٹ جانا موافقِ حدیث بھی ہے اور موافقِ قیاس بھی۔ کیوں کہ قہقہہ لگا کر ہنسنا منافی صلوۃ ہے لہٰذا اس سے نماز کا ٹوٹ جانا قیاس کے مطابق ہے۔ لیکن اس سے وضو کا ٹوٹ جانا خلافِ قیاس حدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس کو اس کے مورد (رکوع و سجود والی نماز) کے ساتھ خاص مانا جائے گا۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جس نماز سے متعلق ہے وہ رکوع و سجود والی تھی۔ لہٰذا نمازِ جنازہ میں اگر قہقہہ لگائے تو نماز باطل ہوگی وضو نہیں۔ مناظرِ مجہول کو علم فقہ کے طالب علم کی سمجھ میں آنے والی بات سمجھ میں نہیں آئی اور انہوں نے حسن بن زیاد سے سوال کر دیا کہ اگر حالت نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو حالتِ نماز میں کسی پارسا عورت پر تہمت لگانے سے بھی وضو ٹوٹ جانا چاہئے کیوں کہ حالتِ نماز میں کسی پارسا عورت پر تہمت لگانا حالت نماز میں قہقہہ لگانے سے زیادہ برا ہے۔ جب مناظرِ مجہول کی جہالت کا یہ عالم حسن بن زیاد نے دیکھا تو وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بشرطِ صدق واقعہ حسن بن زیاد کا مناظر مجہول کو جواب نہ دینا "واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما" پر عمل کرنا تھا لیکن متعصب ہاتھوں نے یہاں یہ بات گڑھ لی کہ حسن بن زیاد جوتی بغل میں دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یعنی حسن بن زیاد لاجواب ہوگئے۔ پھر اس پر رنگ چڑھاتے ہوئے یہ لکھ مارا کہ یہ سب دیکھ کر امام شافعی نے کہا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ حسن بن زیاد مناظرہ کے لائق نہیں۔ یہ سب تعصب کی کارفرمائیاں ہیں۔ حالاں کہ تعصب سے ہٹ کر کوئی دیکھے تو اس مسئلے کے تناظر میں احناف کی عمل بالحدیث پر سختی کا ثبوت صاف جھلکتا ہے کہ ان کے یہاں حدیث کے مقابلے میں خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو قیاس کو ترجیح نہیں دی جائے گی بلکہ حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ انصاف کی نظر میں یہ خوبی کی بات تھی لیکن برا ہو تعصب و تنگ نظری کا کہ یہ خوبی بھی عیب نظر آنے لگی اور امام شافعی کی طرف منسوب کر کے یہ واقعہ بھی گڑھ لیا گیا اور یہ بھی خیال نہ رہا کہ جھوٹ چاہے کتنا ہی مزین کر کے پیش کیا جائے اس کا پردہ فاش ضرور ہو جاتا ہے۔

حسن بن زیاد کے تعلق سے مذکورہ واقعہ کے جعلی وجھوٹ ثابت ہونے کے بعد قارئین کرام کے لیے یہ سمجھنا آسان ہوگیا ہوگا کہ حسن بن زیاد کو بعض حضرات کے کذاب ومتروک الحدیث وغیرہ کہنے کے پیچھے کیا راز پنہاں ہوسکتا ہے؟ حسن بن زیاد سے معاصرانہ چشمک، فقہی اجتہاد میں ان کا کمال یا اس طرح کا اور کوئی سبب۔؟

بہر حال جو بھی ہو حسن بن زیاد پر جارحین کی جرح نامقبول ومردود ہے۔ ذیل میں ہم مشہور ائمۂ دین وماہرین فن کے اقوال سے ثابت کرتے ہیں:

- علامہ ذہبی نے ناقدین کی جرح کو ذکر کرنے بعد تحریر فرمایا:

"قلت :ومع ذلك كله فاخرج له ابو عوانه فی مستخرجه والحاكم فی مستدركه"

ترجمہ: حسن بن زیاد کے تعلق سے ان سب جرحوں کے باوجود ابوعوانہ نے اپنی مستخرج میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ان کی حدیث لی ہے۔

- محدث مسلمہ بن قاسم نے فرمایا: "کا ن ثقة" حسن بن زیاد ثقہ تھے۔

(لسان المیزان، ۳/۴۸)

- محمد بن سماعہ نے فرمایا:

"سمعت حسن بن زياد قال: كتبت عن ابن جريح اثنى عشر الف حديث كلها يحتاج اليه الفقهاء"

ترجمہ: حسن بن زیاد نے کہا میں نے ابن جریج سے بارہ ہزار احادیث لکھی ہیں جن کی فقہا کو حاجت ہوتی ہے۔

(الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ لتقی الدین الغزی التمیمی، وفات: ۱۰۱۰ھ، ۱/۲۲۵)

- احمد بن عبد الحمید الحارثی نے کہا:

"ما رأيت احسن خلقا من الحسن بن زياد ولا اقرب ما خذا ولا اسهل

جانبا مع توفر فقهه وعلمه وزهده وورعه"

ترجمہ: میں نے حسن بن زیاد سے زیادہ حسن اخلاق والا، ان سے زیادہ قریب سے رہنمائی کرنے والا اور ان سے زیادہ نرم دل کسی کو نہیں دیکھا باوجود اس کے کہ وہ عظیم فقیہ، عالم اور زہد وورع کے حامل تھے۔

- احمد بن عبد الحمید حارثی نے یہ بھی کہا:

"حسن بن زیاد خود جو لباس پہنتے تھے اپنے غلاموں کو بھی پہنایا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرتے ہوئے "تم غلاموں کو وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو" (الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ، ۲۲۵/۱)

- امام سمعانی نے فرمایا:

"کان عالما بروایة ابی حنیفة و کان حسن الخلق"

ترجمہ: حسن بن زیاد ابو حنیفہ کی روایات کے عالم اور حسن خلق والے تھے۔

(الطبقات السنیہ، ۲۲۶/۱)

- یحییٰ بن آدم نے فرمایا:

"ما رأیت افقه من الحسن بن زیاد" میں نے حسن بن زیاد سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔

(الطبقات السنیہ، ۲۲۶/۱)

- محمد بن شجاع الثلجی (ثقہ، عادل، صاحب ورع وتقویٰ محدث فقیہ تھے) فرماتے ہیں:

"میں نے حسن بن زیاد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے چار سال اس حال میں گذرے ہیں کہ رات کو کتب احادیث وفقہ اور عبادت میں گذارنے کی وجہ سے چراغ میرے سامنے ہوا کرتا تھا۔"

- فقہ وحدیث کے درس کے دوران طالب علم کی غفلت کو ہرگز برداشت نہ کرتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابراہیم بن اللیث الدہقان نے اپنے بعض اصحاب سے نقل کیا ہے کہ خلیفہ

ہارون رشید نے حسن بن زیاد سے کہا تھا کہ ہر ہفتہ ایک دن مامون کے ساتھ مذاکرۂ فقہ وحدیث کیا کریں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب حسن بن زیاد ''رقہ'' میں تھے۔ ایک رات مذاکرۂ فقہ وحدیث میں مشغول تھے کہ مامون کو اونگھ آنے لگی، حسن بن زیاد نے کہا آپ نے سنا اے امیر! مامون نے چونک کر آنکھیں کھولیں مگر اس وقت حسن بن زیاد نے انہیں اپنی مجلس سے نکال دیا۔ جب رشید کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

وھل الخطی الا وشیجۃ

وتغرس الا فی منابتھا النخل

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ۱/۱۳۷)

اس واقعہ سے حسن بن زیاد کے علمی رعب وداب کا جہاں ثبوت فراہم ہوتا ہے وہیں علم حدیث وفقہ کے ادب واحترام کا اندازہ ہوتا ہے۔

● محمد بن یحییٰ الحجری قاضی مدائن نے کہا: کہ حسن بن زیاد حافظ الحدیث تھے انہیں کوفہ میں عہدہ قضا دیا گیا لیکن وہ ذمہ داری نہ اٹھا سکے اور مستعفی ہو گئے۔

(اخبار القضاۃ لابن حبان، ۳/۱۸۸)

● ابن الاثیر نے حسن بن زیاد کی روایت سے بعض احادیث کو ذکر کیا اور ان پر کوئی جرح نہیں کی۔

● حافظ الحدیث ابن عبد البر نے حسن بن زیاد لؤلؤی کی روایت سے امام ابوحنیفہ کی جانب منسوب ایک واقعہ نقل کر کے اس پر کوئی جرح نہیں کی ہے بلکہ اس کو امام ابوحنیفہ کے فضائل میں مستدل وقابل احتجاج مانا ہے۔ (الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، ۱/۱۵۳) معلوم ہوا کہ حافظ ابن عبد البر کے نزدیک حسن بن زیاد متہم نہیں اور ان کی روایت منکر و نامقبول نہیں۔

● ابن حبان نے ثقات میں حسن بن زیاد کی ایک روایت عن جریج کی سند سے بلا جرح کے ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حسن بن زیاد متہم نہیں بلکہ ثقہ ہیں۔

(الثقات، ۸/۱۶۸، حدیث: ۱۲۷۹۲)

● یحییٰ بن آدم کا قول ہے: "وكان محبا للسنة و اتباعها" حسن بن زیاد سنت کو بہت زیادہ پسند کرتے اور سنت کے پیروکاروں کو بھی۔ (الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، ۱/۱۹۳)

یحییٰ ابن آدم کے تعلق سے ذہبی نے لکھا کہ سفیان ثوری کے بعد یحییٰ ابن آدم سب سے بڑے محدث تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ۵/۱۷۵)

● ابوالمعالی الحلمی نے حسن بن زیاد کی بے نفسی اور ان کے جذبۂ اتباع حق کی دلیل میں ان کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ جس غیر منصوص مسئلہ میں ہم نے قیاس سے کہا ہے کہ یہ رائے حسن ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے حتی المقدور کوشش کی ہے تو یہ رائے سب سے اچھی معلوم ہوئی ہے۔ اگر کوئی اس سے عمدہ رائے لے آئے تو وہ ہماری رائے سے زیادہ درست ہے۔ (الجواہر المضیۃ، ۱/۴۷۲)

﴿حسن بن زیاد کے تقویٰ کا ایک نادر واقعہ﴾

علامہ عزّی نے نقل فرمایا ہے کہ امام حسن بن زیاد کی دین داری اور ورع کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ کسی سائل نے ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، انہوں نے جواب میں خطا کی۔ جب سائل چلا گیا تو حسن بن زیاد کے سامنے حق ظاہر ہوا۔ سائل کو تلاش کیا گیا مگر نہ ملا تو حسن بن زیاد نے ایک منادی کو کرایہ پر لیا اور پوری آبادی میں یہ ندا کرائی کہ حسن بن زیاد سے فلاں مسئلہ پوچھا گیا تھا، انہوں نے جواب میں خطا کی ہے لہٰذا سائل دوبارہ ان کے پاس جاکر صحیح جواب حاصل کرلے۔ منادی یہ اعلان کرتا رہا یہاں تک کہ سائل آیا اور حسن بن زیاد نے اس کو صحیح جواب دے کر واپس کیا۔ اس واقعہ کو ثقات کی سند کے ساتھ علامہ صیمری نے "اخبار ابی حنیفہ" میں بھی نقل کیا ہے۔ (الطبقات السنیہ، ۱/۲۲۶)

کچھ حاسدین و متعصبین، فقہائے احناف کو قیّاس (قیاس کرنے والے) کہتے تھے اور قیاس کرنے کو عیب سمجھتے تھے۔ حالاں کہ قیاسِ شرعی شریعت کے دلائلِ اربعہ میں سے ایک دلیل ہے جو کتاب و سنت و اجماعِ صحابہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ اس سے ایک نہیں ہزار ہا مسائل

مستخرج ہوئے ہیں۔اس لحاظ سے قیاس، مجتہد فقیہ کو کہا جاتا ہے لیکن حاسدین و متعصبین اس کو غلط معنی میں استعمال کرتے تھے۔وہ فقہاء و مجتہدین کو قیاس اس معنی میں کہتے تھے کہ وہ حدیث رسول پر اپنی رائے و قیاس کو ترجیح دینے والے ہیں۔

کسی آدمی نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو قیاس کہا تو آپ نے سخت برہمی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ہمارے اصحاب علم حدیث و فقہ کے خزانے ہیں۔ہم حدیث کے خلاف کرنے والے نہیں۔(الطبقات السنیہ،۱/۲۷۷)

حسن بن زیاد فرماتے تھے:

کتاب اللہ یا سنت رسول کی کوئی نص یا اجماع کے ہوتے ہوئے کسی مجتہد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی رائے سے کچھ کہے۔جب کسی مسئلے میں صحابۂ کرام کے اقوال مختلف ہوں تو ہم ان میں سے اس قول کو اختیار کرتے ہیں جو کتاب و سنت کے زیادہ قریب ہوتا ہے کیوں کہ فقہائے صحابہ نے بھی اجتہاد کیا ہے۔اجتہاد کا حق فقہاء کو ہے۔اسی کو جو اختلاف اقوال کا علم رکھتا ہو اور اچھا قیاس کر سکتا ہو۔صحابۂ کرام اس طریقے پر تھے۔

(الجواہر المضیۂ،۲/۴۷۲)

حسن بن زیاد کا ہی قول ہے:

”جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے منقول ہو ہم اس سے سر مو انحراف نہیں کرتے اور جس میں صحابۂ کرام کا اختلاف ہو تو ہم ان کے قولِ مختار کو لیتے ہیں اور جو قول ان کے سوا تابعین وغیرہ سے منقول ہو تو ہم احناف اسے بلا دلیل نہیں لیتے۔“

(الجواہر المضیۂ،۲/۴۷۳)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علامہ ذہبی، ابو عوانہ، حاکم، مسلمہ بن قاسم، احمد بن عبد الحمید حارثی، سمعانی، یحییٰ ابن آدم (امام بخاری و مسلم کے دادا استاذ) محمد بن شجاع ثلجی (انہیں امام ذہبی نے علم کا سمندر کہا۔ساٹھ سے زائد جلدوں میں کتاب المناسک لکھی

ہے۔عبادت گذار، تہجد گذار، اور تلاوت قرآن میں مصروف رہنے والے تھے۔سجدے کی حالت میں ۲۶۶ھ میں وفات ہوئی) ابن حبان، ابن عبد البر سمیت ایک درجن سے زائد علماء حدیث وفقہ ورجال نے حسن بن زیاد کی تعریف وتوصیف کی اور ان کو صاحب ورع وصاحب تقویٰ کہا ہے۔ساتھ ہی ساتھ ان کے تقویٰ وورع کا نادر روزگار واقعہ بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا اور ان کے اقوال بھی پڑھ چکے کہ وہ شریعت کے احکام اور اتباع سنت میں کس قدر محتاط تھے اور کس قدر خوفِ خدا ان پر غالب تھا کہ ایک فتویٰ غلط دینے کے نتیجے میں اپنے منصب کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے خوف خدا کے جذبے سے مغلوب ہو کر اپنی غلطی کا اس وقت تک اعلان کرتے رہے جب تک کہ فتویٰ طلب کرنے والا دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحیح فتویٰ لے کر واپس نہیں لوٹا۔ایک طرف آپ کے تقویٰ وعدالت پر شواہد ودلائل ہیں اور دوسری طرف جارحین کی مبہم وغیر مدلل جرحیں ہیں۔کیا انصاف یہی کہتا ہے کہ جارحین کی غیر مدلل جرحوں کو مان لیا جائے اور ایک صاحبِ تقویٰ محدث، مجتہد، فقیہ کو کذاب حتیٰ کہ غیر اخلاقی افعال کا مرتکب کہا جائے بلکہ اس کے مسلمان ہونے کو مشکوک ٹھہرایا جائے؟

ائمہ احناف کے خلاف وہابی غیر مقلدین کو بغض وعناد پر مبنی قبیح اقوال ملتے ہیں تو وہ انہیں اپنے لیے روحانی غذا تصور کر کے بڑی لپک کے ساتھ قبول کرتے ہیں پھر خوب ڈنکا پیٹ پیٹ کر اعلان کرتے ہیں۔

دیکھئے وہابیہ کے مشہور وکیل حافظ زبیر علی زئی نے ناقدین کے اقوال کو آڑ بنا کر حسن بن زیاد لؤلوی جیسے محدث وفقیہ پر کیسی مغلطات کی چھینٹا کشی کی ہے۔

ابن معین نے کہا: کذاب ہے۔راقم نے ماقبل میں اس کا تنقیدی جائزہ پیش کیا۔ابن معین کا یہ قول غیر مستند ہے اس کی کوئی معتبر سند موجود نہیں۔

محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے کہا: ابن جریج پر جھوٹ بولتا ہے۔ابن نمیر کا یہ قول جمہور ناقدین حدیث کے خلاف ہے۔لہٰذا تنہا ان کا یہ قول حجت نہیں ہو سکتا۔

ابوداؤد نے کہا: کذّاب ہے۔ ابوداؤد کا یہ قول ایک تو بلاسند ہے اور دوسرے تنہا ابن نمیر کے قول پر مبنی ہے لہٰذا مقبول نہیں۔

محمد بن رافع نیساپوری نے کہا: یہ شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا۔

تبصرہ: محمد بن رافع نیساپوری کا یہ قول ایک تو بلاسند ہے۔ دوسرے یہ کہ محمد بن رافع نیساپوری ابن نمیر کے شاگرد ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ ابن نمیر کا نظریہ حسن بن زیاد کے تعلق سے اسی قسم کا ہے تو کیا بعید کہ شاگرد کا بھی وہی نظریہ ہو۔ علاوہ ازیں حسن بن زیاد، محدث فقیہ مجتہد تھے ذہبی نے بھی ان کی تعریف وتوصیف کی ہے۔ امام سے پہلے سجدہ کرنا، سر اٹھانا یا تو لاعلمی کی وجہ سے ہوگا۔ ایک فقیہ مجتہد سے عادۃً یہ صورت ممکن نہیں اور جان بوجھ کر ایسا کرنا ایک ایسے فقیہ مجتہد سے کیوں کر ممکن ہے جس نے ایک غلط مسئلہ بیان کرنے پر اپنی غلطی کا اس وقت تک اعلان کروایا ہو جب تک کہ سائل دوبارہ حاضر ہو کر صحیح جواب حاصل نہ کر لیا۔ نیز جس کے زہد وورع کی تعریف جلیل القدر محدثین مثلاً یحییٰ بن آدم، امام ذہبی، مسلمہ بن قاسم وغیرہ نے کی ہے اور ابن عوامہ اور حاکم نے ان کی حدیث کی تخریج کی ہے۔

یہ شواہد یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس قول میں صداقت نہیں۔ محمد بن رافع کو یا تو یہ غلط بات پہنچی ہے یا ان کی طرف کسی نے غلط منسوب کیا ہے۔ چوں کہ یہ قول لسان المیز ان میں منقول ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی سے محمد بن رافع تک اس کی کوئی سند مذکور نہیں۔ اگر حافظ زبیر علی زئی صاحب کے ہمنوا اپنی اس بات میں سچے ہیں کہ کسی کی کوئی بات بلاسند مقبول نہیں تو پوری وہابی برادری مل کر حسن بن زیاد کی جانب منسوب اس ناجائز فعل کی کوئی صحیح سند پیش کریں ورنہ اعلان کر دیں کہ ائمہ احناف کے خلاف کسی بات کے ثبوت کے لیے ان کے یہاں سند کی ضرورت نہیں۔

حافظ زبیر علی زئی نے مزید لکھا:

"حسن بن حلوانی نے بتایا کہ میں نے اسے دیکھا کہ اس نے سجدے کی حالت میں ایک

لڑکے کا بوسہ لیا ابوثور نے کہا: میں نے اس سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا۔ نماز کی حالت میں وہ ایک نوعمر لڑکے جس کی داڑھی مونچھ نہیں تھی کے رخسار پر ہاتھ پھیرتا تھا۔ یزید بن ہارون نے تعجب سے کہا کیا یہ مسلمان ہے؟! اسامہ اسے خبیث کہتے تھے۔ یعقوب بن سفیان، عقیلی اور الساجی نے کہا کذاب ہے۔"

(ملخصاً من لسان المیزان ۲۰۸/۱-۲۰۹، نور العینین، ص:۳۹: زبیر علی زئی)

یہ سب لکھنے کے بعد حافظ صاحب اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایسا گندا شخص ڈیروی صاحب (کوئی دیوبندی حنفی مولوی ہے جس نے زبیر علی زئی کو مخاطب کیا تھا) کا "حضرت امام" ہے۔ (ایضاً)

زبیر علی زئی صاحب کو حسن بن زیاد کے تعلق سے قبیح اقوال تو نظر آ گئے اور فیصلہ بھی سنا دیا کہ حسن بن زیاد جو حنفیوں کا حضرت امام ہے "گندا شخص ہے" لیکن یہاں حافظ زبیر علی صاحب کے حامیوں کے جذبۂ عدل وانصاف (اگر ہے) کو دعوت فکر دینا چاہتا ہوں کہ آخر وہ کون سی فکر کارفرما تھی حافظ صاحب کے ذوق جستجو میں کہ ایک درجن سے زائد علما ومحدثین کے اقوال جن سے حسن بن زیاد کا جلیل القدر محدث، فقیہ مجتہد ہونا، صاحب حسن خلق ہونا، صاحب تقویٰ وورع ہونا اور قابل مدح ہونا ثابت ہوتا ہے، حافظ صاحب کی نظر سے اوجھل کیوں رہ گئے۔ کیا انہیں نظر نہیں آیا کہ حسن بن زیاد سے امام بخاری ومسلم کے استاذ شیخ ابوعوانہ نے اپنی کتاب "مستخرج" میں حدیث لی ہے؟ کیا یہ نظر نہیں آیا کہ امام حاکم نے "مستدرک" میں ان سے روایت لی ہے؟ کیا یہ نظر نہیں آیا کہ جلیل القدر محدث مسلمہ بن قاسم نے حسن بن زیاد کو ثقہ کہا؟ (ممکن ہے کوئی غیر مقلد کہہ دے کہ انہیں اہل تشبیہ میں سے کہا گیا ہے تو اس پر عرض ہے کہ یہ قول مردود ہے۔ امام ذہبی نے فرمایا: "هذا رجل كبير القدر ما نسبه الى التشبيه الا من عاداه" یہ جلیل القدر آدمی ہیں انہیں ان کے دشمنوں نے اہل تشبیہ کہا ہے۔ رضا ۱۲)

کیا حافظ زبیر علی زئی صاحب کو نظر نہیں آیا کہ امام بخاری ومسلم کے دادا استاذ یحیٰ بن آدم

نے حسن بن زیاد کی مدح کرتے ہوئے لکھا ''میں نے ان سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔'' مزید تأثرات پچھلے صفحات میں ملاحظہ کریں۔ اتنے سارے محدثین وائمہ کے اقوال حسن بن زیاد کی جلالت شان، تفقہ، علم حدیث میں مہارت اوران کے تقویٰ وورع پر موجود ہونے کے باوجود کیا احناف کو یہ حق حاصل نہیں کہ انہیں اپنا ''حضرت امام'' کہیں؟ امام حسن بن زیاد کے تعلق سے حافظ زبیر علی زئی کا اتنے سارے ائمہ ومحدثین وفقہا کے اچھے اچھے اقوال کو پس پشت ڈال کران کے خلاف معاندین کے غیر مستند اقوال کو قبول کر کے حسن بن زیاد کو ''گندا شخص'' کہنا یقیناً حافظ زبیر علی کے خبث باطنی کی دلیل ہے۔ رہ گئے ان کے تعلق سے بعض ائمہ کا جرح کے اقوال نقل کرنا تو نقل اقوال چوں کہ محض بطور نقل ہے. جمہور محدثین نے انہیں کذاب ومتہم نہیں کہا ہے بلکہ نقل اقوال کے بعد اپنے حسن رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس لیے وہ اس پر ماخوذ نہیں ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اب حافظ زبیر علی زئی کے حامیوں کی ضیافت طبع کے لیے ہم حسن بن زیاد کے خلاف ذکر کیے گئے اقوال قبیحہ کی اسنادی حیثیت کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ حسن بن علی حلوانی کے حوالے سے جو قبیح بات نقل کی گئی ہے اس کے غیر معتبر ومردود ہونے کی دلیل کے لیے یہی کافی ہے کہ حسن بن علی حلوانی ان لوگوں میں سے تھے جو مسئلہ خلق قرآن کے معاملے میں ان لوگوں کے سخت مخالف تھے جو قرآن یعنی مصحف قرآن مثلاً نقوش، الفاظ وغیرہ کے مخلوق ہونے کے لحاظ سے قرآن کو مخلوق کہتے تھے۔ حسن بن زیاد اور امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے دیگر شاگردوں کو اسی بنیاد پر ہدف ملامت بنایا گیا ہے۔ حالاں کہ ان ائمہ کے نزدیک بھی قرآن کلام اللہ غیر مخلوق ہے۔ یہ ایک لفظی اختلاف تھا لیکن اس نے جو فتنہ وفساد کا بازار گرم کیا تھا اس سے ہر اہل علم باخبر ہے۔ قرآن کے نقوش والفاظ کو مخلوق کہنے والوں کو فرقۂ جہمیہ میں داخل کر کے ان پر بدعت وگمراہی کی مہر لگائی گئی تھی۔ یہ ایک اہم سبب تھا مجتہدین ومحدثین احناف پر جرح وقدح کے تیر برسانے کا۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کو

حقیقت حال معلوم ہوئی کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب قرآن کو غیر مخلوق مانتے ہیں اور ان کا فرقۂ جہمیہ سے کوئی تعلق نہیں تو انہوں نے امام اعظم اور آپ کے اصحاب کی طرف سے صفائی بھی دی اور ان کی خوب مدح و ثنا کی۔ حسن بن علی الحلوانی حسن بن زیاد کے تعلق سے ایسی ہی غلط فہمی کے شکار تھے۔ لہٰذا ان کی طرف حسن بن زیاد کے تعلق سے جو قول منسوب ہے وہ نا مقبول ہے کیوں کہ مخالف کا قول اپنے حریف کے حق میں بلا دلیل نا مقبول ہے۔

علاوہ ازیں حسن بن علی حلوانی کے تعلق سے امام احمد بن حنبل کے صاحب زادے عبد اللہ نے یہ نقل کیا:

"ولم يحمده ابي ثم قال تبلغنی عنه اشياء اكرهها قال اهل الثغر عنه غير راضين"

ترجمہ: میرے والد (امام احمد بن حنبل) نے حسن بن علی حلوانی کو اچھا نہیں کہا اور کہا کہ مجھے ان کے بارے میں کچھ ناپسند باتیں پہنچی ہیں پھر کہا اہل سرحد ان سے راضی نہیں ہے۔

(العلل، ۱۶۱۶، موسوعة اقوال الامام احمد بن حنبل، ۲۶۰/۱)

یہاں پر کوئی اہل حدیث یہ کہہ کر دھونس جمانے کی کوشش نہ کرے کہ حلوانی صاحب تو بخاری و مسلم کے راوی ہیں پھر ان پر جرح کیسی؟ یہ بات اس لیے نہیں چلے گی کہ ہم برادرانِ اہل حدیث کو یہی سمجھانا چاہتے ہیں کہ کوئی راوی کسی ناقدِ حدیث کے نزدیک مجروح ہو تو یہ لازم نہیں کہ سارے محدثین کے نزدیک مجروح ہو کیوں کہ جرح و تعدیل کے اصول سب کے یہاں الگ الگ ہیں؟ پھر علمائے حدیث بھی تو یہ بات مانتے ہیں کہ کبھی ثقہ راوی بھی غلط بات نقل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ غیر مقلد وہابی مولوی کفایت اللہ سنابلی نے خود لکھا ہے۔

۲۔ رہ گئی یزید بن ہارون کی جرح تو وہ بھی نا مقبول ہے۔ کیوں کہ تعجب سے یزید بن ہارون کا یہ کہنا "کیا یہ مسلمان ہے؟" اس بات کا اشارہ دیتا ہے کہ وہ حسن بن زیاد کو یا تو کافر سمجھتے تھے یا گمراہ و فاسق اور اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔ یزید بن ہارون، حلوانی کے شیخ ہیں

اس لیے غالبِ گمان یہی ہے کہ حلوانی کی طرح یزید بن ہارون بھی قرآن کلام لفظی کو مخلوق کہنے کی وجہ سے حسن بن زیاد اور ان کے اصحاب کو جہمیہ میں سے تصور کرتے تھے لہٰذا یہ کہہ دیا کہ کیا وہ مسلمان ہے؟

حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔ حسن بن زیاد اور ان کے اصحاب قرآن کلام اللہ کو مخلوق نہیں کہتے بلکہ الفاظ و نقوش کو مخلوق کہتے ہیں۔ جب جرح کی بنیاد ہی باطل پر ہے تو جرح بھی باطل و مردود ٹھہری۔

۳۔ ابوثور: حسن بن زیاد کے معاصر تھے ان کی وفات ۲۴۰ھ میں ہے۔ لہٰذا ابوثور کی جرح حسن بن زیاد کے تعلق سے بلا دلیل غیر معتبر ہے۔

۴۔ ابواسامہ کی جرح بھی غیر مفسر ہے کسی کو کوئی خبیث کہے تو اس کی توضیح و ثبوت کی شہادت کے بغیر اسے گالی تصور کی جاتی ہے۔ یہ جرح مبہم ہے لہٰذا مردود ہے۔

۵۔ یعقوب، عقیلی اور الساجی کا کذاب کہنا بلا دلیل و بلا شاہد ہے لہٰذا مردود ہے۔

ایک عرب محقق محمد حسن اسماعیل، علامہ عینی کی کتاب ''مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار'' کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''وفی طبقات القاری عد الحسن ممن جدد لهٰذه الامة دينها كذا في مختصر غريب احاديث الكتب الستة لابن الاثير اقول لعل الحروح فيه غير صحيحة او كان كذلك في اول حالٍ ثم رجع ولا بد في مثل هٰذا التأويل في امثاله والا يذهب معظم حصة رواة ثقات اثبات بالاتفاق من رواة اهل السنة (انظر الثقات ،۱۸۲/۸)''

ترجمہ: طبقات القاری میں حسن بن زیاد کو اس امت کے مجددین میں شمار کیا گیا ہے۔ ایسا ہی ابن الاثیر کی کتاب مختصر غریب احادیث الکتب الستہ میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امید یہی ہے کہ حسن بن زیاد پر جرحیں صحیح نہیں اور ہو بھی تو اول حال میں معاملہ ایسا ہو

سکتا ہے پھر رجوع ہو گیا ہوگا۔ایسے حضرات کے بارے میں اس طرح کی تاویل ضروری ہے، ورنہ اہل سنت وجماعت کے ثقہ ومضبوط راویوں کی ایک بڑی تعداد ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

۶۔حسن حلوانی کی طرح محمد بن حمید بن حیان رازی [وفات:۲۴۸ھ] کا قول میں نے حسن بن زیاد سے زیادہ بری نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، بھی مردود و نا مقبول ہے۔کیوں کہ محمد بن حمید رازی خود محدثین کے یہاں سخت مجروح ہیں۔

ذہبی نے انہیں ''منکر الحدیث'' صاحب عجائب کہا۔

بخاری نے کہا:''فیه نظر'' یعنی ان سے روایت لینا جائز نہیں۔

نسائی نے کہا: ''لیس بثقة'' (سیر اعلام النبلاء، ۱۱/۵۰۴-۵۰۶)

ابوزرعہ اور ابن وارہ نے کہا:

''صح عندنا انه یکذب'' ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ جھوٹ بولتا تھا۔

یعقوب بن شیبہ نے کہا:''کثیر المناکیر'' وہ زیادہ منکر روایات لانے والے ہیں۔

(موسوعۃ اقوال الامام احمد فی رجال الحدیث وعللہ، ۲/۲۵۵)

کوسج نے کہا:''اشهد انه کذاب'' میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہیں۔

صالح جزرہ نے کہا:

''مارأیت اجرأ علی الله منه کان یأخذ احادیث الناس و یقلب بعضه علی بعض''

ترجمہ: میں نے ان سے زیادہ اللہ پر جری نہیں دیکھا۔لوگوں کی احادیث لیتا تھا اور بعض کو بعض پر الٹ پھیر کر دیتا تھا۔

ابن خراش نے کہا:

''حدثنا ابن حمید و کان والله یکذب'' ہم سے حدیث بیان کی ابن حمید نے اور واللہ وہ جھوٹ بولتا تھا۔(میزان الاعتدال، ۳/۵۳۱، دیوان الضعفاء للذہبی، ۱/۳۴۸)

صالح بن محمد نے کہا: "كنا نتهم ابن حميد "ہم ابن حمید کو متہم کہتے تھے۔

ابو احمد العسال نے کہا کہ میں نے "فضلک" کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ابن حمید کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ اسانید کو متون پر فٹ کر رہا تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہی مطلب ہے حدیث چوری کرنے کا۔

صالح محمد الاسدی نے کہا:

"ما رأيت احذق بالكذب من سليمان الشاذكوني ومحمد بن حميد الرازى"

ترجمہ: میں نے سلیمان شاذکونی اور محمد بن حمید سے زیادہ جھوٹ کا ماہر نہیں دیکھا۔

ابو علی نیساپوری نے کہا:

ابن خزیمہ سے کہا گیا کہ احمد بن حنبل تو ابن حمید کی تعریف کرتے تھے تو ابن خزیمہ نے کہا:

"انه لم يعرفه ولو عرفه كما عرفناه لما اثنىٰ عليه اصلا"

وہ (احمد بن حنبل) ابن حمید کو نہیں جانتے تھے اگر جانتے جیسا کہ ہم جانتے ہیں تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔

ابو اسحاق جوزجانی نے کہا: "وهو غير ثقة "وہ ثقہ نہیں۔

چودہ محدثین کے اقوال ذکر کئے گئے جنہوں نے محمد بن حمید رازی کو مجروح، منکر الحدیث ،غیر ثقہ حتی کہ کذاب ووضاع کہا ہے تو حسن بن زیاد جیسے امام مجتہد محدث کے خلاف ان کی بات بلا دلیل وسند کیوں کر معتبر ہوگی؟

عرب محققین کے نزدیک حسن بن زیاد ثقہ ہیں:

مشہور عرب محقق شیخ شعیب ارنؤوط کی نگرانی میں محققین کی ایک ٹیم نے امام ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء پر تحقیق وتحشیہ کا کام انجام دیا ہے جسے مؤسسۃ الرسالہ بیروت نے ۲۵ جلدوں میں دوسری بار ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء میں شائع کیا ہے۔ اس کتاب کی جلد ۹ صفحہ ۵۴۴ کے حاشیہ نمبر ۹ میں یہ لکھا ہے:

"وله مسند معروف في مروياته عن ابي حنيفة رحمه الله وهو احد المسانيد السبعة عشر لابي حنيفة المذكور اسانيدها في "الفهرست الاوسط" للحافظ الشمس ابن طولون وفي عقود الجمان للحافظ محمد بن يوسف الصالحي وفي ثبت المسند للشيخ ايو ب بن احمد الدمشقي الخلوتي وفي حصر الشارد في اسانيد محمد بن عابد للسندي وقد ساق المحدث على بن عبد المحسن الدواليبي الحنبلي سنده في مسند الحسن بن زياد في ثبته المحفوظ في ظاهرية دمشق تحت رقم ٢٨٥ من الحديث"

ترجمہ: حسن بن زیاد کی ایک معروف مسند ہے جو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مرویات پر مشتمل ہے۔ یہ مسند امام ابوحنیفہ کی ١٧ اسانید میں سے ایک ہے۔ ان سب کی اسانید حافظ شمس بن طولون کی کتاب "الفہرست الاوسط" میں، حافظ محمد بن یوسف الصالحی کی کتاب عقود الجمان میں، شیخ ایوب بن احمد الدمشقی الخلوتی کی کتاب ثبت المسند میں اور شیخ سندی کی حصر الشارد فی اسانید محمد بن عابد میں مذکور ہیں۔ حسن بن زیاد کی مسند کی سند کو محدث علی بن عبد محسن دوالیبی حنبلی نے اپنے نسخہ میں ذکر کیا ہے جو دمشق کے کتب خانے میں فن حدیث میں ٢٨٥ نمبر کے تحت محفوظ ہے پھر حاشیہ ٣ اور صفحہ ٥٢٥ کے حاشیہ پر لکھا:

"ونص المؤلف في تاريخ الاسلام ابن كأس النخعي حدثنا احمد بن حميد الحارثي قال :ما رأيت احسن خلقا من الحسن بن زياد ولا اقرب ماخذا منه ولا اسهل جانب مع توقف فقهه وعلمه وزهده وورعه وكان يكسوا مما ليكه ككسوة نفسه واورده الصيمري في اخبار ابي حنيفة واصحابه ،ص ١٣١ والخطيب في تاريخه ٣١٤/٧ ، ٣١٥ وعن يحيىٰ بن آدم في اخبار ابي حنيفة ١٣١ مارأيت افقه من الحسن بن زياد ومن علم من هو يحيى بن آدم وما هي منزلته في العلم ومن راه من الفقهاء علم

مبلغ اهمية هذه الشهادة منه للحسن بن زياد وقد اخرج ابو عوانه حديثه
فی مستخرجه علی صحیح مسلم والحاکم فی المستدرك وهذا منهما
فی حکم التوثیق وقال مسلمة بن قاسم کان ثقة رحمه الله تعالی
واورده ابن حبان فی الثقات فی ما ذکره صاحب کشف الاستار عن
رجال معنی الآثار ومع جلالة قدر هذا الامام فی العلم وسعة الروایة فی
الحدیث والامامة فی الفقه وعلو النفس و کرم الخلال والاعتصام بالسنة
لم یتورع بعض الحاقدین المتعصبین ان یلصقوا به طعونا شنیعة یستحیٰ
من ذکرها ظلما وعدوانا ویختلفوا علیه ما هو بری منه و کان علی النقلة
ان یتقوا الله فینزهوا کتبهم عن ان یشینها بتدوین تلك الطعون او علی
الاقل ان یبینوا وها ء ها وافتعالها لئلا ینخدع القاری بها ثقة باولئك النقلة
ویغلب علی الظن ان الذهبی رحمه الله اضرب عن ذکرها لما یعلم من
بطلا نها مما اثمره الحقد والتعصب وامّا فی تاریخ الاسلام المجلد
الحادی عشر فقال قد ساق فی ترجمة الحسن هذا ابو بکر الخطیب
اشیاء لا ینبغی لی ذکرها. وقد نقل العلامة الکوثری فی کتابه الامتاع
ص٣٦ / ٥٠ ما هو موجود فی تلك الاشیاء فی تاریخ بغداد و کامل ابن
عدی والضعفاء للعقیلی وردها و کشف عن زیفها وبطلانها"

ترجمہ: امام ذہبی نے تاریخ الاسلام میں صاف لکھا کہ ابن کاس نخعی نے کہا ہم سے بیان
کیا احمد بن عبد الحمید حارثی نے، انہوں نے کہا کہ میں نے حسن بن زیاد سے زیادہ حسن
خلق والا، ان سے زیادہ تواضع والا اور ان سے زیادہ نرم دل نہیں دیکھا۔ وہ وافر فقہ و علم
والے اور زہد و ورع والے تھے۔ اپنے غلاموں کو وہی پہناتے تھے جو خود پہنتے تھے۔ علامہ
صیمری نے اپنی کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۱۳۱ پر، خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ
۷/ ۳۱۴-۳۱۵ پر یہی لکھا اور یحییٰ بن آدم نے کہا میں نے حسن بن زیاد سے بڑا فقیہ کسی کو

نہیں دیکھا۔ جو شخص یحییٰ بن آدم کو جانتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ علم میں ان کا کیا مرتبہ ہے اور فقہا میں سے جنہوں نے ان کو دیکھا ہے وہ یہ جانیں گے کہ یحییٰ بن آدم کی حسن بن زیاد کے حق میں گواہی کی کیا اہمیت ہے۔ پھر یہ کہ ابوعوانہ نے حسن بن زیاد کی حدیث کو اپنی متخرج علی صحیح مسلم میں تخریج کی ہے اور حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں۔ دونوں کا یہ عمل حسن بن زیاد کی توثیق کا شاہد ہے اور مسلمہ بن قاسم نے ان کو ثقہ کہا۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا جیسا کہ صاحب کشف الاستار عن رجال معانی الآثار نے ذکر کیا ہے باوجود اس کے کہ یہ امام حسن بن زیاد جلیل القدر عالم دین، کثیر الروایہ محدث، امام الفقہ، عالی نفس، بلند کردار اور متبع سنت تھے، بعض حاسدین و متعصبین نے ظلم وسرکشی کی بنیاد پر ان پر طعن و تشنیع کی ایسی باتیں چسپاں کرنے سے گریز نہیں کیا جنہیں ذکر کرنے سے حیا آتی ہے۔ انہوں نے یہ باتیں ایسی شخصیت پر گڑھی ہیں جو ان سے پاک ہے۔ حالاں کہ ناقدین پر لازم تھا کہ وہ اپنی کتابوں کو طعن کی ان باتوں سے آلودہ کرنے سے پاک رکھتے اور اللہ تعالیٰ کا خوف کرتے یا کم از کم اتنا کرتے کہ انہیں نقل کر کے ان کے کمزور اور جعلی ہونے کو بیان کر دیتے تا کہ ناقدین پر بھروسہ کرنے کی وجہ سے قارئین دھوکہ میں نہ پڑتے اور ظن غالب یہ ہے کہ ذہبی نے ان قبیح باتوں کہ ذکر سے اعراض کیا ہے کیوں کہ انہیں پتہ تھا کہ یہ سب باطل ہیں جو حسد و تعصب کے بطن سے پیدا ہوئی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے تاریخ الاسلام جلد ۱۱ میں حسن بن زیاد کے ترجمے میں لکھا ہے کہ خطیب نے ان کے تعلق سے ایسی باتیں نقل کی ہیں جن کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔ علامہ کوثری نے اپنی کتاب الامتاع ص ۳۶-۵۰ میں تاریخ بغداد، کامل ابن عدی، عقیلی کی الضعفاء کے حوالے سے ان باتوں کو نقل کر کے ان کا رد کیا ہے اور ان کے باطل و نامقبول ہونے کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔

﴿علمائے اہل حدیث جواب دیں﴾

(۱) بخاری کے راوی سالم بن ابی الجعد کو مدلسین میں شمار کیا گیا ہے۔

- ذہبی نے کہا" یدلس " وہ مدلس تھے۔ (المدلسین لابن العراقی، ۱/۵۱)
- ابن حجر عسقلانی نے ان کو" طبقات مدلسین" میں ذکر کیا ہے۔

(طبقات المدلسین، ۱/۳۱)

- سبط ابن العجمی نے اسمائے مدلسین میں ذکر کیا۔ (التبیین لاسماء المدلسین، ۱/۲۵)

بخاری میں حدیث ۲۶۶ باب من افرغ بیمینہ علی شمالہ فی الغسل میں سالم بن ابی الجعد کی سند یوں ہے:

"عن سالم بن ابی الجعدعن کریب مولیٰ ابن عباس عن ابن عباس عن میمونۃ بنت الحارث"

علمائے اہل حدیث جواب دیں کہ سالم بن ابی الجعد مدلس ہیں اور انہوں نے کریب سے روایت کرنے میں سماع کی صراحت نہیں کی ہے بلکہ لفظ "عن" سے روایت کیا ہے اور مدلس کی عن والی روایت صحیح نہیں جیسا کہ حافظ زبیر علی زئی نے لکھا: "حدیث مؤمل" مؤمل کی وجہ سے ضعیف نہیں بلکہ سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ومقام، ص۲۰)

حافظ زبیر علی زئی صاحب سفیان کی تدلیس کی وجہ سے حدیث کو ضعیف کہہ رہے ہیں تو سالم بن ابی الجعد کی تدلیس کی وجہ سے بخاری کی حدیث ضعیف کیوں نہیں؟

(۲) فلیح بن سلیمان: بخاری ومسلم کے راوی ہیں۔ ان کے تعلق سے ناقدین کی آرار ملاحظہ کریں:

- یحییٰ بن معین نے کہا: "ضعیف، لیس بقوی، ولا یحتج بہ"
- امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین نے کہا:

"ثلاثة يتقىٰ حديثهم محمد بن طلحة بن مصرف، ایوب بن عتبة، فلیح بن سلیما ن"

ترجمہ: تین آدمی کی حدیث سے پرہیز کیا جائے۔ محمد بن طلحہ بن مصرف، ایوب بن عتبہ اور فلیح بن سلیمان۔

● ابوداؤد نے فرمایا کہ مجھے پتہ چلا کہ یحییٰ بن معین فلیح بن سلیمان کی احادیث سن کر کانپ اٹھتے تھے۔

ابوداؤد نے کہا: "لا یحتج بفلیح" فلیح قابل احتجاج نہیں۔

● ابوعبید الآجری نے کہا:

میں نے ابوداؤد سے کہا: یحییٰ بن معین نے کہا کہ عاصم بن عبید اللہ، ابن عقیل اور فلیح کی حدیث قابل احتجاج نہیں تو ابوداؤد نے کہا: ہاں سچ کہا ہے۔

● نسائی نے کہا: فلیح ضعیف

● ساجی نے کہا:

"اصعب مارمی به ماذکر عن ابن معین عن ابی کامل قال: کنا نتهمه لانه کان یتناول (ینال، رضا ۱۲۱) من الصحابة"

ترجمہ: ان پر سب سے بڑی تہمت وہ ہے جو ابن معین نے ابو کامل سے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہم فلیح کو متہم (بالکذب) مانتے تھے کیوں کہ وہ صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء، ۳۵۴/۷)

● دار قطنی نے کہا:

احمد بن شعیب نسائی نے کہا کہ محمد بن اسماعیل بخاری نے سہیل بن ابی صالح کی حدیث کو اپنی کتاب (صحیح بخاری) میں ذکر نہیں کیا اور ابن بکر، ابوالسلیمان اور فلیح کی حدیث کو ذکر کیا۔ اس کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی اور نہ کوئی عذر نظر آتا ہے۔

(موسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل، ۵۲۱/۲)

علمائے اہل حدیث جواب دیں کہ فلیح بن سلیمان کو مذکورہ بالا ماہرین حدیث نے

ضعیف، غیر ثقہ، نا قابل احتجاج، متہم کہا ہے پھر بھی امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک نہیں تقریباً ۱۹/۱ احادیث فلیح بن سلیمان کی سند سے تخریج کی ہے۔ بخاری کی یہ احادیث صحیح ہیں یا نہیں اگر صحیح ہیں تو کیوں؟

۳۔ اصبغ بن الفرج [وفات: ۲۲۵ھ] بخاری کے استاذ ہیں۔ ان سے بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث تخریج کی ہے۔ یہ دیار مصر کے مفتی تھے۔ امام مالک کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ ذہبی نے لکھا کہ یہ مالکی مفتی تھے۔

یحییٰ بن معین نے کہا:

"کان من اعلم خلق الله برأی مالك یعرفها مسئلة مسئلة متیٰ قالها مالك ومن خالفه فیها"

ترجمہ: اصبغ امام مالک کی رائے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ان کے ایک ایک مسئلے کا علم رکھتے تھے کہ امام مالک نے وہ مسئلہ کب بیان کیا اور کس مسئلہ میں امام مالک کی کس نے مخالفت کی؟

ان کے ثقہ ہونے کے باوجود امام ذہبی لکھتے ہیں کہ اصبغ اور ابن عبد الحکیم دونوں کے درمیان ایسی دوری تھی کہ دونوں ایک دوسرے پر بہتان تراشی کیا کرتے تھے۔ ابن الوزیر نے اصبغ کو خبیث اللسان کہا۔ مطرف بن عبد اللہ الاصم نے کہا کہ اصبغ، عبد اللہ بن عبد الحکیم سے بڑے فقیہ تھے لیکن وہ "بدزبان" تھے انہیں کوئی سلام نہیں کرتا تھا۔ وہ بجلی تھے (جس سے لوگ ڈرتے تھے) (سیر اعلام النبلاء، ۱۰/ ۶۵۷، ۶۵۸)

اہل حدیث غیر مقلدین علماء جواب دیں کہ بخاری کے راوی اصبغ پر ان کے معاصر کی جانب سے بغض وعداوت کی وجہ سے بہتان تراشی ہوسکتی ہے بلکہ ہے تو امام حسن بن زیاد پر بہتان تراشی کی بنیاد بغض وعناد وتعصب کیوں نہیں ہوسکتا؟ اور اصبغ بعض لوگوں کے نزدیک "بدزبان" سے متہم ہونے کے باوجود بخاری کے ثقہ راویوں میں شمار ہوتے ہیں تو امام حسن بن زیاد بعض کے نزدیک متہم ہونے کے باوجود امام اعظم کی ثقہ راویوں میں کیوں نہیں ہوسکتے نیز اس کا جواب دیں کہ

بخاری کے یہ راوی مالکی مفتی تھے حالاں کہ غیر مقلدین کے یہاں مالکی، حنبلی، حنفی، شافعی ہونا بدعت و گمراہی بلکہ شرک ہے؟

امام اعظم ابو حنیفہ پر ایک سنگین الزام کا جواب

خوارج زمانہ (وہابی غیر مقلدین) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک سنگین الزام کا خوب چرچا کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ کو کوفہ میں کفر سے توبہ کرائی گئی ''معاذ اللہ، استغفر اللہ'' یہ ایک جھوٹا الزام ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے، ذیل میں ہم اس کو واضح کرتے ہیں:

ابو الفضل الکرمانی کہتے ہیں کہ خوارج کوفہ میں داخل ہوئے۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور اسے جو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ مرتکبِ کبیرہ کو کافر نہ کہنے والوں کے شیخ ہیں تو انہوں نے امام کا مواخذہ کیا اور کہا کہ آپ مرتکبِ کبیرہ کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے کفر کے مرتکب ہو چکے ہیں، اس لیے اپنے کفر سے توبہ کیجئے۔ امام نے پر حکمت جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''میں ہر کفر سے تائب ہوں'' (ہر کفر سے الگ ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہوں) آپ کی یہ پر حکمت بات ہر ایک کی سمجھ میں نہ آسکی۔ کسی نے یہ بات سمجھ لی اور ان سے کہا: یہ شیخ یہ کہتے ہیں کہ ''میں تمہارے کفر سے تائب (الگ) ہوں'' یہ سن کر پھر انہوں نے آپ کو پکڑا اور جواب طلب کیا تو آپ نے ان سے پوچھا: مرتکبِ کبیرہ کو تم لوگ علم ویقین (دلیل قطعی) کی بنیاد پر کافر کہتے ہو یا ظن (دلیل ظنی) کی بنیاد پر۔ انہوں نے کہا: ظن کی بنیاد پر۔ آپ نے فرمایا: قرآن میں ہے کہ بے شک بعضِ ظن اثم (گناہ) ہے۔ اس لیے تم خود مرتکب گناہِ کبیرہ ہو اور مرتکبِ کبیرہ تمہارے نزدیک مرتکبِ کفر ہے لہٰذا تم اپنے کفر سے توبہ کرو۔ انہوں نے کہا: آپ بھی کفر سے توبہ کیجئے۔ امام نے فرمایا: میں ہر کفر سے تائب (الگ) ہوں۔ امام کرمانی فرماتے ہیں۔ یہی واقعہ ہے جس کو غلط انداز میں مخالفین نے پھیلایا اور کہا کہ امام ابو حنیفہ کو کفر سے توبہ کرائی گئی ہے۔ (الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، ۴۸۶/۱)

امام ابو حنیفہ کے متعلق ایک من گڑھت واقعہ

اہلِ حدیث غیر مقلدین اور امام اعظم ابو حنیفہ کے معاندین ایک جھوٹے واقعہ کو امام بخاری کے حوالے سے بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ امام عبد اللہ بن مبارک امام اعظم کے پہلو میں نماز ادا کر رہے تھے۔ جب دونوں نماز سے فارغ ہوئے تو امام ابو حنیفہ نے امام ابن المبارک سے فرمایا: کیا بات ہے میں نے دیکھا کہ نماز میں تم تکبیر تحریمہ کے علاوہ بار بار رفع یدین کر رہے تھے کیا تمہارا اڑنے کا ارادہ تھا؟ اس کے جواب میں ابن المبارک نے کہا کہ جب آپ نے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا تو کیا اڑنے کا ارادہ تھا؟ اس پر امام اعظم لاجواب ہو گئے۔

یہ واقعہ سراسر من گڑھت اور جھوٹ ہے۔ اس کو دلائل سے ہم ثابت کر رہے ہیں:

ا۔ اس واقعہ کے غلط ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے عبد اللہ بن المبارک کے حوالے سے اس واقعہ کو "جزء رفع الیدین" میں ذکر کیا ہے لیکن بے سند۔ امام ابو حنیفہ جیسی عظیم شخصیت کے تعلق سے ایسی کمزور بات کا انتساب بلا سند و بلا دلیل ہر گز معتبر نہیں ہو سکتی۔ خود حضرت عبد اللہ ابن المبارک نے فرمایا ہے:

"الاسناد عندی من الدین لو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء"

ترجمہ: اسناد میرے نزدیک دین سے ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کے جی میں جو آتا کہہ دیتا۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

حضرت ابن المبارک کے فرمان کے مطابق ان کی طرف منسوب یہ واقعہ بلا سند نامقبول ہے۔

۲۔ مذکورہ واقعہ کے باطل ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک طرف ابن المبارک کی جانب منسوب یہ واقعہ ہے اور دوسری طرف ابن المبارک کے تأثرات امام ابو حنیفہ کے تعلق سے یہ ہیں:

(الف) ابن المبارک نے امام ابو حنیفہ کے حسن خلق، حلم و بردباری اور وقار کو یوں بیان فرمایا:

"ایک دن ہم جامع مسجد میں تھے۔اچانک ایک سانپ اوپر سے ابو حنیفہ کی گود میں گر گیا۔ یہ دیکھ کر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے لیکن ابو حنیفہ نے صرف دامن جھاڑ کر سانپ کو پھینک دیا اور پروقار انداز میں اپنی مجلس میں بیٹھے رہے۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری، ۱/۸۷، تاریخ بغداد خطیب بغدادی، ۱۵/۴۵۹)

(ب) ابن المبارک سے پوچھا گیا کہ آدمی فتوی دینے اور منصب قضا کے لائق کب ہوتا ہے تو ابن المبارک نے فرمایا:

"اذا کان عالما بالحدیث بصیرا بالرأی عالما بقول ابی حنیفۃ حافظا لہ"

ترجمہ: مفتی اور قاضی بننے کے لائق اس وقت ہوتا ہے جب کہ حدیث کا عالم ہو، صاحب الرائی یا بصیرت ہو۔امام ابو حنیفہ کے اقوال کا عالم ہو اور ان کو محفوظ رکھنے والا ہو۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری، ۱/۸۷)

(ج) کچھ لوگوں نے امام ابن المبارک سے کہا کہ ابو حنیفہ حدیث کا علم نہیں رکھتے تو انہوں نے جواب دیا: تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث کا علم نہیں رکھتے؟ ان سے پوچھا گیا کہ رطب کو تمر کے بدلے میں بیچنا جائز ہے؟ تو انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں۔لوگوں نے کہا کہ حدیث سعد تو اس کے خلاف ہے، تو ابو حنیفہ نے فرمایا کہ وہ حدیث شاذ ہے۔زید ابی عیاش کی روایت کے مقابلے میں قبول نہیں کی جائے گی۔جس نے کہا کہ ابو حنیفہ کو حدیث کا علم نہیں تو اسے حدیث کا علم نہیں۔(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری، ۱/۸۷)

(د) ابن المبارک امام ابو حنیفہ کی حاضر دماغی اور حکمت و دانائی کی تعریف کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

ہم مکہ کے راستے میں تھے۔لوگوں نے قافلہ والوں کے لیے ایک اونٹنی کا بچہ ذبح کر کے اس کو بھونا پھر انہوں نے چاہا کہ اس کو سرکہ سے کھائیں، سرکہ تھا لیکن اس کو ڈالنے کے لیے کوئی

برتن وغیرہ نہ تھا۔ ابھی وہ اس فکر میں تھے کہ فوراً ابوحنیفہ نے ریت میں ایک گڑھا کھودا اور دستر خوان بچھا دیا اور اس پر سرکہ انڈیل دیا۔ اس حکمت سے لوگوں نے سرکہ کے ساتھ بھنا ہوا گوشت کھایا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا "تحسن کل شیء" آپ ہر چیز عمدہ طریقے سے کرتے ہیں۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری، ۳۲/۱۰)

(ح) علی بن مسہر کا بیان ہے کہ ہم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ ان کے پاس عبد اللہ بن مبارک آئے۔ انہوں نے ابوحنیفہ سے پوچھا: آپ کیا فرماتے ہیں اس آدمی کے بارے میں جو ہانڈی میں گوشت پکا رہا تھا۔ ایک چڑیا اڑ کر ہانڈی میں گر گئی اور مر گئی؟ امام ابو حنیفہ نے اپنے اصحاب سے ان کی رائے دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ اس بارے میں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ شوربا پھینک دیا جائے اور گوشت دھو کر کھایا جائے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا میری بھی یہی رائے ہے لیکن اس میں ایک شرط بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر چڑیا ہانڈی میں اس وقت گری ہے جب ہانڈی جوش میں تھی تو شوربا بھی پھینک دیا جائے گا اور گوشت بھی اور اگر ہانڈی پکنے کے بعد چڑیا گری تھی تو شوربا پھینکا جائے گا اور گوشت دھو کر کھایا جائے گا۔ ابن المبارک نے پوچھا آپ نے یہ کہاں سے کہا؟ امام ابوحنیفہ نے کہا: جب چڑیا ہانڈی کے جوش مارنے کے وقت گری تو چڑیا کا اثر سرکہ کی طرح شوربا اور گوشت اور ہانڈی کو پہنچا اور اگر ہانڈی پکنے کے بعد چڑیا گری تو اس کا اثر صرف شوربے میں نفوذ کیا لہٰذا شوربا کو پھینک دیا جائے گا اور گوشت دھویا جائے گا کیوں کہ اس کا اثر اس میں داخل نہیں ہوا۔ یہ سن کر ابن المبارک نے کہا "ھذا رزین" یہ پختہ رائے والے ہیں۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری، ۳۸/۱۰)

(و) ابن معین نے ابن المبارک کے بارے میں فرمایا:

"ما سمعت احدا یصفه ویذکره بمثل ما کان ابن المبارک یصفه ویذکره به من الخیر"

ترجمہ: عبداللہ ابن المبارک ابوحنیفہ کی جتنی زیادہ خوبیاں بیان کرتے تھے اتنی خوبیاں

بیان کرتے ہوئے میں نے کسی کونہیں سنا۔(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری، ۱/۴۱)

(ز)ابن مقاتل نے کہا کہ میں نے ابن المبارک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں سنتا ہوں کہ کوئی آدمی ابوحنیفہ پر عیب لگاتا ہے تو میں اس کو دیکھنا گوارا نہیں کرتا اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند نہیں کرتا، اس خوف سے کہ کہیں اس پر اللہ کا قہر نازل ہو جائے اور اس کے ساتھ میں بھی اس کی زد میں آجاؤں۔(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری، ۱/۴۴)

(ح)ابن المبارک نے حسن بن عمارہ کی اس بات کی تائید کی:

"واللہ ما ادرکنا احد اتکلم فی الفقہ ابلغ ولا اصبر ولا احضر جوابا منک"

ترجمہ: بخدا ہم نے علم فقہ میں آپ (ابوحنیفہ) سے زیادہ بلیغ کلام کرنے والا، غیروں کی ایذا رسانیوں پر آپ سے زیادہ صبر کرنے والا اور آپ سے زیادہ حاضر جواب کسی کو نہیں پایا۔

"وما یتکلمون فیك الا حسدا" آپ پر عیب لگانے والے آپ کے حاسد ہیں۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری، ۱/۶۵)

قارئین کرام! ذرا انصاف سے فیصلہ کریں کہ وہ عبداللہ ابن المبارک جو امام ابوحنیفہ کے بارے میں اتنے عمدہ تأثرات رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو ابوحنیفہ پر عیب جوئی کرے مجھے اس کا چہرہ دیکھنا بھی گوارا نہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ جیسا حاضر جواب کسی کو نہیں دیکھا، میں ابوحنیفہ جیسا فقہ الحدیث کا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ ابن المبارک جو امام ابوحنیفہ کے بارے میں یہ فرمائیں کہ جب تم دیکھ لو کہ کسی قول پر سفیان ثوری اور ابوحنیفہ کا اتفاق ہے تو اس کو اختیار کرلو۔(الانتقاء، ابن عبدالبر، ۱/۱۳۲) وہ ابن المبارک جو ہمیشہ امام ابوحنیفہ کا ذکر خیر کے ساتھ کرتے تھے، ان کی تعریف کرتے تھے۔ ان کا دفاع کرتے تھے۔ حتی کہ ابوالحسن فزاری جو امام ابوحنیفہ کو دل سے ناپسند کرتے تھے جب وہ ابن المبارک کے سامنے ہوتے تو ابوحنیفہ کا ذکر خیر ہی سے کرتے تھے اور برائی کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ وہ ابن المبارک کہ ان کے سامنے کسی نے امام ابوحنیفہ پر طعن کیا تو انہوں نے برجستہ فرمایا:

"اسکت واللہ لو رأیت ابا حنیفۃ رأیت عقلا ونبلا"

ترجمہ: چپ رہ اگر تو ابو حنیفہ کو دیکھ لیتا تو سراپا عقل وذکاوت کو دیکھ لیتا۔ (الانتقار، ۱/۱۳۲)

وہ ابن المبارک جن کا قول ہے کہ اگر اللہ نے ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعے میری مدد نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں کی طرح ہوتا۔ (تہذیب التہذیب، ۱۰/۴۵۰)

بھلا وہ اپنے ممدوح شیخ امام ابو حنیفہ کے بارے میں ایسا کیسے کہہ سکتے تھے کہ رفع یدین کے تعلق سے میری بات پر وہ لاجواب ہو گئے؟ حاشا کلّا ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ ابن المبارک کی جانب مذکورہ واقعہ گڑھ کر منسوب کیا گیا ہے۔

لگے ہاتھوں ابن المبارک کے چند عربی اشعار جو ابن المبارک نے امام اعظم کی مدح میں کہے ہیں مع ترجمہ نذرِ قارئین کر رہا ہوں:

رأيت ابا حنيفة كل يوم ... يزيد نباهة ويزيد خيرا

وينطق بالصواب ويصطفيه ... اذا ما قال اهل الجور جورا

يقايس من يقايسه بلب ... ومن ذا تجعلون له نظيرا

كفانا فقد حماد وكانت ... مصيبتنا به امرا كبيرا

رأيت ابا حنيفة حين يوتى ... ويطلب علمه بحرا غزيرا

اذا ما كان المشكلات تدافعتها ... رجال العلم كان بها بصيرا

ترجمہ: میں نے دیکھا ابو حنیفہ کی ذکاوت اور بھلائی کا چرچا روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔
وہ صحیح بات کہتے اور اسے منتخب کر لیتے جب کہ دوسرے لوگ درستگی سے پرے رہ جاتے۔
ان کا جو بھی قیاس ہوتا عقلِ خالص پر مبنی ہوتا۔ کون ہے وہ جسے تم ان کی نظیر میں پیش کر سکو؟
ابو حنیفہ نے حماد کی جگہ پُر کر دی حالاں کہ ان کی وفات ہمارے لیے بڑی مصیبت تھی۔
میں نے دیکھا ابو حنیفہ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ علم کا بحرِ زخار ثابت ہوتے تھے۔
جب علماء سے علمی اشکالات حل نہ ہوتے تھے تو ابو حنیفہ ان کی تہہ تک پہنچ جایا کرتے تھے۔

(الانتقار، ۱/۳۳)

امام ابوحنیفہ کی شان میں ایسے اشعار کہنے والا خود کہے کہ ابوحنیفہ میری حاضر جوابی کے آگے لاجواب ہو گئے یہ بات نہایت غیر معقول ہے۔ یقیناً ابن المبارک کی جانب اس کا انتساب غلط کیا گیا ہے۔ اسی طرح ان کے حوالے سے جو بھی اقوال ان کے مذکورہ بالا تأثرات کے خلاف پیش کیے جائیں وہ غیر معتبر ہیں اور ان کی جانب غلط منسوب ہیں۔

۳۔ مذکورہ واقعہ کے غلط ہونے کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ کو وکیع بن جراح کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے، حالاں کہ وکیع بن جراح رفعِ یدین کے مسئلے میں امام ابوحنیفہ کے قول پر خود عمل کرنے والے تھے اور وہ امام ابوحنیفہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں کہ وکیع بن جراح مسئلۂ رفع یدین میں امام ابوحنیفہ کے خلاف فتوی دیتے تھے۔

خطیب بغدادی نے یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے:

”ما رأیت افضل من وکیع کان یستقبل القبلة ویحفظ حدیثه ویقوم اللیل ویسرد الصوم یفتی بقول ابی حنیفة و کان قد سمع منه شیئا کثیرا“

ترجمہ: میں نے وکیع سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ قبلہ رو ہو کر حدیث یاد کرتے تھے رات بھر جاگتے تھے، دن میں مسلسل روزے رکھتے تھے اور قولِ ابوحنیفہ پر فتویٰ دیتے تھے۔ انہوں نے ابوحنیفہ سے بہت سی چیزیں سنی ہیں۔ (تاریخ بغداد، ۱۵/۶۴۷)

ابن معین کے اس قول کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں، امام عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں، مزی نے تہذیب الکمال میں، ذہبی نے تاریخ الاسلام اور سیر اعلام النبلاء میں، سیوطی نے طبقات الحفاظ میں اور علامہ داؤدی مالکی نے طبقات المفسرین میں نقل کیا ہے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ امام وکیع بن جراح امام اعظم ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ اگر چہ مجتہد فی المذہب تھے لیکن اصولِ استنباط میں امام ابوحنیفہ کی تقلید کرنے والے تھے اس لحاظ سے انہیں حنفی کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ اصول میں مقلد تھے اگر چہ بعض فروع میں امام سے اختلاف بھی کرتے تھے۔ لیکن غیر مقلدین علم فقہ و اصول فقہ سے نابلد ہوتے

ہیں اس لیے یہ بات ایک غیر مقلد شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی کی سمجھ میں نہیں آئی اور انہوں نے یہ لکھ مارا کہ بعض حنفی یہ کہتے ہیں کہ وکیع بن جراح قول امام ابوحنیفہ پر فتویٰ دیتے تھے اور وہ حنفی مقلد تھے یہ بات باطل ہے۔ (تحفۃ الاحوذی، ۲۰/۱)

بہر حال یہ بات طے شدہ ہے کہ وکیع بن جراح امام اعظم کے خاص تلامذہ میں سے تھے اور فقہ میں ان کے اقوال پر فتویٰ دیتے تھے۔ ترکِ رفع یدین کے معاملے میں بھی وہ امام اعظم کے قول سے متفق تھے پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ یہ کہیں کہ ابن المبارک کے ساتھ رفع یدین کے ثبوت پر مباحثہ میں امام اعظم لاجواب ہوگئے۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے راوی کی حیثیت سے وکیع بن الجراح کا نام غلط طور پر جوڑا گیا ہے۔

۴۔ مذکورہ واقعہ کے غلط ہونے کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے اس کی سند ذکر نہیں کی ہے لیکن امام بیہقی شافعی نے حاکم کے حوالے سے جو سند ذکر کی ہے وہ تاریک ونا مقبول ہے۔ ذیل میں سند کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

بیہقی نے یہ سند ذکر کی ہے:

"اخبرنا عبد الله الحافظ، انبأ الحسن بن حليم الصائغ بمرو ثنا ابو الموجه اخبرني ابو نسر محمد بن ابي الخطاب السلمي و كان رجلا صالحا اخبرني علي بن يونس ثنا وكيع" (السنن الکبریٰ للبیہقی، ۱۱۷/۲)

اس سند کا ایک راوی جس کا نام الحسن بن حلیم صائغ کہا گیا ہے۔ یہ مجہول العین بھی ہے مجہول الحال بھی۔ کتبِ تراجم وطبقات اس نام کے ذکر سے خالی نظر آتی ہیں۔ برادران اہل حدیث میں سے کوئی اس راوی کے بارے میں معلومات فراہم کرادیں کہ یہ کون ہیں اور ماہرین حدیث میں کس کس نے اس کی توثیق کی ہے؟ ابوالموجہ محمد بن عمرو الفزاری کو امام ذہبی اور دیگر ناقدین حدیث نے صرف اس حیثیت سے ذکر کیا ہے کہ وہ مرو کے امام محدث حافظ الحدیث تھے لیکن ان کی ثقاہت وعدم ثقاہت کے تعلق سے سب ماہرین خاموش ہیں۔ ماہرین حدیث کے اقوال سے جب تک ان کی تعدیل وتوثیق ثابت نہیں کردی جاتی ان کی

روایت میں توقف ضروری ہے۔

سند مذکور کے چوتھے راوی ابوالنسر ابی الخطاب السلمی بھی مجہول ہیں۔ ابوالموجہ کے "وکان رجلا صالحا" کہنے سے ان کی توثیق ثابت نہیں ہوگی کیوں کہ ابوالموجہ کا ثقہ ہونا خود تشنۂ دلیل ہے توان کی توثیق کسی کے تعلق سے کب معتبر ہوگی؟ پہلے یہ تو ثابت ہو کہ یہ "رجل" ہیں کون؟ اور اسمائے رجال میں اس نام کے رجل کا پتہ نہیں تو پھر وہ رجل صالح کہاں سے نکل آئے؟

یہ تھے سند مذکور کے چوتھے راوی جو مجہول الحال بلکہ مجہول العین بھی ہیں۔ اب رہے علی بن یونس توان کے تعلق سے عقیلی نے کہا "لایتابع علی حدیثہ" ان کی حدیث کی متابع نہیں ملتی یعنی ان کی حدیث شاذ و منکر ہوتی ہے۔ (لسان المیزان، ۶/۴۰)

قارئین کرام! ذرا غور کریں کہ ایسا واقعہ جس کی سند میں پانچ راوی ذکر کیے گئے ہیں ان میں تین مجہول ہیں اور چوتھے ایسے ہیں جن کی روایت شاذ و منکر یعنی نامقبول ہوتی ہے پھر بھی اس واقعہ کو امام ابوحنیفہ جیسی مسلم الثبوت شخصیت کی تنقیص میں وہابی اہل حدیث مستند و معتبر مانتے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ امام بخاری کی کتاب جزء رفع الیدین میں تو یہ واقعہ بلا سند نقل کیا گیا ہے اور بیہقی کی السنن الکبریٰ میں سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے لیکن اس کی سند کا جو حال ہے وہ قارئین کے سامنے ہے۔

یہ سند مُظلم و تاریک اور شاذ و منکر ہے پھر بھی ایک غیر مقلدِ زمانہ ابوعبدالرحمٰن مقبل بن ہادی نے ایک کتاب "نشر الصحیفۃ فی ذکر الصحیح من اقوال ائمۃ الجرح والتعدیل فی ابی حنیفۃ" کے نام سے لکھی ہے، اس کے صفحہ ۱۴۹ پر یہ لکھا ہے:

> میں نے اس واقعہ کو بیہقی سے نقل کیا اس لیے کہ انہوں نے پورے واقعہ کو بہتر سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ غیر مقلد عالم اس سند کو بہتر کہہ رہے ہیں حالاں کہ سندِ مذکور تاریک، منکر وشاذ ہے نیز مصنفِ کتاب کے خبثِ باطنی کی دلیل یہ ہے کہ اس نے کتاب کے شروع میں یہ لکھا ہے:
>
> "واتباع ابی حنیفۃ قد غلو فیہ فھم یلقبونہ بالامام الاعظم"

ترجمہ: امام ابو حنیفہ کے متبعین نے ان کی شان میں غلو کیا ہے چنانچہ وہ لوگ انہیں امام اعظم کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (نشر الصحیفہ، ۹/۱)

مصنفِ کتاب کے بغض وعناد اور خبثِ باطنی کی چغلی کھانے والا یہ جملہ مصنف کے مبلغ علم کو بھی جگ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔ مصنف مذکور کے نزدیک امام ابو حنیفہ کو اگر امام اعظم کہنا ان کے متبعین کا غلو ہے تو درج ذیل اسلافِ امت کے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہ کو امام اعظم تحریر فرمایا ہے؟ کیا ان سب اسلاف نے امام ابو حنیفہ کو امام اعظم لکھ کر غلو کیا ہے؟ وہابی غیر مقلدین جواب دیں؟ امام ابو حنیفہ کو امام اعظم کے لقب سے یاد کرنے والے علمائے سلف کے نام یہ ہیں۔

۱۔ امام ابو الحسن اشعری [وفات: ۳۲۴ھ] (الابانۃ فی اصول الدیانۃ، ۹۰/۱)

۲۔ خطیب ابو بکر بغدادی [وفات: ۴۶۳ھ] (تاریخ بغداد، ۱۴۸/۲۲)

۳۔ شیخ السمعانی المروزی [وفات ۵۶۲ھ] (الانساب، ۲۸/۲۱/۸)

۴۔ حافظ شمس الدین قائماز الذہبی [وفات ۷۴۸ھ] (تذکرۃ الحفاظ، ۱۲۶/۱)

۵۔ شیخ ابراہیم الطرطوسی [وفات ۷۵۸ھ] (اعیان العصر واعوان النصر، ۱۰۲/۱)

۶۔ شیخ صلاح الدین الصفدی [وفات ۷۶۴ھ] (الوافی بالوفیات، ۱۲۹/۱۳)

۷۔ شیخ احمد بن علی الفزاری [وفات ۸۲۱ھ] (صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء، ۴۹۹/۱)

۸۔ شارح بخاری علامہ عینی [وفات ۸۵۵ھ] (مغانی الاخیار، ۵۰۴/۳)

۹۔ علامہ ابن الجزری [وفات ۸۳۲ھ] (مناقب اسد اللہ الغالب، ۸۳/۱)

۱۰۔ علامہ ابن الاثیر [وفات ۶۳۰] (العقود اللؤلؤیۃ فی تاریخ الدولۃ، ۱۷۳/۲)

یہ نام بطور نمونہ ذکر کیے گئے ورنہ دو درجن سے زائد اسلاف امت کے اسماء میں نے اپنے رسالہ ”لقب امام اعظم کا ثبوت“ میں ذکر کیے ہیں۔ ان اسلاف امت نے امام ابو حنیفہ کو امام اعظم کے لقب سے یاد کیا ہے۔ غیر مقلدین سے سوال کیا جائے کہ کیا یہ سب اسلافِ

امت غلو اور زیادتی کرنے والے تھے؟

اب ذرا غیر مقلدین وہابیہ کو ان کے گھر تک پہنچا دیا جائے اور دکھا دیا جائے کہ ان کے گھر والوں نے کہاں کہاں امام ابوحنیفہ کو امام اعظم لکھا ہے۔ دیکھئے:

- شیخ ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب "الآیات البینات" میں امام ابوحنیفہ کو امام اعظم لکھا ہے۔
- ابن القیم الجوزیہ نے "القصیدۃ النونیۃ" میں امام ابوحنیفہ کو امام اعظم لکھا ہے۔
- نواب صدیق حسن خاں نے "الدرر البہیۃ" ابجد العلوم اور الحطۃ میں امام ابوحنیفہ کو امام اعظم لکھا ہے۔

یہ سب غیر مقلدین کے پیشوا ہیں۔ کیا ان سب نے امام ابوحنیفہ کو امام اعظم لکھ کر غلو کیا ہے؟ اور کیا یہ سب امام اعظم کے متبعین تھے؟

ذرا اور آگے بڑھئے اور تصویر کو دوسرا رخ ملاحظہ کیجئے! وہابیوں نے اپنے شیخ ابن تیمیہ کو امام اعظم لکھا ہے۔ (العقود الدریۃ فی مناقب شیخ الاسلام ابن تیمیہ للشیخ الدقوقی، ۱/۴۱۹)

وہابیوں نے شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کو امام اعظم لکھا ہے۔

(الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ، ۵/۳۰)

وہابی غیر مقلدین سے جواب طلب کیا جائے کہ شیخ ابن تیمیہ اور شیخ نجدی کو امام اعظم کہنا دین میں غلو ہے یا نہیں؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم کہنے پر پوری اہل حدیث برادری کے کیمپ میں آگ لگ جاتی ہے اور قسم قسم کے اعتراضات کیے جاتے ہیں لیکن اسی لقب کو وہ اپنے اماموں کے لیے استعمال کریں تو کوئی اعتراض کی بات نہیں؟ راقم نے بحمدہٖ تعالیٰ لقب امام اعظم کے ثبوت پر ایک تحقیقی رسالہ سنجیدہ اور عام فہم اسلوب میں تحریر کیا ہے۔ ان شاء اللہ اس کے مطالعہ سے انصاف پسند قارئین کے شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے۔ واللہ الموفق۔

﴿رفع یدین کے تعلق سے ایک گڑھی ہوئی روایت﴾

امام بیہقی نے فرمایا: ہمیں خبر دی ابوعبداللہ الحافظ (الحاکم) نے، انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا ابوسعید احمد بن محمد بن رمیح نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابونصر احمد بن محمد بن عبد

اللہ مروزی نے مرو میں۔انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن سعید طبری نے،انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن سلیمان بن داؤد شاذ کونی نے۔انہوں نے کہا میں نے سفیان بن عیینہ کو کہتے ہوئے سنا: اوزاعی اور ثوری دونوں منیٰ میں ایک ساتھ تھے۔اوزاعی نے سفیان ثوری سے کہا آپ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟تو سفیان ثوری نے کہا (اس لیے کہ) ہم سے حدیث بیان کی یزید بن ابی زیاد نے۔اس پر اوزاعی نے کہا: میں آپ کے سامنے سند بیان کرر ہا ہوں زہری کی سالم سے،ان کے والد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ اس کے مقابلے میں یزید بن ابی زیاد کو پیش کرر ہے ہیں حالاں کہ یزید ضعیف الحدیث ہیں۔ان کی حدیث سنت کے خلاف ہے۔یہ سن کر سفیان ثوری کا چہرہ سرخ ہو گیا۔تو اوزاعی نے کہا شاید آپ کو یہ بات نا گوار ہوئی؟ ثوری نے کہا ہاں!اوزاعی نے کہا کہ چلئے اٹھئے اور مقام ابراہیم کے پاس چل کر ہم ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں کہ کون حق پر ہے؟ یہ سن کر ثوری مسکرا پڑے۔کیوں کہ دیکھا کہ اوزاعی بڑے جوش میں آ گئے ہیں۔(السنن الکبریٰ للبیہقی ،۲/۱۱۷)

اس روایت کا تنقیدی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت موضوع اور من گڑھت ہے۔یہ روایت کے لحاظ سے بھی باطل ہے اور درایت کے لحاظ سے بھی۔

﴿سند کا تنقیدی جائزہ﴾

اس روایت کی سند میں حاکم کے سوا درج ذیل پانچ راوی ہیں:

(۱) ابو سعید احمد بن محمد بن رمیح: اس راوی پر محدثین کے جرحیں ملاحظہ کیجئے:

- ابو نعیم نے انہیں ضعیف کہا۔
- ابوزرعہ کشی نے ضعیف کہا۔
- امام ابن حجر عسقلانی نے انہیں ضعیف کہنے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے:

"لانہ کان زیدی المذھب یتظاھر بہ" "اس کو ضعیف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ زیدی

مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور اپنی بدمذہبی کا پرچار بھی کرتا تھا۔ (لسان المیزان، ۱/۶۰۰)

- ابن طاہر نے کہا: وہ روایت کے معاملے میں ضعیف ہے۔ (لسان المیزان، ۱/۶۰۰)
- دار قطنی نے اس کو ضعیف کہا۔ (ایضا) (لسان المیزان، ۱/۶۰۰)
- سہمی نے کہا:

"میں نے ابوزرعہ محمد بن یوسف سے احمد بن محمد بن ربیع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے عندیہ دیا کہ وہ ضعیف ہے یا کذاب ہے۔" (موسوعۃ اقوال ابی الحسن الدار قطنی، ۱/۸۴)

حاکم اور خطیب نے انہیں ثقہ کہا ہے لیکن کثیر ماہرینِ حدیث کی جرح کے مقابلے میں ان کی توثیق مرجوح و نامقبول ہے۔

(۲) ابوالنصر احمد بن محمد بن عبداللہ المروزی

یہ راوی مجہول ہے۔ راقم نے حتی المقدور کوشش کی لیکن اس نام کے راوی کے بارے میں معلومات حاصل نہ کر سکا۔ ابوالنصر کنیت کے راوی سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ یہاں پر متعین نہیں کہ یہ ابوالنصر کون ہے؟ احمد بن محمد بن عبداللہ نام کے سینکڑوں راوی ہیں۔ یہ کون ہے معلوم نہیں؟ احمد بن محمد بن عبداللہ نام کے ایک راوی جس کی کنیت ابوالنصر ملی لیکن وہ المروزی نہیں۔ تاریخ بغداد میں اس کا ذکر ہے لیکن ثقہ ہے کہ غیر ثقہ اس کا کچھ ذکر نہیں۔

(۳) محمد بن سعید بن الطبری: اس نام کے دو راوی ہیں:

(الف) محمد بن سعید بن حسان المصلوب [وفات: ۱۴۱ھ–۱۵۰ھ کے درمیان]

(ب) محمد بن سعید الطبری الارزق [وفات: ۲۹۱ھ–۳۰۰ کے درمیان]

نیچے دونوں کا حال ملاحظہ کریں:

محمد بن سعید بن الطبری، وہی محمد بن ابوالقیس ہے، وہی محمد بن الطبری ہے، قریشی، اردونی، مشرقی ہے۔ ابن الطبری سے معروف ہے۔ کنیت: ابوعبدالرحمٰن ہے۔

مکحول، عبادہ بن نسی، نافع، زہری، ربیعہ بن یزید وغیرہم سے روایت لی ہے۔ اس سے

روایت لینے والوں میں سفیان ثوری، بکر بن خنیس اور ابو بکر بن عیاش وغیرہم ہیں۔ان کے تعلق سے ماہرینِ حدیث کی آرا یہ ہیں:

- امام احمد بن حنبل وغیرہ نے کہا:

"قتله ابو جعفر المنصور فی الزندقة"

اسے ابو جعفر منصور نے زندیق ہو جانے کی وجہ سے قتل کیا ہے۔

- امام بخاری نے فرمایا:

"صلب فی الزندقة" زندیق ہونے کی وجہ سے اس کو پھانسی دی گئی ہے۔

- نسائی نے کہا:

"ھو غیر ثقة ولا مامون وقال مرة كذاب" وہ غیر ثقہ غیر مامون ہے اور ایک بار کہا وہ کذاب ہے۔

- ابو حاکم نے کہا: "كان يضع الحديث" وہ حدیث گڑھتا تھا۔
- ابو زرعہ دمشقی نے محمد بن خالد کے حوالے سے کہا کہ خالد نے کہا کہ میں نے محمد بن سعید کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر بات اچھی ہو تو اس کی سند گڑھ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔
- عیسیٰ بن یونس نے کہا کہ:

"سفیان ثوری محمد بن سعید کے پاس گئے۔ کچھ دیر بعد ہمارے پاس آئے تو کہنے لگے "وہ کذاب ہے"۔

- امام احمد بن حنبل نے کہا: "كان كذابا" محمد بن سعید کذاب تھا۔
- دار قطنی وغیرہ نے کہا: "متروك" وہ متروک ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی،۳/۹۶۱)

محمد بن سعید الطبری الارزق کے بارے میں ماہرینِ حدیث کے اقوال:

- ابن عدی نے کہا: "كان يضع الحديث" یہ شخص حدیث گڑھتا تھا۔

(تاریخ الاسلام،۶/۱۰۲۸)

● دار قطنی نے مجہول کہا۔ (موسوعۃ اقوال ابی الحسن الدار قطنی،۳/۵۷۸)

● ابن عدی نے اس کی بعض موضوع روایات کو ذکر کرنے کے بعد لکھا:

"ولہ غیر ما ذکرت من موضوعاتہ" اس کی مذکورہ روایت کے علاوہ اور بھی موضوع روایات ہیں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال،۷/۵۵۶)

● ذہبی نے لکھا: "لا یدری من ھو" پتہ نہیں یہ کون ہے؟ (میزان الاعتدال،۳/۵۶۵)

معلوم ہوا کہ روایت مذکورہ کا تیسرا راوی محمد بن سعید الطبری خواہ طبری "الارزق" ہو یا "المصلوب" ہو کذاب و نا مقبول ہے۔

(۴) سلیمان بن داؤد شاذ کونی ــــ ان کے تعلق سے ماہرینِ حدیث کی آرا ملاحظہ کریں:

● امام بخاری نے کہا: "فیہ نظر" وہ متہم بالکذب ہے۔ اس سے حدیث لینا درست نہیں ہے۔

● ابو حاتم نے کہا: "متروك الحديث" وہ متروک الحدیث ہے۔

● نسائی نے کہا: "ليس بثقة" وہ ثقہ نہیں۔

● صالح بن محمد الحافظ نے کہا:

"وكان يكذب في الحديث" وہ حدیث کے معاملے میں جھوٹ بولتا تھا۔

● امام احمد بن حنبل نے کہا:

"جالس الشاذكوني حماد بن زيد، بشر بن المفضل ويزيد بن زريع فما نفع الله بواحد منهم"

ترجمہ: شاذ کونی نے حماد بن زید، بشر بن مفضل اور یزید بن زریع کی صحبت اختیار کی لیکن اللہ نے اسے تینوں سے کچھ فائدہ نہیں پہنچایا"

● بغوی نے کہا: "رماه الائمة بالكذب" ائمہ نے اسے متہم بالکذب قرار دیا۔

● یحییٰ بن معین نے کہا:

”كان الشاذ كوني يضع الحديث“ شاذ کونی حدیث گڑھتا تھا۔

● ابوزرعہ نے کہا:

”شاذ کونی نے انہیں شرمندہ کرنے کے لیے فوراً ایک حدیث گڑھ کر پیش کردی اور ابوزرعہ کو پتہ نہ چل سکا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ گڑھی ہوئی حدیث تھی۔“ (لسان المیزان،۴/۱۴۲)

معلوم ہوا کہ واقعۂ مذکورہ کا چوتھا راوی ماہرین کے نزدیک غیر ثقہ، کذاب وغیر مامون ہے۔ اس کی روایت نامقبول ومردود ہے۔

واقعۂ مذکورہ کا روایۃً موضوع ومن گھڑت ہونا ثابت ہوگیا۔ درایۃً بھی یہ واقعہ من گھڑت ہے۔ وہ اس لیے کہ امام اوزاعی جیسے فقیہ محدث سے یہ بات بعید ہے کہ وہ سفیان ثوری کو رفعِ یدین نہ کرنے کی بنیاد پر مقامِ ابراہیم میں ”مباہلہ“ کی دعوت دیں۔ کیوں کہ مباہلہ کفر وایمان اور حق وباطل کے درمیان ہوتا ہے۔ رفع یدین کرنے والے ائمہ محدثین ومجتہدین اور ان کے متبعین بھی اہل حق ہیں اور رفع یدین نہ کرنے والے محدثین ومجتہدین اور ان کے متبعین بھی حق پر ہیں تو پھر مباہلہ کس بات پر؟

امام اوزاعی جیسے جلیل القدر محدث وفقیہ رفعِ یدین اور ترکِ رفعِ یدین پر اپنے مخالف کو دعوتِ مباہلہ دیں وہ بھی مقامِ ابراہیم میں، درایۃً اس بات کا من گڑھت وموضوع ہونا ظاہر ہے۔ اس واقعہ کو اگر صحیح مان لیا جائے تو کیا غیر مقلدین وہابیہ اس بات کو دلیل وبرہان شرعی سے ثابت کرسکیں گے کہ رفع یدین کرنے والے مسلمان کا رفع یدین نہ کرنے والے مسلمان پر لعنت کی بددعا کرنا درست ہے؟ جب کہ واقعۂ مذکورہ میں لعنت کرنے کا ذکر بھی ہے؟

بلاشبہ واقعۂ مذکورہ سنداً بھی باطل اور درایۃً بھی۔ امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی کی جانب اس کا انتساب جھوٹ ہے جو تعصب وتنگ نظری اور بغض وعناد کا شاخسانہ ہوسکتا ہے۔

﴿حافظ زبیر علی زئی کی جھوٹی باتیں﴾

زبیر علی زئی نے لکھا:

امام احمد اپنی مشہور کتاب ''مسند'' میں امام ابوحنیفہ کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

پھر زبیر علی زئی نے لکھا: دیکھئے مسند احمد ۵/ ۳۵۷، حدیث: ۲۳۴۱۵۔ (نور العینین، ص ۳۵۱)

حافظ زبیر علی زئی کے جھوٹ کا پردہ تو ہم تھوڑی دیر بعد فاش کریں گے لیکن ابھی قارئین کو ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی شان میں اس طرح کی بات لکھنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان سے لوگوں کو بدظن کیا جائے اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ غلط خیال بٹھایا جائے کہ امام ابو حنیفہ ایسے ناپسندیدہ آدمی کا نام ہے کہ امام احمد ان کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اب آیئے ہم حافظ زبیر علی زئی اور ان کی طرح امام ابوحنیفہ سے بغض وعداوت رکھنے والوں کو ائمۂ محدثین کے سچے اقوال کا ایک آئینہ دکھا دیتے ہیں۔

- امام بخاری کے استاذ حفص بن غیاث جن سے بخاری میں احادیث مروی ہیں وہ فرماتے ہیں:

''کلام ابی حنیفة فی الفقه ادق من الشعر لا یعیبه الا جاهل''

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کا کلام فقہ میں شعر سے زیادہ دقیق ہے۔ ان پر عیب جوئی کرنے والا جاہل ہی ہے۔

- امام بخاری کے شیخ عبداللہ بن داؤد الخریبی نے کہا:

''ما یقع فی ابی حنیفة الا حاسد او جاهل'' امام ابوحنیفہ پر عیب نہیں لگاتا مگر وہ جو حاسد ہے یا جاہل۔ (تاریخ الاسلام للذہبی، ۹۹۰/۳)

- امام بخاری کے استاذ ابن المبارک نے کہا:

''جب یہ سنتا ہوں کہ کوئی آدمی ابوحنیفہ پر عیب لگاتا ہے تو میں اس کا چہرہ بھی دیکھنا گوارا

نہیں کرتا اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ اس خوف سے کہ کہیں اس پر اللہ کا قہر نازل ہو جائے اور میں بھی اس کے ساتھ اس کی زد میں آ جاؤں۔"

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری، ۴۴/۱)

حافظ زبیر علی اور ان کے حامیوں کا چہرہ امام بخاری کے استاذ کے اقوال کے آئینے میں صاف دکھائی دے رہا ہے۔ یہ لوگ یا تو امام اعظم ابوحنیفہ کی جلالتِ شان سے جاہل ہیں یا پھر ان سے بغض وحسد رکھنے والے ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی نے امام احمد بن حنبل کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی حدیث اور ان کی رائے کو ضعیف کہتے تھے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے امام احمد بن حنبل کا یہ قول پیش کیا ہے:

"حديث ابى حنيفة ضعيف ورأيه ضعيف"

ترجمہ: ابوحنیفہ کی حدیث ضعیف ہے اور ان کی روایت ضعیف ہے اور حوالے میں عقیلی کی کتاب "الضعفاء" کو پیش کیا ہے اور لکھا ہے "سنده صحيح"

امام احمد بن حنبل کی جانب منسوب یہ قول جھوٹ ہے۔ کیوں کہ عقیلی کی کتاب الضعفاء یا دیگر ناقدین کی کتبِ تراجم میں ابوحنیفہ نام سے متعلق متعارض اقوال ملتے ہیں بعض اقوال توثیق وتعدیل کے اور بعض تجریح وتضعیف کے۔ بلکہ ایک ہی شخص کے متعارض اقوال بھی موجود ہیں۔ ابن المبارک، سفیان ثوری، یحییٰ بن معین وغیرہم کے اقوال ابوحنیفہ سے متعلق توثیق کے بھی ہیں اور تضعیف کے بھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوحنیفہ کنیت کے کئی افراد ہیں بلکہ ابوحنیفہ کنیت اور نعمان نام کے کئی افراد ہیں جن میں بعض سخت ضعیف بلکہ کذاب بھی ہیں۔ مثلاً

(۱) ابوحنیفہ محمد بن حنیفہ بن ہامان القصی الواسطی [وفات ۲۹۱ھ-۳۳۰ھ کے درمیان]

ان کے تعلق سے دار قطنی نے کہا: "ليس بقوى" (تاریخ الاسلام للذہبی، ۶/۱۰۲۲)

(۲) ابوحنیفہ سلم بن مغیرہ۔ ان کو دار قطنی نے ضعیف کہا اور ابن ابی حاتم نے کثیر الوہم کہا۔

(میزان الاعتدال، ۲/۱۸۶، لسان المیزان، ۴/۱۱۱)

(۳) ابوحنیفہ احمد بن داؤد الدینوری [وفات ۲۸ یا ۲۹ھ] نحو ولغت کے امام کبار احناف میں سے تھے، صدوق تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ۳۲۲/۱۳)

(۴) ابوحنیفہ کثیر بن الولید الحنفی ۔مجہول ہیں۔ (الاکمال فی رفع الارتیاب لابن ماکولا، ۴۶۳/۲۴)

(۵) ابوحنیفہ الیمامی ۔ان کے بارے میں کتب تراجم میں کچھ نہیں ملا البتہ ان کے لڑکے ابراہیم کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے لیکن ازدی نے منکر الحدیث کہا ہے۔

الثقات لابن حبان میں ہے:

"یخطی علی قلة روایة" قلت روایت کے ساتھ ان سے خطا بھی ہوتی تھی۔ (۵۴۵/۷)

(۶) ابوحنیفہ النعمان بن اسماعیل الشمالی انہیں فقیہ صالح کہا گیا ہے۔

(التحبیر فی المعجم الکبیر للسمعانی، ۳۴۶/۲)

(۷) ابوحنیفہ احمد بن المصدق بن محمد النیساپوری۔ (الجواہر المضیئۃ، ۱۲۶/۱)

(۸) ابوحنیفہ جعفر بن احمد بن بہرام البابلی الفقیہ الستر بادی معروف بہ شہید۔

(الجواہر المضیئۃ، ۱۷۸/۱)

(۹) ابوحنیفہ عبدالمومن التیمی الحنفی ۔ (الجواہر المضیئۃ، ۳۳۲/۱)

(۱۰) ابوحنیفہ قیس بن اصرم الشیبانی۔ (الجواہر المضیئۃ، ۴۱۴/۱)

علامہ صفدی نے ان کے علاوہ متعدد نام شمار کرائے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"ابو حنیفة جماعة منهم الامام الاعظم صاحب المذهب اسمه النعمان"

ترجمہ: ابوحنیفہ لقب کی ایک جماعت ہے جن میں صاحب مذہب امام اعظم نعمان ہیں

پھر انہوں نے درج ذیل نام ذکر کیے ہیں۔

ابوحنیفہ الصغیر ابوجعفر محمد بن عبداللہ۔

ابوحنیفہ النعمان القاضی المغربی المالکی۔ان کا نام نعمان بن محمد بن منصور ہے۔

ابوحنیفہ خطیبی محمد بن عبداللہ، محمد بن عثمان۔

ابوحنیفہ الثعلبی الشاعر، ابوحنیفہ قحدم الاسوانی۔

ابوحنیفہ محمد بن عبد الغنی۔(الوافی بالوفیات،۱۲۹/۱۳)

ان میں سے ابوحنیفہ نعمان بن محمد المغربی[وفات: ۳۶۳ھ] کے تعلق سے امام ابن حجر عسقلانی اور ذہبی نے لکھا ہے:

مسبحی نے کہا:

"دیندار بلند رتبہ فقیہ تھے۔ مسبحی کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ وہ مالکی تھے۔ پھر ریاست کے لالچ میں شیعہ ہو گئے تھے اور بنو عبید کے مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔ ائمہ کے رد میں کتابیں لکھی ہیں۔ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندیق ہو گئے تھے اور دین سے نکل گئے تھے یا منافق تھے۔" (تاریخ الاسلام، لسان المیزان،۲۸۶/۸)

حاصل کلام یہ ہے کہ بعض محدثین نے ابوحنیفہ نام کے مجروح لوگوں کی مذمت میں جو اقوال ذکر کیے گئے ہیں، انہیں خلط ملط کر کے امام اعظم ابوحنیفہ پر چسپاں کر دیئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں حاسدین ومعاندین کی طرف سے بھی یہ سازش ہوئی ہے کہ انہوں نے مستند محدثین کے حوالے سے امام اعظم کے تعلق سے جھوٹے اقوال گڑھ کر کتابوں میں نقل کر دیئے ہیں۔ زیادہ تر خوارج وروافض کی طرف سے ایسی سازش ہوئی ہے۔کیوں کہ امام اعظم کے سب سے بڑے دشمن خوارج وروافض تھے۔کوفہ میں جس زمانے میں خوارج کا غلبہ تھا اس زمانے میں امام اعظم کے خلاف بہت زیادہ جھوٹی افواہیں اور غلط پروپیگنڈے پھیلا گئے۔ مثلاً یہ کہ:

ابوحنیفہ اعمال کو ایمان کے لیے ضروری قرار نہیں دیتے۔ان کے نزدیک ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں۔محدثین کا کہنا تھا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔دراصل امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اور متکلمین اور محدثین کے درمیان یہ ایک "لفظی اختلاف" تھا۔لیکن اس لفظی اختلاف کو دشمنانِ اسلام نے خفیہ سازش سے بڑی ہوا دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی بنیاد پر امت دو دھڑوں میں تقسیم ہوئی اور ایک دوسرے پر لعن طعن بلکہ ضلالت وگمرہی کے فتوی بھی دیے گئے۔حالاں کہ اس اختلاف کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ امام ابوحنیفہ اور جو حضرات یہ کہتے تھے کہ اعمال ایمان کا جز نہیں۔ان کی مراد یہ تھی کہ ایمان کی حقیقت تصدیق

قلبی ہے اور تصدیق اذعان ویقین قلب کا نام ہے جس کا محل قلب (دل) ہے اور اعضا وجوارح سے صادر ہونے والے اعمال مثلاً نماز، روزہ، حج، زکاۃ، صدقات وغیرہ حقیقت ایمان یعنی تصدیقِ قلبی کے جز نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک نہ پایا جائے تو ایمان ہی نہ پایا جائے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایمان کا محل دل کو کہا گیا ہے اور قرآن حکیم واحادیث صحیحہ میں متعدد جگہوں میں اعمال کی نفی کے ساتھ ایمان کو ثابت مانا گیا ہے۔ لہٰذا ایسا ہو سکتا ہے کہ عمل نہ ہو لیکن ایمان ہو۔ فاسق مومن ہے اگر چہ اس کا ایمان کامل نہیں۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ پھر عمل والے کا ایمان کامل اور بے عمل کا ایمان ناقص کیسے ہے؟ جب کہ ایمان زیادہ اور کم نہیں ہوتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کیفیت ایمان کی کمی اور زیادتی مراد ہے کہ عمل ہوگا تو ایمان کا نور کامل ہوگا اور عمل نہیں ہوگا تو ناقص ہوگا۔

اس کے برخلاف دیگر محدثین کا کہنا تھا کہ اعمال ایمان کا جز ہیں اس سے ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ اگر عمل نہیں ہوگا تو ایمان والا ایمان سے خارج ہو جائے گا بلکہ مراد یہ تھی کہ ایمان والا رہے گا لیکن اس کا ایمان ناقص رہے گا۔ یعنی فاسق و بے عمل مؤمن کے مؤمن ہونے میں امام ابوحنیفہ اور دیگر محدثین کا کوئی اختلاف نہیں تھا۔ لیکن خوارج کا کہنا تھا کہ بے عمل فاسق مؤمن ہی نہیں رہتا، گناہ کے ارتکاب سے وہ ایمان سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے، امام اعظم نے فرمایا کہ ایسا نہیں۔ ارتکابِ کبیرہ سے مؤمن ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ خوارج کے مقابلے میں تمام اہل سنت کا یہی نظریہ تھا۔ خواہ محدثین ہوں یا فقہاء یا متکلمین۔ شروع شروع میں ایسے لوگوں کو جو مرتکبِ کبیرہ کو کافر نہیں کہتے بلکہ اہلِ نجات کہتے تھے انہیں اہلِ ارجاء کہا جاتا تھا۔ یعنی یہ لوگ مرتکبِ کبیرہ کے تعلق سے مغفرت کی رجاء وامید رکھنے والے ہیں۔ لہٰذا مرجی یا اہل ارجاء ہونا عیب نہیں تھا بلکہ یہ اہل سنت کی علامت کے طور پر بولا جاتا تھا۔ لیکن دشمنوں نے سازش کی اور کچھ اہل ارجاء کے نام پر ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے اپنے آپ کو مرجیہ کہا اور اپنا یہ نظریہ پیش کیا کہ اگر ایمان ہے تو عمل کی کوئی ضرورت نہیں، لہٰذا ایمان کی حالت میں چاہے جتنا گناہ کیا جائے اس سے ایمان کچھ متاثر نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ

نظریہ اہل سنت کے نظریہ کے خلاف تھا۔لہٰذا اہل سنت نے انہیں مرجیہ گمراہ فرقہ قرار دیا۔لیکن اس خفیہ سازش میں دشمنوں کے ساتھ معاندین نے امام اعظم اور ان کے اصحاب کے خلاف یہ پروپیگنڈہ پھیلایا کہ یہ لوگ مرجیہ ہیں۔حالاں کہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔امام اعظم اور آپ کے اصحاب کو مرجیہ کہنے والے آپ کے دشمن یا تو خوارج و روافض ہیں یا آپ کے حاسدین و معاندین۔دشمنوں اور حاسدوں کے پروپیگنڈے کے جال میں پھنس کر بعض محدثین نے امام اعظم اور آپ کے اصحاب پر جرح وقدح کے خوب تیر برسائے اور شعوری یا لاشعوری طور پر خوارج کے مشن کو خوب تقویت پہنچائی گئی اور آج بھی خوارج کی روح غیر مقلدین واہل حدیث کے جسموں میں داخل ہو کر انہیں اسی مشن کو تقویت پہنچانے کے لیے مضطرب و بے چین کر رہی ہے۔

اس کی ایک مثال حافظ زبیر علی زئی اور ان کے ہمنوا ہیں جو امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کو غیر ثقہ، غیر مامون، ضعیف، منکر، متروک بلکہ مرجی و گمراہ ثابت کرنے میں اپنی پوری داخلی و خارجی طاقت صرف کر رہے ہیں۔

امام اعظم کے تعلق سے یہ پروپیگنڈا بھی پھیلایا گیا کہ وہ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں۔اس کو اللہ کا کلام نہیں مانتے۔لہٰذا وہ فرقۂ باطلہ فرقۂ جہمیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔کیوں کہ فرقۂ جہمیہ اللہ کی صفت کلام کو نہیں مانتا۔قرآن کے مخلوق و غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ بھی بہت خطرناک تھا۔ جس نے امتِ مسلمہ کو قتل و خون ریزی تک پہنچا دیا تھا۔حالاں کہ قرآن کے مخلوق و غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ بھی در حقیقت نزاعی نہیں تھا بلکہ اس میں اختلاف محض لفظی تھا۔اہلِ سنت میں سے جو لوگ اس کو مخلوق کہتے تھے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ قرآن جو الفاظ ونقوش کے ساتھ ہم تلاوت کرتے ہیں جو کاغذ میں لکھا ہوا ہے جس کو الفاظ وصورت کے ساتھ ہم تلاوت کرتے ہیں وہ قرآن یعنی الفاظ ونقوش خطوط وغیرہ مخلوق ہیں لیکن قرآن اللہ کا کلام جو اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے وہ مخلوق نہیں بلکہ ذات کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور جو لوگ قرآن کو غیر مخلوق کہتے تھے وہ بھی قرآن کے الفاظ وحروف نقوش وغیرہ کو مخلوق کہتے تھے اور قرآن کلام اللہ جو اللہ کی ذات

کے ساتھ اس کی صفتِ لازمہ دائمہ ہے وہ غیر مخلوق ہے۔ دونوں فریق منشا و مراد میں متفق ہو نے کے باوجود اس اطلاق میں اختلاف رکھتے تھے کہ قرآن کو مخلوق کہنا درست ہے یا نہیں۔ بعض اس کو درست کہتے تھے اور بعض درست نہیں کہتے تھے۔ پھر جو لوگ اس کو درست نہیں کہتے تھے ان میں بعض متشدد تھے اور بعض اعتدال پسند۔ متشددین نے اپنے مخالفین پر سخت تنقید کی اور ان کی تفسیق و تضلیل بلکہ تکفیر بھی کر دی۔ ایسے ہی متشددین کی طرف سے امام اعظم پر جرح و قدح کی گئی ہے جس کا جواب اعتدال و حق پسند علمائے اہلِ سنت نے دیا ہے۔ اگر امام اعظم پر حاسدین و مقلدین کی طرف سے عائد کردہ مرجی ہونے کا الزام غیر مقلدین وہابیہ کے نزدیک درست ہے تو بخاری و مسلم کے ان درجنوں راویوں کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے جن پر مرجی ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔ مثلاً مسعر بن کدام متوفی ۱۵۲ھ، ابراہیم بن طہمان متوفی ۱۶۸ھ، ابراہیم بن یزید بن شریک ایوب بن عائذ پر مرجی ہونے لا الزام لگایا گیا ہے اور یہ سب بخاری کے راوی ہیں۔

مزید ناموں کے لیے اکمال تہذیب الکمال، سیر اعلام النبلاء، وغیرہ کتب تراجم و طبقات کا مطالعہ کیجیے۔

﴿ایک اہم پیغام ـــــ جوانانِ اہلِ سنت کے نام﴾

اہلِ سنت کے نوجوان باطل وگمراہ فرقوں سے محفوظ رہنے کے لیے ان باتوں کو اپنے دل ودماغ میں بسالیں اوران پر عمل کریں تو ان شاء اللہ گمراہی وبدعقیدگی کے دلدل میں پھنسنے سے محفوظ رہیں گے۔

یہ یادرکھیں کہ اہلِ سنت کے سوا سب باطل وبدعقیدہ وگمراہ فرقے ہیں۔اس لیے علمائے اہل سنت کے سوا اہل حدیث، اہل قرآن، مہدوی، وہابی، دیوبندی وغیرہ کسی فرقے کے عالم، مبلغ، داعی سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل نہ کریں۔اگر کوئی بدعقیدہ گمراہ، قرآن وحدیث کے حوالے سے کوئی بات کہے تو اس کو علمائے اہل سنت کی جانب رجوع کیے بغیر آنکھ بند کر کے قبول نہ کریں۔کیوں کہ قرآن وحدیث کو آڑ بنا کر باطل فرقے اپنی بد عقیدگی کو عام کرتے ہیں۔امام مسلم نے صحیح مسلم شریف کے شروع میں جلیل القدر تابعی حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اہل سنت کے سوا کسی سے کوئی حدیث نہ سنی جائے۔

یہ بات واضح رہے کہ فروعی وفقہی مسائل میں اہلِ سنت حنفی، مالکی، حنبلی وشافعی میں منحصر ہیں۔چاروں مذاہب سے ہٹ کر کوئی بھی بات کرنا اجماع کے خلاف اور گمراہی ہے۔ چاروں فقہی مذاہب کے حق ہونے اوران کے علاوہ کے گمراہ ہونے پر اجماع قائم ہو چکا ہے۔

علامہ طحطاوی[وفات:۱۲۳۱ھ] نے 'حاشیۃ الدر' میں فرمایا ہے کہ نجات والی جماعت جسےاہل سنت وجماعت کہا جاتا ہے آج مذاہبِ اربعہ کے ماننے والوں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں منحصر ہیں۔اس زمانے میں جو جماعت ان سے باہر ہے وہ اہلِ بدعت یعنی گمراہ اوراہل نار ہے۔

سنّی عوام اپنے آپ کو علمائے حق اہلِ سنت وجماعت سے ہمیشہ جوڑے رکھیں۔ان شاء

اللہ گمراہ فرقوں کی گمراہیوں سے محفوظ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کو باطل فرقوں کے شر سے بچائے اور سواد اعظم اہل سنت و جماعت کو قوت واستحکام واجتماعیت عطا فرمائے۔

مآخذ و مراجع [باعتبار حروف تہجی]

کتاب	مؤلف	وفات	مطبع	سن
القرآن الکریم	-	-	-	-
الآثار	امام ابو یوسف	۱۸۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	-
الابانۃ عن اصول الدیانۃ	ابو الحسن اشعری	۳۲۴ھ	دار الانصار، قاہرہ	۱۳۹۷ھ
اتحاف الخیرۃ المہرۃ	شہاب الدین کنانی شافعی	۸۴۰ھ	دار الوطن للنشر	۱۹۹۹ء
اتحاف المہرۃ	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	مجمع الملک فہد، مدینہ منورہ	۱۹۹۴ء
اثر الحدیث الشریف فی اختلاف...	شیخ عوامہ	-	-	-
اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ	حسن بن علی صیمری	۴۳۶ھ	عالم الکتب، بیروت	۱۹۸۵ء
اخبار القضاۃ	محمد بن خلف بن حیان	۳۰۶ھ	المکتب التجاریۃ الکبریٰ، مصر	۱۹۴۷ء
الادب المفرد	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت	۱۹۸۹ء
الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث	ابو یعلی خلیلی	۴۴۶ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض	۱۴۰۹ھ
ازہار الریاض فی اخبار القاضی عیاض	شہاب الدین تلمسانی	۱۰۴۱ھ	مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمۃ، قاہرہ	۱۹۳۹ء
اطراف المسند المعتلی	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	دار ابن کثیر، دمشق	-
اسد الغابۃ	ابن الاثیر الجزری		دار الکتب العلمیہ، بیروت	۱۹۹۴ء
اعیان العصر واعوان النصر	صلاح الدین صفدی	۷۶۴ھ	دار الفکر المعاصر	۱۹۹۸ء
الاغتباط لمن رمی من الرواۃ بالاختلاط	برہان الدین حلبی	۸۴۱ھ	دار الحدیث، قاہرہ	۱۹۸۸ء
الاقتراح فی بیان الاصطلاح	ابن دقیق العید	۷۰۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	-

اکمال تہذیب الکمال	مغلطائی بن قلیج حنفی	۷۶۲ھ	الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر	۲۰۰۱ء
الانتقار فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ	ابن عبدالبر مالکی	۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت	-
الانساب	عبدالکریم سمعانی	۵۶۲ھ	مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد	۱۹۶۲ء
بدایۃ المجتہد	ابن رشد الحفید	۵۹۵ھ	دارالحدیث، قاہرہ	۲۰۰۴ء
البدرالمنیر	ابن ملقن شافعی	۸۰۴ھ	دارالہجرۃ للنشر والتوزیع، ریاض	۲۰۰۴ء
البنایہ شرح الہدایۃ	بدرالدین عینی	۸۵۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت	۲۰۰۰ء
تاریخ الاسلام	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	دارالغرب الاسلامی	۲۰۰۳
تاریخ بغداد	خطیب بغدادی	۴۶۳ھ	دارالغرب الاسلامی، بیروت	۲۰۰۲
التاریخ الکبیر	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد	-
التبیین لاسماء المدلسین	برہان الدین حلبی	۸۴۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت	۱۹۸۶
التحبیر فی المعجم الکبیر	عبدالکریم سمعانی	۵۶۲ھ	رئاسۃ دیوان الاوقاف، بغداد	۱۹۷۵ء
تحریر علوم الحدیث	عبداللہ بن یوسف جدیع	معاصر	مؤسسۃ الریان، بیروت	۲۰۰۳ء
تحفۃ الاحوذی	عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت	-
تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف	جمال الدین مزی	۷۴۲ھ	المکتب الاسلامی	۱۹۸۳ء
التحقیق فی مسائل الخلاف	جمال الدین ابن جوزی	۵۹۷ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت	-
تخریج احادیث احیاء العلوم	جماعۃ من العلماء	-	دارالعاصمۃ للنشر، ریاض	۱۹۸۷ء
تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت	۱۹۹۸ء
التقریب	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ھ	دارالکتاب العربی، بیروت	۱۹۸۵ء
التلخیص الحبیر	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت	۱۹۸۹ء
تنقیح التحقیق فی احادیث التعلیق	ابن عبدالہادی	۷۴۴ھ	اضواء السلف، ریاض	۲۰۰۷ء
تنقیح التحقیق	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	دارالوطن، ریاض	۲۰۰۰ء

تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد	۱۳۲۶ھ
تہذیب الکمال	جمال الدین مزی	۷۴۲ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	۱۹۸۰ء
الثقات	محمد بن حبان بستی	۳۵۴ھ	دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد	۱۹۷۳ء
جامع الاحادیث	جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	-	-
جامع الترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ	شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی، مصر	۱۹۷۵ء
جامع المسانید	محمد بن محمود خوارزمی	۶۶۵ھ	-	-
الجرح والتعدیل	ابن ابی حاتم رازی	۳۲۷ھ	دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد	۱۹۵۲ء
جزء فی رفع الیدین	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	-	-
الجوہر النقی	علاء الدین ابن ترکمانی	۷۵۰ھ	دار الفکر	-
الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ	عبد القادر محی الدین حنفی	۷۷۵ھ	میر محمد کتب خانہ، کراچی	-
الخیرات الحسان	احمد بن حجر ہیتمی مکی	۹۷۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	۱۹۸۳ء
الدرایہ	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	دار المعرفۃ، بیروت	—
الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیہ	علمائے نجد		—	۱۹۹۶ء
دیوان الضعفاء	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، مکۃ المکرمہ	۱۹۶۷ء
ذیل القول المسدد	محمد صبغۃ اللہ المداری	۱۲۸۰ھ	مکتبۃ ابن تیمیۃ، قاہرہ	۱۴۰۱ھ
رجال المنذری	زکی الدین منذری	۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت	۱۴۱۷ء
الروضۃ الندیہ	صدیق حسن خان قنوجی	۱۳۰۷ھ	دار المعرفۃ	—
سفر السعادہ	محمد بن یعقوب فیروز آبادی	۸۱۷ھ	—	—
سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید قزوینی	۲۷۳ھ	دار احیاء الکتب العلمیہ، بیروت	—
سنن ابی داؤد	سلیمان بن اشعث سجستانی	۲۷۵ھ	المکتبہ العصریہ، بیروت	—
سنن دار قطنی	علی بن عمر دار قطنی	۳۸۵ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	۲۰۰۴ء

السنن الصغریٰ	احمد بن شعیب نسائی	۳۰۳ھ	مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت	۱۴۰۶ھ
السنن الکبریٰ	احمد بن حسین بیہقی	۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	۲۰۰۳
السنن الکبریٰ	احمد بن شعیب نسائی	۳۰۳ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	۱۴۲۱ھ
سنن النسائی	احمد بن شعیب نسائی	۳۰۳ھ	مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب	۱۹۸۶ء
سیر اعلام النبلاء	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	۱۹۸۵ء
شرح ابی داؤد	بدر الدین عینی	۸۵۵ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض	۱۹۹۹ء
شرح مشکل الآثار	احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی	۳۲۱ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	۱۹۹۴ء
شرح مسند ابی حنیفہ	علی بن سلطان القاری	۱۰۱۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	۱۹۸۵ء
شرح معانی الآثار	احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی	۳۲۱ھ	عالم الکتب	۱۹۹۴ء
صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء	احمد بن علی فزاری	۸۲۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	—
صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	۱۹۸۸ء
مستخرج ابی عوانہ	ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق	۳۱۶ھ	دار المعرفت بیروت	—
صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	دار طوق النجاۃ،	۱۴۲۲ھ
صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری	۲۶۱ھ	دار احیاء التراث العربی	—
الضعفاء والمتروکون	ابو الفرج ابن جوزی	۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	۱۴۰۶ء
طبقات الحفاظ	جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	۱۴۰۳ھ
الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ	تقی الدین غزی	۱۰۱۰ھ	—	—
طبقات المدلسین	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	مکتبۃ المنار، عمان	۱۹۸۳ء
عقود الجمان فی مناقب الامام ابی حنیفہ	محمد بن یوسف صالحی دمشقی	۹۴۲ھ	—	—
العقود الدریۃ فی مناقب ابن تیمیۃ	ابن عبد الہادی	۷۴۴ھ	دار الکاتب العربی، بیروت	—
العقود اللؤلؤیۃ فی تاریخ الدولۃ الرسولیۃ	علی بن حسن زبیدی	۸۱۲ھ	مرکز الدراسات والبحوث الیمنی، صنعاء	۱۹۸۳ء

العلل	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ھ	دار الخانی، ریاض	۲۰۰۱ء
عمدة القاری	بدر الدین عینی	۸۵۵ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت	-
الکاشف	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	دار القبلة للثقافة الاسلامیہ، جدہ	۱۹۹۲ء
الکامل فی الضعفاء	ابواحمد بن عدی	۳۶۵ھ	الکتب العلمیہ، بیروت	۱۹۹۷ء
کتاب الآثار	محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	
کتاب الحجہ علی اہل المدینہ	محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ھ	عالم الکتب، بیروت	۱۴۰۳ھ
کنز العمال	علی متقی ہندی	۹۷۵ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	۱۹۸۱ء
الکواکب النیرات	برکات بن احمد ابن الکیال	۹۲۹ھ	دار المامون، بیروت	۱۹۸۱ء
لسان المیزان	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد	۱۹۷۱ء
المجروحین من المحدثین	محمد بن حبان	۳۵۴ھ	دار الوعی، حلب	۱۳۹۶ء
مختصر الاحکام	حسن بن علی طوسی	۳۱۲ھ	مکتبۃ الغرباء الاثریہ، مدینہ منورہ	۱۴۱۵ھ
المختلطین	خلیل بن کیکلدی علائی	۷۶۱ھ	مکتبۃ الخانجی، قاہرہ	۱۹۹۶ء
المدلسین	ولی الدین ابن عراقی	۸۲۶ھ	دار الوفاء	۱۹۹۵ء
المدونہ	مالک بن انس	۱۷۹ھ	دار المکتب العلمیہ	
مرقاة المفاتیح	علی بن سلطان قاری	۱۰۱۴ھ	دار الفکر، بیروت	۲۰۰۲ء
مستخرج ابی عوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق	۳۱۶ھ	دار المعرفہ، بیروت	۱۹۹۸ء
مسند ابی حنیفہ	عبداللہ بن محمد حارثی	۳۴۰ھ	دار الکتب العلمیہ	۲۰۰۸ء
مسند ابی حنیفہ	احمد بن عبداللہ ابونعیم اصبہانی	۴۳۰ھ	مکتبۃ الکوثر، ریاض	۱۴۱۵ھ
مسند ابی یعلی	احمد بن علی ابو یعلی موصلی	۳۰۷ھ	دار المامون للتراث، دمشق	۱۴۰۴ھ
مسند الامام احمد	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	۱۴۲۹ھ
مسند ابن الجعد	علی بن الجعد البغدادی	۲۳۰ھ	مؤسسۃ نادر، بیروت	۱۹۹۰ء

مسند الحمیدی	عبداللہ بن زبیر حمیدی	۲۱۹ھ	دار السقار، دمشق	۱۹۹۶ء
مسند الطیالسی	سلیمان بن داؤد طیالسی	۲۰۴ھ	دار ہجر، مصر	۱۹۹۹ء
المصنف	ابوبکر بن ابی شیبہ	۲۳۵ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض	۱۴۰۹ھ
المصنف	عبدالرزاق صنعانی	۲۱۱ھ	المکتب الاسلامی، بیروت	۱۴۰۳ھ
المطالب العالیۃ	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	دار العاصمہ، سعودیہ عربیہ	۱۴۱۹ھ
تاریخ الثقات	احمد بن عبداللہ العجلی	۲۶۱ھ	دار الباز	۱۹۸۴ء
المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد طبرانی	۳۶۰ھ	مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ	۱۹۹۴ء
معرفۃ السنن والآثار	احمد بن حسین ابوبکر بیہقی	۴۵۸ھ	جامعۃ الدراسات الاسلامیہ، پاکستان	۱۴۱۲ھ
مغانی الاخیار	بدر الدین عینی	۸۵۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	۲۰۰۶ء
المغنی فی الضعفاء	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	-	-
مناقب ابی حنیفہ	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	المعارف النعمانیہ، حیدرآباد	-
مناقب الاسد الغالب	ابن الجزری	۸۳۲ھ	-	-
مناقب الامام ابی حنیفہ	موفق الدین مکی	۵۶۷ھ	حیدرآباد، دکن	۱۳۲۱ء
موسوعۃ اقوال الامام احمد	جماعۃ من العلماء	-	عالم الکتب، بیروت	۱۹۹۷ء
موسوعۃ اقوال ابی الحسن دارقطنی	مجموعۃ من المؤلفین	-	عالم الکتب، بیروت	۲۰۰۱ء
موطا امام محمد	محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ھ	المکتبۃ العلمیہ، بیروت	-
میزان الاعتدال	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت	۱۹۶۳ء
نشر الصحیفۃ	ابو عبدالرحمٰن ہمدانی	۱۴۲۲ھ	دار الحرمین، قاہرہ	-
نصب الرایہ	جمال الدین زیلعی	۷۶۲ھ	مؤسسۃ الریان، بیروت	۱۹۹۷ء
الوافی بالوفیات	صلاح الدین صفدی	۷۶۴ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت	۲۰۰۰ء

مصنف کی کتابیں

(۱) عقائد اہل سنت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)	مطبوعہ
(۲) فضائل شعبان وشب برأت (احادیث معتبرہ کی روشنی میں)	مطبوعہ
(۳) عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت	مطبوعہ
(۴) فضائل ماہِ رجب	مطبوعہ
(۵) شب برأت کیسے گذاریں	مطبوعہ
(۶) مغفرت کا سامان ماہ رمضان مع رسالہ ۲۰ رکعات تراویح	مطبوعہ
(۷) قوالی کا شرعی حکم	مطبوعہ
(۸) تذکرہ مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی	مطبوعہ
(۹) سرکار کلاں بحیثیت مرشد کامل	مطبوعہ
(۱۰) مکتوبات سرکار کلاں	مطبوعہ
(۱۱) خطبات سرکار کلاں	مطبوعہ
(۱۲) آداب صحبت وزیارت مشائخ (مخدوم اشرف سمنانی) ترجمہ وتحشیہ	مطبوعہ
(۱۳) نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا (احادیث وآثار معتبرہ کی روشنی میں)	مطبوعہ
(۱۴) ترک رفع یدین (احادیث وآثار صحیحہ کی روشنی میں)	مطبوعہ
(۱۵) فسقِ یزید (احادیث وآثار معتبرہ کے حوالے سے)	مطبوعہ
(۱۶) امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا؟	غیر مطبوعہ
(۱۷) لقبِ امام اعظم	غیر مطبوعہ
(۱۸) کیا تراویح آٹھ رکعت سنت ہے؟ (انگلش)	مطبوعہ
(۱۹) معجزۂ ردِ شمس (امام جلال الدین سیوطی و یوسف صالحی دمشقی) ترجمہ وتحشیہ	مطبوعہ
(۲۰) فضائلِ ذکر وذاکرین (امام جلال الدین سیوطی) ترجمہ	مطبوعہ

السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف

(بنیاد: مئی ۲۰۱۳ء)

بانی و سرپرست

قائد ملت حضرت علامہ ابوالمختار سید شاہ

محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی

سرپرستِ اعلیٰ جامع اشرف وسجادہ نشین آستانہ اشرفیہ درگاہ کچھوچھہ مقدسہ

جائے وقوع: خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں، درگاہ، کچھوچھہ مقدسہ، امبیڈکرنگر، یوپی

اغراض ومقاصد

(۱) اسلاف کی قدیم عربی وفارسی کتابوں کے ترجمے کرانا

(۲) مسلم نسلوں کے لیے مفید ومعلوماتی لٹریچر شائع کرنا

(۳) اکابرِ سلسلۂ اشرفیہ کی قلمی خدمات کو منظرِ عام پر لانا

(۴) اہلِ سنت وجماعت کے عقائد ومسائل اور نظریات ومعمولات پر مخالفین کے حملوں کا علمی وتحقیقی جواب تحریری وتقریری شکل میں عام کرنا

(۵) اسلاف کی خدمات وکارناموں پر مشتمل مستند وتفصیلی مواد فراہم کرنا

(۶) اسلاف کی دینی، علمی تصنیفات کے صحیح مستند نسخوں کی طباعت واشاعت

Affiliated with:

AS SYED MAHMOOD ASHRAF

DARUL TEHQEEQ WA AL TASNEEF

السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف

www.ahlesunnatresearchcentre.com

brightvision41@yahoo.co.in, info@ahlesunnatresearchcentre.com